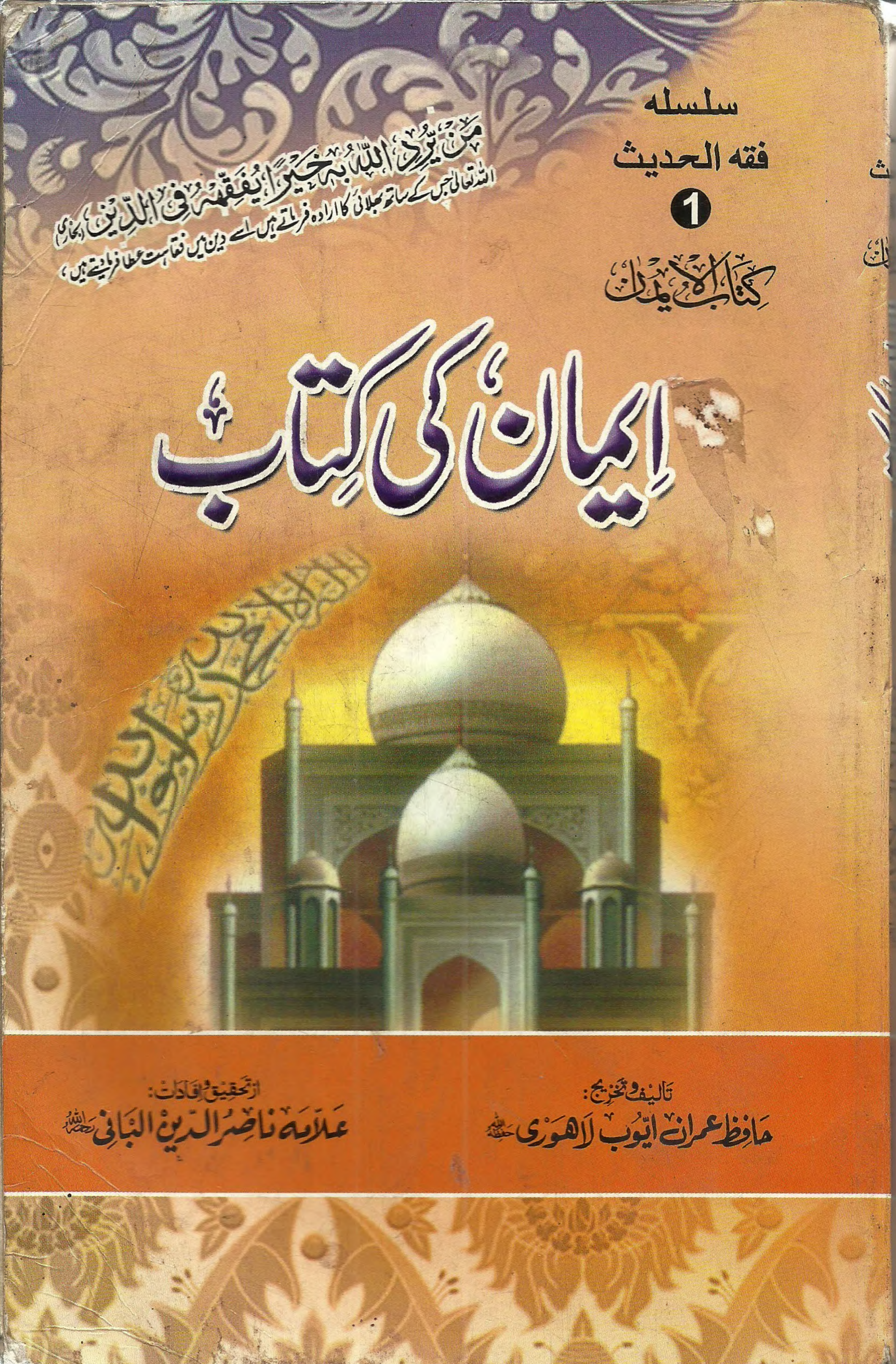
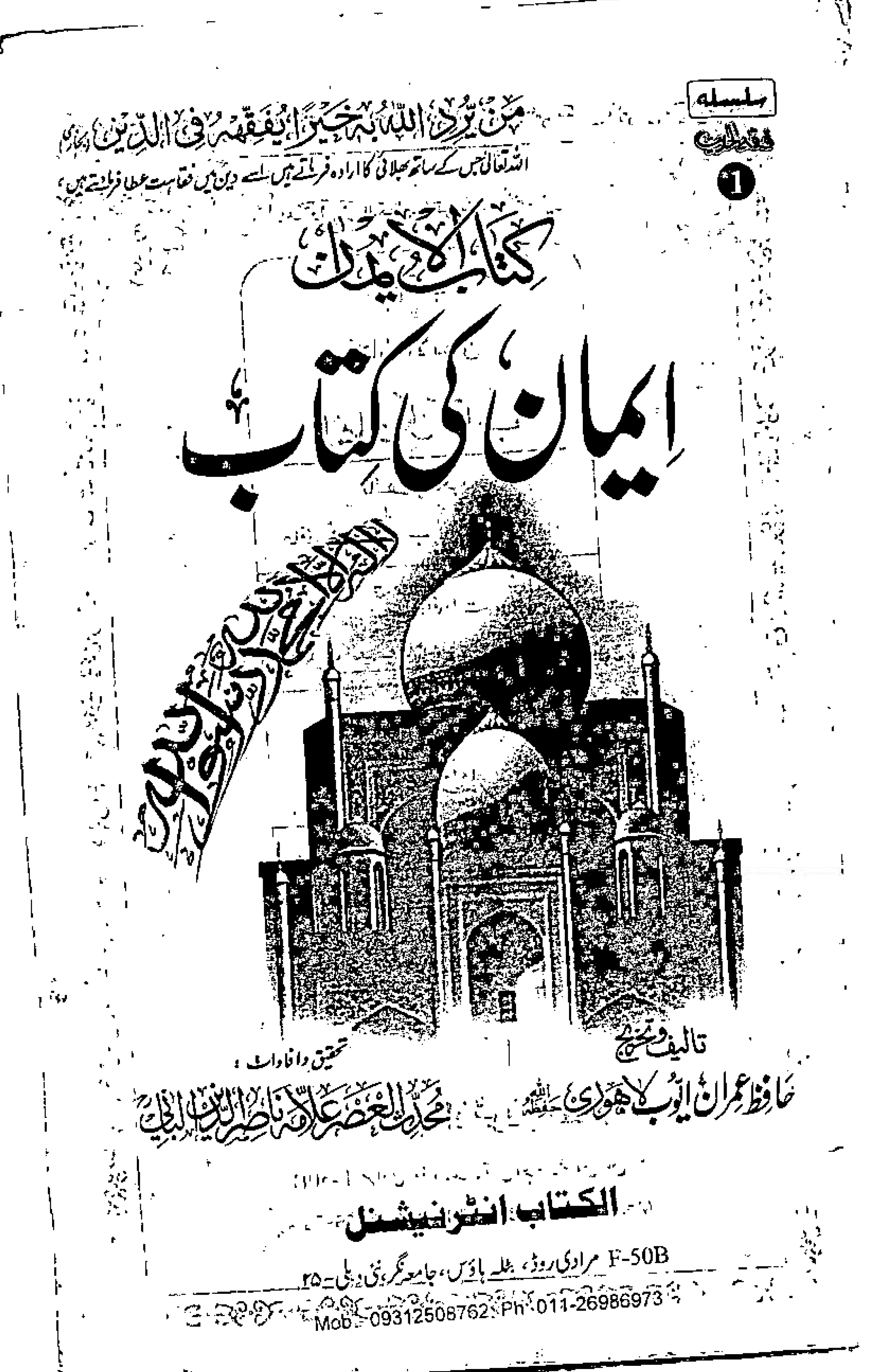


سلسلہ
فقہ الحدیث
1
مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ (بخاری)
اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرما دیتے ہیں۔
کتاب الایمان
ایمان کی کتاب
تالیف و تخریج:
حافظ عمران ایوب لاہوری
از تحقیق و افادات:
علامہ ناصر الدین البانی



سلسلہ فقہ الحدیث 1

مَن يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں فقاہت عطا فرماتے ہیں

كتاب الإيمان

ایمان کی کتاب

تالیف وتخریج

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

تحقیق وافادات:

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانی

الکتاب انٹرنیشنل

F-50B مرادی روڈ، بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

Mob.: 09312508762 Ph: 011-26986973

نام کتاب

کِتابُ الایمان

ایمان کی کتاب

تالیف و تخریج

حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ

تحقیق وافادات:

محدث العصر علامہ ناصر الدین البانیؒ

تاریخ اشاعت

نومبر ۲۰۱۰ء



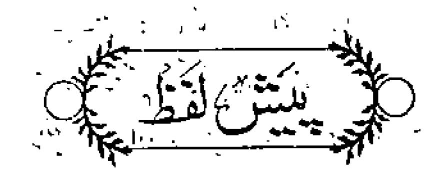
الکتاب انٹرنیشنل

F-50B مرادی روڈ، بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۲۵

Mob.- 09312508762, Ph 011-26986973



بسم اللہ الرحمن الرحیم



پیش لفظ

ایمان ایسا نور ہے جس کی روشنی دل میں پھوٹتی ہے مگر اس کی کرنیں سارے جسم کو روشن کر دیتی ہیں۔ جسے یہ نور نصیب ہو جاتا ہے وہ دنیا میں بھی ہمیشہ اُجالے میں رہتا ہے اور روزِ قیامت بھی اس کی روشنی میں راہ پا کر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ بالفاظِ دیگر جب کسی کے دل میں ایمان راسخ ہو جاتا ہے تو اس کی پوری زندگی میں عملِ صالح کی بہار آ جاتی ہے۔ عبادات سے لے کر معاملات تک، اخلاقیات سے لے کر معیشت و معاشرت اور سیاسیات تک اس کا ہر کام نیکی و تقویٰ کا مظہر بن جاتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو کسی بھی انسان کے لیے جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے اور حصولِ جنت ہی ہر مومن کا مقصدِ حیات ہے۔

یہ بات تو متفقہ ہے کہ ایمان کے بغیر جنت میں داخلہ ممکن نہیں لیکن ایمان کا مفہوم و حقیقت کیا ہے؟ ایمان کا عمل سے کیا تعلق ہے؟ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے یا نہیں؟ ایمان اور اسلام میں کیا فرق ہے؟ کتاب وسنت میں کن صفات کے حامل افراد کو ایمان والے شمار کیا گیا ہے؟ ایمان کے ارکان کیا ہیں؟ کون کون سے کام انسان کو دائرۂ ایمان سے خارج کر کے حدودِ کفر میں داخل کر دیتے ہیں؟ یہ تمام ایسے سوالات ہیں جن کے تفصیلی جوابات کا ہر ایمان کے دعویدار کو علم ہونا چاہیے تا کہ وہ خود کو پرکھ سکے کہ آیا وہ محض ایماندار ہونے کا دعویٰ ہی کر رہا ہے یا اپنے ایمان میں سچا بھی ہے۔ پیشِ نظر کتاب "کتاب الایمان" میں ایمان کے انہی معانی ومطالب اور حقائق ومسائل کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

اس کتاب میں آیاتِ قرآنیہ اور صرف صحیح احادیث کی روشنی میں ایمان سے متعلقہ تقریباً تمام مباحث کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تمام احادیث کی مکمل تخریج وتحقیق کی گئی ہے۔ تحقیق کے لیے زیادہ اعتماد

علامہ محمد ناصر الدین البانی" پر کیا گیا ہے (کیونکہ عالم اسلام کی اکثریت انہیں محدث العصر اور مجددِ اسلام تسلیم کر چکی ہے)۔ اردو زبان سادہ اور اسلوب عام فہم رکھا گیا ہے تا کہ عوام وخواص کتاب سے مستفید ہو سکیں۔ کتاب کے آخر میں ایک مستقل باب قائم کر کے ایمان وعقائد سے متعلقہ اُن احادیث کو ذکر کیا گیا ہے جو ضعیف اور من گھڑت ہیں مگر کم علم خطباء کے بیان کرنے کی وجہ سے عوام میں مشہور ہو چکی ہیں۔

قارئین کی مزید سہولت کے لیے ابتدائے کتاب میں وہ چند ضروری اصطلاحات بھی درج کر دی گئی ہیں جنہیں کتاب میں استعمال کیا گیا ہے۔ مزید برآں کتاب میں ائمہ سلف اور اہل السنہ والجماعہ کی اصطلاح بھی جا بجا استعمال کی گئی ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بھی یہاں وضاحت کر دی جائے۔

" ائمہ سلف" یا سلف صالحین سے مراد وہ لوگ ہیں جو صدرِ اسلام میں گزر چکے ہیں۔ ان میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ان کے قریبی زمانوں کے وہ معروف ائمہ شامل ہیں جو اتباع سنت اور اجتناب بدعت میں مشہور ہیں اور ان کی امامت وفضیلت پر ساری امت متفق ہے۔ اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ لوگ سب سے زیادہ دین کو سمجھنے والے تھے اس لیے ایمان وعقائد اور دیگر مسائل میں ان کے فہم کو دوسروں کے فہم پر ترجیح دینی چاہیے۔

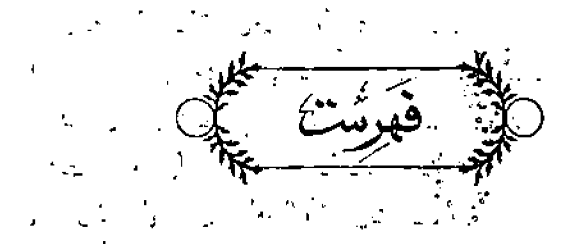
"اهل السنه والجماعه" سے مراد وہ جماعت ہے جو اپنے عقائد، اقوال اور اعمال میں نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے پیروکاروں کے طریقے پر مضبوطی سے قائم ہے۔ اتباع سنت ان کا شیوہ اور اجتناب بدعت ان کی علامت ہے۔ قیامت تک یہ لوگ باقی رہیں گے، غالب رہیں گے اور ان کی مدد کی جائے گی۔ نیز ان کی اتباع کرنا ہدایت اور ان کی مخالفت کرنا گمراہی ہے۔

آخر میں قارئین سے التماس ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کسی قسم کا سقم یا کمی دیکھیں تو ضرور مطلع کریں تا کہ جلد از جلد اس کی تصحیح یا اضافہ کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو ہماری اصلاح وفلاح کا ذریعہ بنائے۔ (آمین!)

"وما توفیقی إلا بالله علیه توکلت وإلیه انیب"

کتبہ

حافظ عمران ایوب لاهوری



ایمان کی فضیلت کا بیان

اہل ایمان کی صفات کا بیان

ایمان کی حقیقت کا بیان

ایمان کے ارکان کا بیان

ایمان کے شعبوں کا بیان

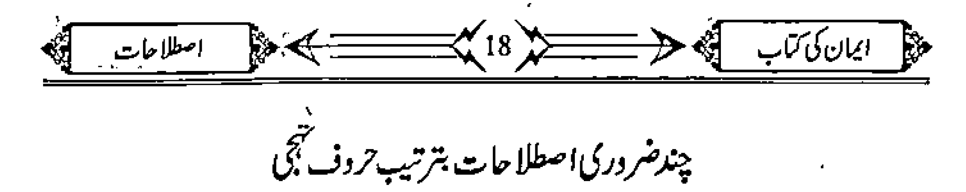
ایمان کے نواقض کا بیان

عقیدہ ولاء و براء کا بیان

طاغوت کے ساتھ کفر کا بیان

ایمان اور عقائد سے متعلقہ متفرق مسائل کا بیان

ایمان اور عقائد سے متعلقہ ضعیف احادیث کا بیان



چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی

(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباطِ احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔
(3)	استحسان	قرآن سنت یا اجماع کی کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔
(4)	استصحاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا استصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرررساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) راجح بات (5) حالت مستصحب۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابوحنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تحفۃ الاشراف از امام مزی وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء جز کی جمع ہے۔ اور جزء اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاستیعاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جزء رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلقہ چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلقہ مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	باہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو عمل کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور حلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد' عبادات' معاملات' تفسیر' سیرت' مناقب' فتن اور روز محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول' فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شارع علیہ السلام نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

(21)	راجح	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داود وغیرہ۔
(23)	سدالذرائع	ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو فساد و خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن و سنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ (دیانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شذوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری' مسلم' ابوداود' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی حسن حدیث کی۔
(31)	عرف	عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو' اس کا عادی ہو یا اس کا ان میں رواج ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمت شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں اُن شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیہ	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلقہ مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب و سنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب و سنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں' خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطھارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً مسواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب' نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	مکروہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجتہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

نمبر	اصطلاح	تعریف
(43)	مصالح مرسلہ	یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع علیہ السلام سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	مسلک	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسلک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسلک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ دین (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقطوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرے۔
(55)	معلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	معضل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کسی بھی وجہ سے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔
(59)	منکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی فاسق' بدعتی' بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مسند	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابو نعیم الاصبہانی وغیرہ۔
(63)	معجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً معجم کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	نسخ	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا نسخ کہلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہا کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہا اس میں کچھ فرق کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

ایمان کا لفظی معنی ہے "یقین و تصدیق" اور اس کا اصطلاحی معنی ہے "دل کی تصدیق، زبان کا اقرار اور اعضاء کا عمل"۔ یعنی ایمان میں عمل بھی داخل ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ حسب اعمال ایمان میں کمی بیشی بھی ہوتی رہتی ہے۔ اسلام کا لفظی معنی ہے "مطیع و فرمانبردار ہو جانا" اور اصطلاحی معنی ہے "عقیدۂ توحید اپنا کر اطاعت الٰہی کے لیے خود کو جھکا دینا"۔ ایمان اور اسلام میں اہل علم نے یہ فرق کیا ہے کہ اگر یہ دونوں اکٹھے ذکر ہوں تو ایمان سے باطنی اعمال اور اسلام سے ظاہری اعمال مراد ہوتے ہیں اور اگر یہ الگ الگ ذکر ہوں تو ہر ایک سے دونوں طرح کے اعمال مراد ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمان کا ہی ایک شعبہ اسلام ہے جس کا درجہ بالاتفاق ایمان سے کم ہے جبکہ ایمان کا اعلیٰ ترین درجہ احسان ہے (کہ انسان ہر عبادت اس طرح کرے کہ وہ اپنے پروردگار کو دیکھ رہا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو کم از کم یہ ذہن نشین رکھے کہ اس کا پروردگار اسے دیکھ رہا ہے)۔ ایمان کے چھ ارکان ہیں؛ اللہ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، الہامی کتابوں پر ایمان، نبیوں پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان اور اچھی بری تقدیر پر ایمان۔ کچھ اہل علم نے جنات و شیاطین پر ایمان کو بھی ایمان کا ایک رکن قرار دیا ہے۔

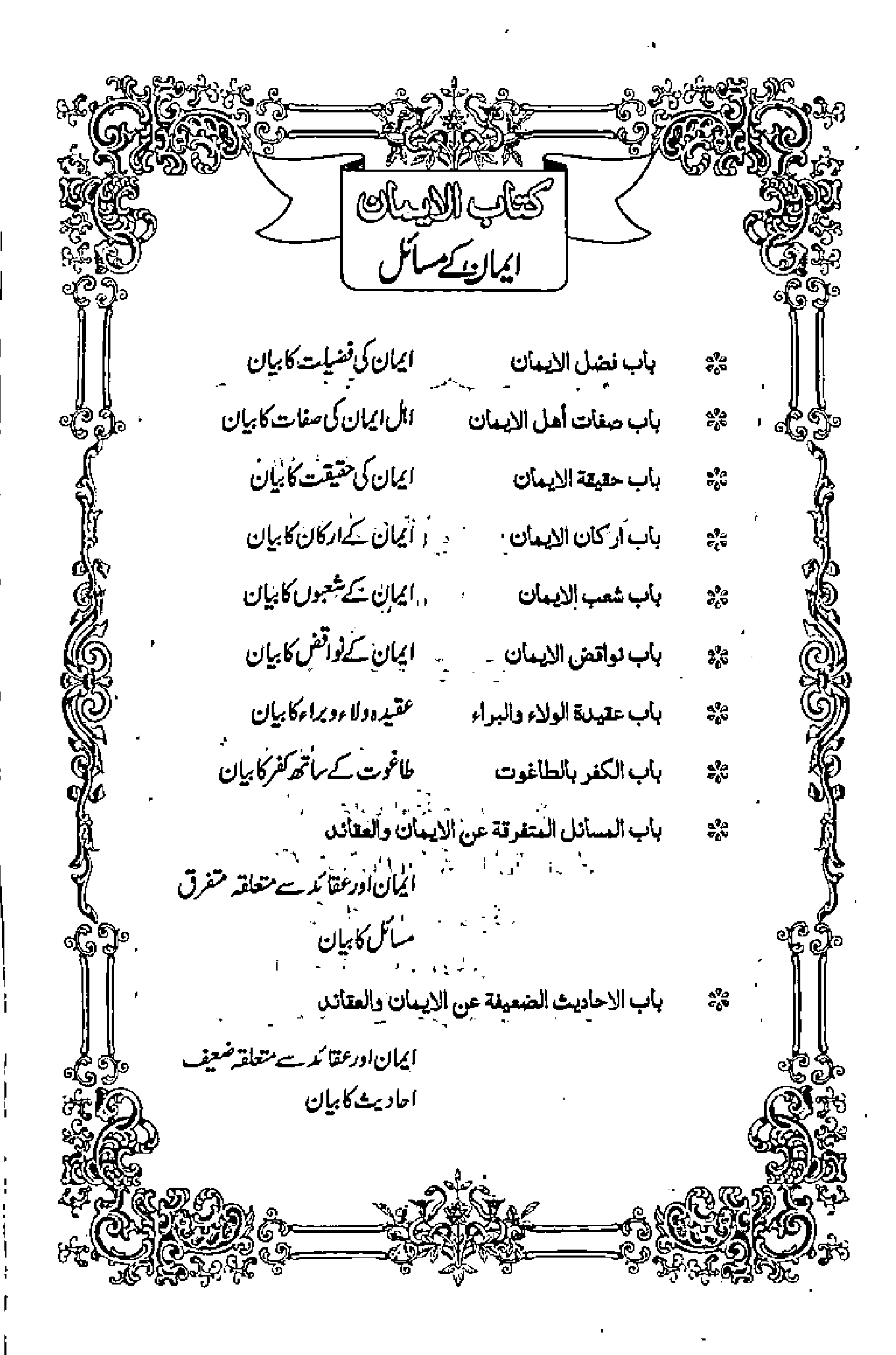
اللہ پر ایمان یہ ہے کہ اس بات کا پختہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ موجود ہے اور وہ اپنی ذات و صفات اور عبادت و افعال میں یکتا ہے، اس کا کوئی شریک و ہمسر نہیں۔ فرشتوں پر ایمان یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ فرشتے اللہ کی نوری مخلوق ہیں جنہیں اس نے اپنے احکام کی تنفیذ کے لیے پیدا کیا ہے، ان کی ڈیوٹیاں مقرر ہیں اور وہ اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ ہر وقت اللہ کی عبادت و اطاعت میں مصروف رہتے ہیں۔ الہامی کتابوں پر ایمان یہ ہے کہ اس بات کی پختہ تصدیق کی جائے کہ تمام کتابیں اللہ کی نازل کردہ ہیں، اللہ کا کلام ہیں، سب توحید کی دعوت دیتی ہیں، ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور آخری کتاب قرآن کے ذریعے

سابقہ تمام کتابیں منسوخ ہو چکی ہیں۔ پیغمبروں پر ایمان یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کی ہدایت و رہنمائی کے لیے کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجا، ہر پیغمبر نیک، متقی، دیانتدار اور امین تھا، ہر پیغمبر حق لے کر آیا، ہر ایک نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی، سب نے اللہ کا پیغام پورا پورا آگے پہنچا دیا، پیغمبروں کے مختلف درجے ہیں جن میں سب سے بلند مقام اور افضل ترین آخری پیغمبر محمد ﷺ ہیں۔ یوم آخرت پر ایمان یہ ہے کہ وفات کے بعد سے لے کر جنتیوں کے جنت میں اور جہنمیوں کے جہنم میں داخل ہو جانے تک جو کچھ بھی کتاب وسنت میں ذکر ہوا ہے اس پر کامل یقین رکھا جائے۔ اچھی بری تقدیر پر ایمان یہ ہے کہ پختہ طور پر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ دنیا میں ہونے والا ہر اچھا برا کام اللہ کے علم وارادے کے مطابق ہو رہا ہے جو اس نے کائنات کی تخلیق سے پہلے ہی لکھوا دیا تھا۔ جنات وشیاطین پر ایمان یہ ہے کہ ان کے متعلق کتاب وسنت میں جو کچھ بھی ذکر ہوا ہے اس پر بغیر کسی تاویل وتحریف کے کامل یقین رکھا جائے اور اسے برحق سمجھا جائے۔

ایمان کا ایک تقاضا یہ ہے کہ اللہ سے، اللہ کے پیغمبر سے اور اللہ کے مومن بندوں سے محبت کی جائے، ان کی محبت کے مقابلے میں کسی کی محبت کو ترجیح نہ دی جائے اور اللہ کے، اللہ کے پیغمبر کے اور اللہ کے مومن بندوں کے دشمنوں (کافروں، مشرکوں اور منافقوں وغیرہ) سے دشمنی رکھی جائے۔

ایمان میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ طاغوت کا انکار کیا جائے اور طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت واطاعت کی جائے خواہ وہ شیطان ہو، بت ہو، جادوگر ہو، علم غیب کا مدعی ہو یا حکمران ہو۔ طاغوت کا انکار یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ ہر ایک کی عبودیت وحاکمیت کے بطلان کا اعتقاد رکھا جائے اور پھر عملاً اسی کا مظاہرہ کیا جائے۔

کچھ اعمال ایسے ہیں جو انسان کو دائرہ ایمان سے خارج کر دیتے ہیں جیسے اللہ کی عبادت میں شرک کرنا، مشرکین کے کفر میں شک کرنا یا ان کے مذہب کو صحیح سمجھنا، مسلمانوں کے خلاف مشرکین کا تعاون کرنا، دل میں نفاق رکھنا، اللہ کے دین سے اعراض کرنا، اسلام کے مسلمہ مسائل کا انکار کرنا یا ان میں شک کرنا، دین کا مذاق اڑانا یا اسے گالی دینا، جادو کرنا یا کرانا، اللہ اور رسول سے بغض رکھنا اور اللہ اور رسول کے کسی حرام کردہ کام کو حلال سمجھنا یا حلال کردہ کام کو حرام سمجھنا وغیرہ۔ علاوہ ازیں اگر کوئی شخص موحد ہے مگر واجبات کو ترک کرتا ہے یا کبائر کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ ناقص الایمان تو ہے کافر نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص جہالت میں، خطاء سے یا تاویل کر کے کوئی کفریہ کام کرے تو وہ کافر نہیں۔ نیز اگر کسی کو کفر کرنے پر مجبور کیا گیا ہو یا کوئی شخص کسی کفریہ کام سے بچنے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہے تو اسے دائرہ ایمان سے خارج اور کافر قرار نہیں دیا جا سکتا۔



کتاب الایمان

ایمان کے مسائل

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَأَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [الأنفال : ١٩] ۔

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہیں۔"

حدیث نبوی ہے کہ

﴿ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا ﴾

"تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے

جب تک ایمان والے نہ بن جاؤ۔"

[مسلم (٥٤) كتاب الايمان]

باب فضل الایمان — ایمان کی فضیلت کا بیان

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ﴾ [البقرة : ٢٥٧]

''ایمان والوں کا ولی اللہ تعالیٰ خود ہے، وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [آل عمران : ٦٨]

''اور اللہ تعالیٰ ہی اہل ایمان کا ولی وسہارا ہے۔''

(امام طبریؒ) نقل فرماتے ہیں کہ امام جعفرؒ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا مددگار اور معاون ہے اور ''انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ انہیں کفر کے اندھیروں سے نکال کر ایمان کی روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔(۱)

پہلی آیت سے اہل علم نے یہ بھی اخذ کیا ہے کہ حق ایک ہوتا ہے اور کفر کی بہت زیادہ انواع واقسام ہوتی ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لفظِ نور کو واحد ذکر فرمایا ہے جبکہ ظلمات کو جمع ذکر فرمایا ہے۔(۲)

اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل حاصل ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [آل عمران : ١٥٢]

اور اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر بڑے فضل والا ہے۔''

(جلال الدین سیوطیؒ، جلال الدین محلیؒ) بیان فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ اہل ایمان پر بڑے فضل والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرماتا اور ان سے درگزر فرماتا ہے۔(۳)

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

---

(۱) [تفسیر طبری (٤٢٤/٥)]
(۲) [دیکھئے: تفسیر ابن کثیر (٦٨٥/١)]
(۳) [تفسیر جلالین (ص : ٤٤٤)]

﴿ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [آل عمران : ١٧١]

''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔''

(طبریؒ) ''اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں کرتا'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کے اعمال کا بدلہ باطل نہیں کرتا جس نے اس کے رسول کی تصدیق کی، اس کی پیروی کی اور جو کچھ بھی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آیا ہے اس پر عمل کیا۔(١)

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اجر عظیم عطا فرمائے گا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴾ [النساء : ١٤٦]

''اور عنقریب اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بہت بڑا اجر عطا فرمائیں گے۔''

(عبدالرحمٰن سعدیؒ) اس عظیم بدلے کی حقیقت صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہی ہے۔ یہ بدلہ ایسا ہے کہ جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی کسی کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا ہے (مراد جنت ہے)۔(٢)

اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَأَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [الأنفال : ١٩]

''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہیں۔''

(عبدالرحمٰن سعدیؒ) جسے اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو وہ کمزور یا قلیل التعداد ہی کیوں نہ ہو اس کی مدد کی جاتی ہے (اور وہی غالب آتا ہے) اور جس معیت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی تائید فرماتے ہیں وہ انہیں اسی قدر نصیب ہوتی ہے جس قدر وہ اعمالِ ایمان بجالاتے ہیں۔(٣)

اہل ایمان کو نہ تو کسی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے اور نہ ہی کسی ظلم وستم کا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَمَن يُؤْمِن بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ﴾ [الجن : ١٣]

---

(١) [تفسیر طبری (٣٩٨/٧)]

(٢) [تفسیر السعدی (٢١١/١)]

(٣) [تفسیر السعدی (٣١٧/١)]

''پس جو بھی اپنے پروردگار پر ایمان لاتا ہے اسے نہ تو کسی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے اور نہ ہی کسی ظلم وستم کا۔''

(سیوطیؒ) اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ انہیں نہ تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ ان کی نیکیوں کے اجر وثواب میں کوئی نقص وکمی کر دی جائے گی اور نہ اس بات کا خوف کہ ان کی برائیوں میں اضافہ کر دیا جائے گا۔(۱)

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نجات دینے کا ذمہ اٹھایا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [یونس : ۱۰۳]

''پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے اسی طرح ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔''

(بغویؒ) بیان فرماتے ہیں کہ یہاں حق کا مطلب واجب ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر اہل ایمان کی مدد کرنا واجب کر رکھا ہے)۔(۲)

اللہ تعالیٰ اپنی نصرت خاص سے اہل ایمان کی تائید فرماتے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [المجادلة : ۲۲]

''آپ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہیں پائیں گے گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ کے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے (یعنی ایمان راسخ ومضبوط کر دیا ہے) اور جن کی تائید اپنی روح (یعنی نصرت خاص) سے فرمائی ہے اور جنہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے راضی ہیں، یہ خدائی لشکر ہیں اور خبردار! یقیناً اللہ کے لشکر والے ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔''

(۱) [الدر المنثور (۱۱۷/۱۰)]

(۲) [معالم التنزيل (۱۵٤/٤)]

(ابن عباس رضی اللہ عنہ، حسن بصریؒ) فرماتے ہیں کہ آیت میں مذکور لفظِ روح سے مراد نصرتِ الٰہی ہے۔(۱)

نبی کریم ﷺ کو بھی ایمان والا بننے کا حکم دیا گیا تھا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اے نبی! لوگوں پر یہ بات واضح کر دیجئے کہ

﴿ وَ أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [یونس : ١٠٤]

''مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔''

(طبریؒ) اس آیت کا مطلب بیان کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں کہ (نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان تعلیمات کی تصدیق کرنے والا بن جاؤں جو اس کی طرف سے میرے پاس آئی ہیں۔(۲)

قرآن مجید اہل ایمان کو بڑے اجر کی نوید سناتا ہے

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّ هَـٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝ وَأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴾ [الاسراء : ٩-١٠]

''یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔''

(2) ایک دوسری آیت میں ہے کہ

﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا ۝ قَيِّمًا لِّيُنذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّن لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ﴾ [الكهف : ١-٢]

''تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن اتارا اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ بلکہ ہر طرح سے ٹھیک ٹھاک رکھا تاکہ اپنے پاس کی سخت سزا سے ہوشیار کر دے اور ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبریاں سنا دے کہ ان کے لیے بہترین بدلہ ہے۔''

(3) سورۂ احزاب میں ہے کہ

﴿ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ﴾ [الأحزاب : ٤٧]

''آپ مومنوں کو خوشخبری سنا دیجئے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔''

---

(۱) [تفسیر زاد المسیر (٤/٦)]

(۲) [تفسیر طبری (١٥/٢١٨)]

اہل ایمان کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الروم : ٤٧]

''ہم پر ایمان والوں کی مدد کرنا لازم ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام کی اس وقت مدد فرمائی جب مصر کے ایک ظالم بادشاہ نے انہیں اپنے دربار میں طلب کیا اور ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا۔ اس نے تین مرتبہ انہیں چھونا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے اسے جکڑ دیا۔ حتی کہ اس نے انہیں چھوڑ دیا اور ساتھ خدمت کے لیے ہاجرہ علیہا السلام بھی عطا کر دیں۔(۱)

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل سمیت فرعون سے نجات عطا فرمائی اور فرعون اور اس کے لشکر کو دریا میں غرق کر دیا۔(۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تھے اور مشرک سر پر کھڑے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے غار کے منہ پر مکڑی کے ذریعے جالا بنوا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و حمایت فرمائی۔(۳)

اہل ایمان کو نصیحت فائدہ دیتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ ذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الذاريات : ٥٥]

''اور نصیحت کرتے رہیے یقیناً یہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔''

(ابن کثیرؒ) فرماتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والے دل ہی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔(۴)

اہل ایمان غلام و لونڈی مشرک مرد و عورت سے بہتر ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

---

(۱) [بخاری (٣٣٥٨) کتاب أحاديث الأنبياء : باب قول الله تعالى واتخذ الله إبراهيم خليلا]

(۲) [بخاری (٢٠٠٤) كتاب الصوم : باب صوم يوم عاشورا ' مسلم (١١٣٠) أحمد (٢٩١/١) أبو داود (٢٤٤٤) ابن ماجة (١٧٣٤) حميدى (٥١٥) عبد الرزاق (٧٨٤٣) بيهقى (٢٨٦/٤) ابن أبي شيبة (٥٦/٣) دارمى (٢٢/٢) طحاوى (٧٥/٢) طبرانى (١٢٣٦٢/١٢) شرح السنة (١٧٨٢) ابن حبان (٣٦٢٥) ابن خزيمة (٢٠٨٤)]

(۳) [بخارى (٣٦١٥) كتاب المناقب : باب علامات النبوة فى الاسلام]

(۴) [تفسير ابن كثير (٤٢٥/٧)]

﴿ وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴾ [البقرة : ۲۲۱]

''اور شرک کرنے والی عورتوں سے' تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لائیں' تم نکاح نہ کرو۔ ایمان والی لونڈی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہت بہتر ہے گو تمہیں مشرکہ ہی اچھی لگتی ہو اور نہ شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں' ایمان والا غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے گو مشرک تمہیں اچھا لگے۔ یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت کی طرف اور اپنی بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے' وہ اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرما رہا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

(بیضاویؒ) اس آیت میں (صرف) اہل ایمان کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی ترغیب ہے۔(۱)

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے دلوں کو ہدایت سے نوازتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ [التغابن : ۱۱]

''اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

(طبریؒ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ ہر مصیبت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ہدایت دے دیتا ہے یعنی اس کے دل کو یہ توفیق دے دیتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو تسلیم کرے اور اس پر راضی ہو جائے۔(۲)

اہل ایمان ہی ہدایت یافتہ اور کامیاب لوگ ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [البقرة : ۴۔۵]

''اور جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ (ﷺ) کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور وہ

---

(۱) [تفسیر بیضاوی (۲۵۳/۱)]

(۲) [تفسیر طبری (۴۲۱/۲۳)]

آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔''

(ابوبکر الجزائریؒ) اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عملِ صالح کی توفیق سے نوازا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس راستے پر قائم ہیں جو انہیں فوز و فلاح کی طرف لے جاتا ہے۔(۱)

اللہ تعالیٰ مومن آدمی کی دنیا و آخرت میں پردہ پوشی فرماتا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَ يَسْتُرُهُ فَيَقُولُ أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا، فَيَقُولُ نَعَمْ أَيْ رَبِّ حَتّٰى إِذَا قَرَّرَهُ بِذُنُوبِهِ وَ رَأَى فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَ أَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ ﴾

''اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) مومن آدمی کو اپنے نزدیک بلائے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال کر اسے چھپا لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا، کیا تجھ کو فلاں گناہ یاد ہے؟ کیا فلاں گناہ تجھ کو یاد ہے؟ وہ مومن کہے گا، ہاں اے میرے پروردگار۔ آخر جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لے گا اور اسے یقین آ جائے گا کہ اب وہ ہلاک ہو گیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا اور آج بھی میں تیری مغفرت کرتا ہوں۔''(۲)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ اور افضل عمل ایمان باللہ ہے

(I) قبیلہ خثعم کے ایک آدمی سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ ثُمَّ صِلَةُ الرَّحِمِ ثُمَّ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَ النَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ أَبْغَضُ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ ثُمَّ قَطِيعَةُ الرَّحِمِ ﴾

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانا ہے' پھر صلہ رحمی کرنا اور پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا (پسندیدہ) ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور پھر قطع رحمی کرنا ہے۔''(۳)

(۱) [أيسر التفاسير (۷/۱)]

(۲) [بخاری (۲٤٤۱) کتاب المظالم والغصب : باب قول الله تعالیٰ ألا لعنة الله على الظالمين' مسلم (۲۷٦۸) کتاب التوبة : باب قبول توبة القاتل وان كثر قتله' مسند احمد (٥٤۳٦) ابو نعيم في الحلية (۲۱٦/۲) ابن أبي شيبة (۱۸۹/۱۳) ابن منده (۷۹۰) ابن حبان (۷۳٥٥)]

(۳) [حسن : صحيح الجامع الصغير (۱٦٦) الترغيب والترهيب (۲۲۳/۳) المجمع (۱٥۱/۸)]

(2) حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ ثُمَّ الْجِهَادُ ثُمَّ حَجَّةٌ مَبْرُوْرَةٌ ﴾

''سب سے افضل عمل اکیلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا' پھر جہاد اور پھر حج مبرور ہے۔''(۱)

(3) ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ أَفْضَلُ الْعَمَلِ الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَجِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾

''سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔''(۲)

اہل ایمان سے اللہ تعالیٰ نے جنتوں کا وعدہ کر رکھا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [التوبة : ٧٢]

''ایمان والے مردوں اور عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں' جہاں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ان صاف ستھرے پاکیزہ محلات کا جو ان ہمیشگی والی جنتوں میں ہیں اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے' یہی زبردست کامیابی ہے۔''

فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهِ وَ أَقَامَ الصَّلَاةَ وَ صَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ جَلَسَ فِيْ أَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا ﴾

''جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے، اللہ پر لازم ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے خواہ اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو یا اسی زمین میں بیٹھا رہا ہو جس میں پیدا ہوا۔''(۳)

اہل ایمان سے اللہ تعالیٰ نے جنت کی تجارت کر رکھی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

---

(۱) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (١٠٩٢)]

(۲) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (١١٢٤) السلسلة الصحيحة (١٤٨٩)]

(۳) [بخاری (٢٧٩٠) كتاب الجهاد والسير : باب درجات المجاهدين في سبيل الله ، جامع الأصول (٧١٩٩/٩) شرح السنة للبغوی (٢٧٨/٥) صحيح كنوز السنة النبوية (٩١/١)]

فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [التوبة: ١١١]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں' اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تورات میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدے کو کون پورا کرنے والا ہے' پس تم لوگ اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔''

جنت صرف اہل ایمان کے لیے ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ﴾ [النساء: ١٢٤]

''اور جو نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان ہو تو یقیناً ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ان کا حق نہ مارا جائے گا۔''

(2) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ يَا ابْنَ عَوْفٍ ارْكَبْ فَرَسَكَ ثُمَّ نَادِ أَلَا إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِمُؤْمِنٍ ﴾

''اے ابن عوف! اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اعلان کر کہ خبردار! بے شک جنت صرف صاحب ایمان کے لیے ہی حلال ہے۔''(۱)

(3) ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ يَا بِلَالُ! قُمْ فَأَذِّنْ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ ﴾

''اے بلال! کھڑا ہو اور اعلان کر کہ جنت میں صرف صاحب ایمان ہی داخل ہوگا۔''(۲)

(4) صحیح مسلم میں ایک مقام پر یہ عنوان قائم کیا گیا ہے:

﴿ بَابُ بَيَانِ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ...... ﴾

---

(۱) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (٧٨٤٠) السلسلة الصحيحة (٨٨٢)]

(۲) [بخاري (٤٢٠٣) كتاب المغازي: باب غزوة خيبر' مسلم (١١٤) كتاب الايمان: باب غلظ تحريم الغلول وأنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون' ترمذي (١٥٧٤) مسند احمد (٣٠٢/٢) دارمي (٢٤٨٩) بزار (١٩٨) ابن حبان (٤٨٤٩) ابن أبي شيبة (٤٦٥/١٤) صحيح الجامع الصغير (١٠٩٢)]

''اس بات کا بیان کہ جنت میں صرف اہل ایمان ہی داخل ہوں گے......''

اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث نقل کی گئی ہے:

﴿ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا ﴾

''تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان والے نہ بن جاؤ۔''(۱)

معلوم ہوا کہ جنت میں صرف اہل ایمان ہی داخل ہوں گے اور ایمان کے بغیر جنت میں داخلہ ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اہل ایمان میں سے بنائے۔(آمین)

روزِ قیامت ایمان والوں کو جنت کا راستہ دکھانے کے لیے ایک نور مقرر ہوگا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [الحدید : ۱۲]

''(قیامت کے) دن تو دیکھے گا کہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا (جس کی روشنی میں وہ جنت کا راستہ بآسانی طے کر لیں گے اور اس روز ان کے لیے اعلان کر دیا جائے گا کہ) آج تمہیں ان جنتوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ کی رہائش ہے، یہی عظیم کامیابی ہے۔''

جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہوگا وہ بھی جہنم میں نہیں رہے گا

(1) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَ أَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ ، فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا ، قَدِ اسْوَدُّوا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهْرِ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ ﴾

''جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو بھی دوزخ سے نکال لو۔ تب (ایسے لوگ) دوزخ سے نکال لیے جائیں گے اور وہ جل کر کوئلے کی طرح سیاہ ہو چکے ہوں گے۔ پھر نہرِ حیات میں ڈالے جائیں گے۔ اس وقت وہ دانے کی

---

(۱) [مسلم (۵۴) کتاب الایمان : باب بیان أنه لا یدخل الجنة الا المومنون ، بخاری فی الأدب المفرد (۲۶۰) ابو داود (۵۱۹۳) ترمذی (۲۶۸۸) ابن ماجه (۶۸) مسند احمد (۹۰۹۵) ابن منده (۳۲۸) ابن حبان (۲۳۶) شرح السنة (۳۳۰۰) ابن أبی شیبة (۶۲۴/۸)]

طرح اُگ آئیں گے جس طرح ندی کے کنارے دانے اُگ آتے ہیں۔'' (۱)

(2) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ ﴾

''ایسا کوئی بھی شخص (ہمیشہ کے لیے) آتشِ جہنم میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔'' (۲)

جو اللہ پر ایمان نہیں لاتا اسے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دے کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ۝ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَا أَغْنَى عَنِّي مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ۝ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۝ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۝ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ﴾ [الحاقة: ۲۵-۳۳]

''اور جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا کہ کاش! مجھے میرا اعمال نامہ دیا ہی نہ جاتا۔ اور مجھے علم ہی نہ ہوتا کہ حساب کیا ہے۔ کاش! موت (میرا) کام ہی تمام کر دیتی۔ میرے مال نے مجھے کچھ نفع نہ دیا۔ میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا۔ (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دو۔ پھر اسے ایسی زنجیر میں جکڑ دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ کی ہے۔ بے شک یہ اللہ عظمت والے پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔''

(سید طنطاویؒ) فرماتے ہیں، آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملنے اور پھر عذاب دیئے جانے کا سبب یہ ہوگا کہ وہ دنیا میں اللہ واحد و قہار پر ایمان نہیں لاتا تھا بلکہ کفر پر ہی مصر تھا۔ (۳)

---

(۱) [بخاری (۲۲) کتاب الایمان: باب تفاضل أهل الایمان فی الاعمال، صحیح ابن حبان (۱۸۳)، (۳۵۹/۱) جامع الأحادیث للسیوطی (۱۰۱/۲۴)]

(۲) [مسلم (۹۱) کتاب الایمان: باب تحریم الکبر وبیانه، ابوداود (۴۰۹۱) ترمذی (۱۹۹۹)]

(۳) [التفسیر الوسیط (۴۲۱۱/۱)]

باب صفات اهل الايمان — اہل ایمان کی صفات کا بیان

آئندہ سطور میں اہل ایمان کی وہ صفات درج کی جا رہی ہیں جو کتاب وسنت میں ذکر ہوئی ہیں۔ یقیناً یہ صفات دنیا وآخرت کی اصلاح وفلاح اور ہمیشہ کے لیے جنت الفردوس میں داخلے کا ذریعہ ہیں۔ ہم سب کو ان کے ساتھ متصف ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

قرآن کریم میں مذکور صفات

❀ اپنے ایمان میں شک نہ کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴾ [الحجرات : ١٥]

"ایماندار صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں، پھر شک وشبہ نہ کریں اور اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں (اپنے دعوائے ایمان میں) یہی سچے اور راست گو ہیں۔"

❀ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾ [التوبة : ١٣]

"کیا تم ان (کافروں) سے ڈرتے ہو، پس اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔"

❀ دین کو اللہ کے لیے خالص کر دینا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴾ [النساء : ١٤٦]

"ہاں جو توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھیں اور اپنے دین کو اللہ کے لیے ہی خالص کر لیں تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں، اللہ تعالیٰ مومنوں کو بہت بڑا اجر دے گا۔"

❀ اللہ کا ذکر سن کر ڈر جانا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ

عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ○ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ○ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴾ [الانفال : ۲۔۴]

''ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ وہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں، ان کے لیے ان کے رب کے پاس بڑے درجے، مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔''

❁ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنا اور مومنین سے محبت رکھنا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ [التوبة : ۷۱]

''مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار) دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا، بے شک اللہ غلبے والا حکمت والا ہے۔''

❁ ہر کام میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کو مکمل طور پر تسلیم کرنا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [النساء : ۶۵]

''قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ (ﷺ) کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔''

❁ ہر چیز پر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور رضا کو ترجیح دینا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [النور : ۵۱]

''ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر

دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔"

ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴾ [التوبة : ٦٢]

"(منافقین) محض تمہیں خوش کرنے کے لیے تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جاتے ہیں حالانکہ اگر یہ ایمان والے ہوتے تو اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق تھے کہ انہیں راضی کیا جائے۔"

اختلاف ونزاع کے وقت ہر بات اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹانا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ [النساء : ٥٩]

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام بہت ہی اچھا ہے۔"

نماز میں خشوع اختیار کرنا، لغو کاموں سے بچنا، زکوٰۃ ادا کرنا وغیرہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ۝ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾ [المومنون : ١-١١]

"یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے، یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں۔ جو اس کے سوا کچھ اور چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ (ایمان والے وہ ہیں) جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ یہی وارث ہیں۔ جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

❁ غریبوں پر خرچ کرنا، عہد کی پاسداری کرنا اور سختی میں صبر کرنا وغیرہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ والضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾ [البقرة : ١٧٧]

''ساری اچھائی مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو، جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابتداروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دے، غلاموں کو آزاد کرے، نماز کی پابندی کرے، زکوٰۃ ادا کرے، جب وعدہ کرے تو اسے پورا کرے، تنگدستی، دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرے، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔''

❁ توبہ و استغفار کرنا، عبادت کرنا اور حدودِ الٰہی کی پابندی کرنا وغیرہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدونَ الآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [التوبة : ١١٢]

''وہ ایسے لوگ ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے (یا راہِ حق میں سفر کرنے والے)، رکوع اور سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی تعلیم دینے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے ہیں اور ایسے ایمان والوں کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔''

❁ حدودِ الٰہی کے نفاذ میں نرمی کا مظاہرہ نہ کرنا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ﴾ [النور : ٢]

''زناکار مرد و عورت میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہ کھانا چاہیے، اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو۔''

❁ اللہ تعالیٰ سے دین کی تائید و حمایت کا کیا ہوا وعدہ پورا کرنا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَى

نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴾ [الاحزاب : ٢٣]

''مومنوں میں (ایسے) لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اسے سچا کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقعہ کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

❁ دوسرے مسلمانوں کو اپنا بھائی سمجھنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ [الحجرات : ١٠]

''(یاد رکھو!) سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

❁ کبیرہ گناہوں سے بچنا اور اللہ کے عذاب سے ہمیشہ خائف رہنا وغیرہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا o وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا o وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا .... مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴾ [الفرقان: ٦٣- ٧٦]

''رحمٰن کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔ اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں۔ اور جو یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے دوزخ کا عذاب پھیر دے کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔ بے شک وہ ٹھہرنے اور رہنے کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے۔ اور جو خرچ کرتے وقت نہ تو اسراف کرتے ہیں اور نہ ہی بخیلی، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل طریقے پر خرچ کرتے ہیں۔ اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ سوائے حق کے قتل نہیں کرتے، نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا...... اور وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔ اور جب انہیں ان کے رب کے کلام کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ اندھے بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے۔ اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند و بالا خانے دیئے جائیں گے جہاں انہیں دعا

سلام پہنچایا جائے گا۔ یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے۔"

حدیثِ نبوی میں مذکور صفات

❀ نبی کریم ﷺ سے کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر محبت کرنا:

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ﴾ "کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" (۱)

❀ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرنا جو اپنی ذات کے لیے پسند ہے:

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ ﴾ "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔" (۲)

❀ ہمیشہ ابتلاء و آزمائش کا شکار رہنا:

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَا يَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِيْ نَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَمَالِهِ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ ﴾ "مومن مرد اور مومن عورت ہمیشہ اپنی جان، اولاد اور مال میں آزمائش کا شکار رہتے ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملتے ہیں اور ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا (کیونکہ آزمائش ان کے گناہ مٹا دیتی ہے)۔" (۳)

☐ احادیث میں موجود اہل ایمان کی مزید صفات کے لیے آئندہ باب "ایمان کے شعبوں کا بیان" کے تحت عنوان "محاسنِ اخلاق" ملاحظہ فرمائیے۔

صحابہ کرام اور ائمہ سلف کے چند اقوال

(1) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایمان والے شخص میں ہر قسم کی خصلت پائی جا سکتی ہے مگر خیانت اور جھوٹ نہیں پایا جا سکتا۔" (٤)

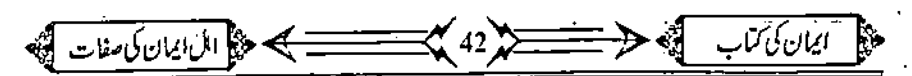
---

(۱) [بخاری (١٥) کتاب الایمان : باب حب الرسول من الایمان ، مسلم (٤٤) کتاب الایمان : باب وجوب محبة رسول الله أكثر من الأهل والولد والوالد]

(۲) [بخاری (١٣) کتاب الایمان : باب من الایمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه ، مسلم (٤٥)]

(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٥٨١٥) السلسلة الصحیحة (٢٢٨٠) صحیح الترغیب (٣٤١٤) ترمذی (٢٣٩٩) کتاب الزهد : باب ما جاء فی الصبر علی البلاء]

(٤) [کتاب الایمان لابن أبی شیبة (٨٠)]



(2) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ" ایمان والا شخص چار حالتوں میں رہتا ہے۔ اگر اسے آزمائش پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے، اگر اسے کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے، اگر بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے اور اگر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو عدل وانصاف سے کام لیتا ہے۔"(۱)

(3) حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ" مومن آدمی میں رجاء وخوف دونوں چیزیں موجود رہتی ہیں۔"(۲)

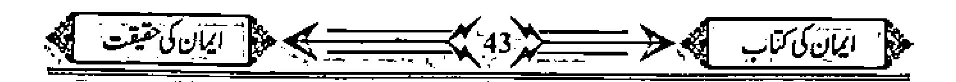
(4) قاضی فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ" مومن آدمی باتیں کم اور کام زیادہ کرتا ہے جبکہ منافق باتیں زیادہ اور کام کم کرتا ہے۔"(۳)

(5) امام مالک بن دینارؒ نے فرمایا ہے کہ" مومن کی مثال اس موتی کی طرح ہے جو جہاں بھی ہو اس کا حسن اس کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔"(٤)

(6) شفیق بن ابراہیم بلخیؒ نے فرمایا ہے کہ" مومن اور منافق دونوں دو، دو خصلتوں میں مشغول رہتے ہیں۔ مومن غور وفکر اور عبرت حاصل کرنے میں اور منافق حرص ولالچ اور لمبی امید میں۔"(٥)

---

(۱) [حلية الأولياء لأبی نعيم الاصفهانی (۲۵۵/۱)]
(۲) [كتاب الزهد للامام احمد بن حنبل (۲۳۸/۲)]
(۳) [حلية الأولياء لأبی نعيم الاصفهانی (۹۸/۸)]
(٤) [حلية الأولياء لأبی نعيم الاصفهانی (۳۷۷/۲)]
(٥) [حلية الأولياء لأبی نعيم الاصفهانی (۷۱/۸)]



باب حقیقۃ الایمان ایمان کی حقیقت کا بیان

فصل اول:



دینی اصطلاحات کی بنیاد اور لغت و شرع کا باہمی تعلق

کتاب و سنت کی زبان عربی ہے لہٰذا دین سیکھنے کے لیے عربی زبان کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ عربی زبان میں ہر لفظ کا ایک مادہ اور بنیادی مفہوم ہوتا ہے لیکن جب کوئی لفظ اصطلاح کی صورت اختیار کر جائے تو پھر اصل حجت لغت نہیں بلکہ دینی اصطلاح ہوتی ہے اور اس کا مفہوم صرف قرآن و حدیث سے ہی متعین ہوتا ہے۔ جیسے لفظ ' صیام ' ہے اس کا لغوی معنی ہے رُک جانا۔ لیکن کب رکنا ہے؟ کس وقت سے کس وقت تک رکنا ہے؟ کس چیز سے رکنا ہے؟ یہ تمام مفاہیم قرآن و حدیث سے ہی متعین ہوں گے۔ اسی طرح لفظ ' صلاۃ ' ہے، اس کا لغوی معنی ہے آگ تاپنا اور کسی چیز کی طرف اقدام کرنا۔ اب اسی مفہوم کو سامنے رکھ کر صلاۃ کا معنی نہیں نکالا جا سکتا، لہٰذا صلاۃ کا مفہوم وہی ہو گا جو کتاب و سنت نے بیان کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ دینی اصطلاحات میں اصل بنیاد لغت نہیں بلکہ شرع ہے۔

لیکن ایسا بھی نہیں کہ ان دینی اصطلاحات کا لغت سے کوئی تعلق ہی نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں شرعی مفہوم کا لغوی مفہوم کے ساتھ ربط و تعلق ضرور قائم رہتا ہے جیسے لفظ صلاۃ کا ایک لغوی معنی پیچھے یہ بیان کیا گیا ہے کہ " کسی چیز کی طرف اقدام کرنا " تو یہ معنی ابتدائے نماز میں پڑھی جانے والی اس دعا میں نظر آتا ہے ﴿ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴾ " میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور میں بالکل یکسو ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ "(۱)
اسی طرح صلاۃ کا دوسرا لغوی معنی آگ تاپنا ذکر الٰہی کے ذریعے اپنی روح کو گرم کرنے میں موجود ہے۔ گویا یہ تمام معانی لفظ کی روح میں شامل ہیں۔ چنانچہ ایسا نہیں ہے کہ لغوی معنی کی بنیاد شرعی معنی میں بالکل ہی مفقود ہو بلکہ دینی اصطلاحات کی باطنی روح تو لغوی اصل سے ہی اجاگر ہوتی ہے۔ البتہ یہ بات طے ہے کہ لغوی معنی کو شرعی معنی پر

(۱) [مسلم (۷۷۱) کتاب صلاۃ المسافرین : باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ، ابو داود (۷٦۰) کتاب الصلاۃ : باب ما یستفتح بہ الصلاۃ من الدعاء]

ترجیح حاصل نہیں بلکہ ترجیح کتاب وسنت کے بیان کردہ معنی کو ہی ہوگی۔(۱)

ایمان کا لغوی مفہوم

لغوی اعتبار سے ایمان کے دو معنی ہیں:

1- ((الأمن)) یعنی امن وامان اور طمانیت عطا کرنا۔ یہ خوف کی ضد ہے۔ اور آمَنْتُهُ (یعنی میں نے اسے امن دیا) أَخَفْتُهُ (یعنی میں نے اسے ڈرایا) کی ضد ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ وَ آمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴾ [قریش : ٤] ''اور اس نے انہیں خوف میں امن عطا کر دیا'' اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَ إِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ﴾ [النساء : ۸۳] ''اور جب ان (منافقوں) کے پاس کوئی امن یا خوف کی خبر آتی ہے تو اسے پھیلانے لگتے ہیں۔'' ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ لفظ امن خوف کی ضد ہے اور مشہور مقولہ ہے کہ ((تُعْرَفُ الْأَشْيَاءُ بِأَضْدَادِهَا)) ''اشیاء کی پہچان ان کی اضداد کے ذریعے ہی ہوتی ہے۔'' اسْتَأْمَنَ إِلَيْهِ یعنی وہ اس کی امان میں داخل ہو گیا۔ الْأَمَنَةُ اور الْأَمَانَةُ ضد ہے خیانت کی۔ لفظ امن سے اسم فاعل آمِنٌ ہے یعنی جو خود امن میں ہو اور اسم مفعول مَأْمُوْنٌ ہے یعنی جس سے کوئی اندیشہ نہ ہو یا جس سے امن حاصل کر لیا گیا ہو۔ قرآن نے یہ لفظ یوں استعمال فرمایا ہے ﴿ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُوْنٍ ﴾ [المعارج : ۸۳] ''یقیناً ان کے رب کا عذاب ایسی چیز نہیں جس سے بے خوف ہوا جا سکے۔'' امن سے اسم ظرف مَأْمَنٌ ہے یعنی امن کی جگہ۔ قرآن میں ہے کہ ﴿ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ﴾ [التوبة : ٦] ''(جب تمہاری پناہ میں آنے والا مشرک اللہ کا کلام سن لے تو) پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔'' اسی سے لفظ اَمِیْنٌ ہے یعنی جو خود امن میں ہو اور جس سے لوگ امن میں ہوں، اس لفظ میں اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں کا مفہوم ہی شامل ہیں۔ لفظ امن سے اگر باب افعال بنایا جائے تو مصدر بنے گا الْإِيْمَانُ یعنی کسی کو امن دینا۔ اس باب سے اسم فاعل کا صیغہ بنتا ہے مُؤْمِنٌ یعنی امن دینے والا اور اللہ تعالیٰ کا نام (الْمُؤْمِنُ) بھی قرآن کریم میں اسی معنی میں ذکر ہوا ہے کیونکہ اس نے اپنے بندوں کو اس بات سے امن عطا کر دیا ہے کہ وہ ان پر ظلم کرے۔ معلوم ہوا کہ ایمان کا ایک بنیادی معنی امن ہے یعنی امن اسی کے لیے ہے جو اہل ایمان ہے۔ قرآن نے اس مفہوم کو یوں واضح کیا ہے ﴿ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ [الانعام : ۸۲] ''حقیقت میں امن انہی کے لیے اور اور راہِ راست پر بھی وہی ہیں جو اہل ایمان ہیں اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔''

2- ((التصديق)) یعنی ایمان کا دوسرا بنیادی معنی تصدیق ہے۔ تصدیق ضد ہے تکذیب کی۔ اور جب بندہ کہتا

---

(۱) [ماخوذ از "حقیقت ایمان" مرتب : شبیر بن نور (ص: ۲۵-۲٦)]

ہے کہ آمَنْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا (یعنی میں اللہ کے رب ہونے پر ایمان لایا) تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں نے اس بات کی تصدیق کی۔ اور مومن وہ ہوتا ہے جو اپنے اندر بھی تصدیق کو اسی طرح چھپائے ہوئے ہو جیسے اسے ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ ﴾ [البقرة: ۱۳۶] ''کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے۔'' دوسرے مقام پر فرمایا ﴿ أَفَتَطْمَعُوْنَ أَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ ﴾ [البقرة: ۷۵] ''(مسلمانو!) کیا تمہاری خواہش ہے کہ یہ لوگ بھی ایماندار بن جائیں۔'' اور تصدیق میں امن وامان کا مفہوم بھی شامل ہوتا ہے، یہی باعث ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ ﴿ وَ مَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِيْنَ ﴾ [يوسف: ۱۷] ''یعنی تم ہماری بات کی تصدیق نہیں کرو گے، نہ اس پر یقین کرو گے اور نہ ہی اس پر مطمئن ہو گے گو ہم سچے ہی ہوں۔'' کسی بھی خبر دینے والے کا جواب دو ہی صورتوں میں دیا جاتا ہے، تصدیق یا تردید۔ تصدیق کر دی جائے تو امن رہتا ہے اور جھگڑا نہیں ہوتا اور اگر تردید کر دی جائے تو فوراً جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ تصدیق میں امن کا معنی بھی شامل ہے۔ لہٰذا ایمان نام ہے تصدیق کا جس میں امن کا مفہوم بھی شامل ہے اور تصدیق ہوگی نبی کی اور نبی کی لائی ہوئی تعلیمات کی۔(۱) یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ ''لغوی اعتبار سے ایمان نام ہے صرف تصدیق کا اور شرعاً ایمان یہ ہے کہ رسول اپنے پروردگار کی طرف سے جو کچھ بھی لائے اس کی تصدیق کی جائے۔''(۲)

واضح رہے کہ رسول اور نبی کی لائی ہوئی تعلیمات میں مختلف اُمور شامل ہوتے ہیں مثلاً غیبی اُمور (یعنی اللہ پر ایمان، فرشتوں پر ایمان اور آخرت پر ایمان وغیرہ)، حلال وحرام کے احکام اور سابقہ امتوں کے قصص واخبار وغیرہ۔ آدم علیہ السلام سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی پیغمبر آئے ان کی تعلیمات میں بلحاظِ علاقہ وزمانہ احکام تو مختلف ہوتے رہے ہیں (مثلاً نماز اور روزہ کی صورتیں تبدیل ہوتی رہی ہیں) مگر ایمانیات (یعنی ایمان باللہ وغیرہ) میں ابتدائے آفرینش سے آج تک ذرہ بھر بھی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ ایمانیات کا تعلق اُمورِ غیبیہ سے ہے اور غیبی اُمور کے متعلق تمام انبیاء ایک ہی دعوت لے کر مبعوث ہوئے تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الانبياء: ۲۵] ''(اے پیغمبر!) آپ

---

(۱) [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تهذيب اللغة للأزهري (۵۱۳/۱۵) الصحاح للجوهري (۲۰۷۱/۵) القاموس المحيط للفيروزآبادي (ص: ۱۵۱۸) لسان العرب لابن منظور (۲۱/۱۳۔۲۷) مختار الصحاح للرازي (ص: ۱۸) مفردات القرآن للأصفهاني (ص: ۹۰) النهاية في غريب الحديث (۶۹/۱) حقیقت ایمان (ص: ۳۳۔۳۴)]

(۲) [فتح الباري (۶۰/۱)]

سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں لہٰذا تم میری ہی عبادت کرو۔" اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ [النحل : ٣٦] "اور یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (تا کہ وہ یہ دعوت پیش کرے) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔"

(شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ) انہوں نے ایمان کے لغوی معنی میں دوسری رائے اختیار کی ہے اور ان کی رائے بھی نہایت درست اور موافق ہوتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ لغوی طور پر ایمان کے معنی کے لیے لفظِ اقرار تصدیق سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہ لفظ ایمان کے شرعی معنی کو اس کے غیر سے ممتاز کرنے میں زیادہ واضح ہے۔(۱) دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ یہ تو معلوم ہے کہ ایمان سے مراد اقرار ہے اور اقرار میں دل کا قول یعنی تصدیق بھی شامل ہی ہوتی ہے۔(۲) ایک اور مقام پر ان حضرات کی تردید کرتے ہوئے جو ایمان اور تصدیق کو مترادف قرار دیتے ہیں' فرماتے ہیں کہ لفظِ ایمان تصدیق کا مترادف نہیں کیونکہ ہر خبر دینے والے کے لیے یا تو ہم تصدیق کا لفظ استعمال کرتے ہیں یا تکذیب کا جبکہ کبھی بھی ہم اسے یہ نہیں کہتے ہم تمہاری بات پر ایمان لائے۔ یاد رکھو! تصدیق کی ضد تکذیب ہے اور ایمان کی کفر۔ تو ایمان اور تصدیق مترادف کیسے ہو سکتے ہیں۔(۳)

(شیخ محمد بن صالح عثیمینؒ) انہوں نے بھی اسی (ابن تیمیہؒ کی) رائے کی تائید کی ہے اور فرمایا ہے کہ اگر ہم لفظِ ایمان کی تفسیر لفظِ اقرار کے ساتھ کریں تو یہ زیادہ مناسب ہے۔ لہٰذا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایمان کا معنی اقرار ہے اور اقرار ایسا کہ جس میں تصدیق بھی شامل ہے۔(۴)

(عبداللہ بن عبدالحمید الاثری) فی الواقع ایسا ہے کہ حقائق کی پہچان بعض اوقات شرع کے ذریعے ہوتی ہے، بعض اوقات لغت کے ذریعے اور بعض اوقات عرف کے ذریعے اور شرعی تعریف کبھی لغت کے موافق ہوتی ہے اور کبھی مخالف، لیکن راجح و معتبر معنی شرعی ہی ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسی کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا لفظِ ایمان کے متعلق یہ جان لینا چاہیے کہ ائمہ سلف کے صحیح و مشہور قول کے مطابق تصدیق ایمان کے شرعی معنی کا ایک جز ہے اور اسی پر کتاب و سنت کی نصوص دلالت کرتی ہیں۔ پس ایمان کا مختار لغوی معنی یہ ہوا کہ ایمان قلبی اقرار کا نام ہے اور اس اقرار میں دل کا اعتقاد یعنی "تصدیق" اور دل کا عمل یعنی "اوامر کے آگے جھک جانا"

---

(۱) [مجموع الفتاوی (۲۹۱/۷)]

(۲) [مجموع الفتاوی (۲۹۱/۷)]

(۳) [مجموع الفتاوی / أيضا]

(٤) [شرح العقيدة الواسطية (۲۲۹/۲)]

بھی شامل ہے۔(۱)

ایمان کا اصطلاحی مفہوم

ائمہ اہل السنہ والجماعہ اور سلف صالحین کے نزدیک ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی ربوبیت والوہیت اور اس کے اسماء وصفات کی پختہ تصدیق، کامل اقرار اور پورا اعتراف کیا جائے، اسی اکیلے کو عبادت کا مستحق سمجھا جائے، اس بات پر دل مکمل طور پر مطمئن ہو اور اس کا اثر انسان پر یوں ظاہر ہو کہ وہ اللہ کے حکموں پر عمل کرے اور اللہ کے منع کردہ کاموں سے بچے۔ ایمان میں یہ چیز بھی بدرجہ اتم شامل ہے کہ محمد ﷺ کو اللہ کا رسول اور خاتم النبیین سمجھا جائے، آپ ﷺ نے جو بھی دین اسلام، امور غیبیہ اور احکام شرعیہ وغیرہ کے متعلق اللہ کی طرف سے تعلیمات بیان کی ہیں انہیں من وعن قبول کیا جائے، آپ ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت واتباع کے لیے جھکا جائے اور آپ ﷺ کے منع کردہ ہر کام سے بچا جائے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایمان تمام ظاہری وباطنی طاعات کا نام ہے۔ باطنی اطاعت جیسے اعمال قلب یعنی دل کی تصدیق اور اقرار، ظاہری جیسے بدن کے تمام افعال خواہ واجبات ہوں یا مستحبات۔ بالفاظ دیگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایمان میں قول کے ساتھ ساتھ اعضاء کا عمل بھی شامل ہے، یہ ایمان کا لازمی جز ہے اور اس کے بغیر ایمان کفایت نہیں کرتا۔ لہٰذا ائمہ سلف اور اہل السنہ والجماعہ کے نزدیک ایمان میں متفقہ طور پر تین امور شامل ہیں:

(1) دل کا اعتقاد (2) زبان کا اقرار (3) اعضاء کا عمل

دوسرے لفظوں میں ان کے نزدیک ایمان ''دل اور زبان کے قول اور دل اور اعضاء کے عمل'' سے عبارت ہے۔ جو بھی ان تمام امور کو اپنائے گا اسی کا ایمان کامل ہوگا۔(۲)

معلوم ہوا کہ اصطلاح شرع میں ایمان ''دل کے اعتقاد، زبان کے اقرار اور اعضاء کے عمل کا نام ہے''۔ اس کے متعلق بالتفصیل علماء کے اقوال آئندہ فصل ''ایمان قول وعمل کا نام ہے'' کے تحت ملاحظہ فرمایئے۔

ایمان اور اسلام میں فرق

ایمان کا لغوی واصطلاحی مفہوم تو بالتفصیل پیچھے گزر چکا ہے، البتہ اسلام کا لغوی معنی ہے ''مطیع ہو جانا، جھک جانا، فروتنی کرنا اور تابعدار ہو جانا''۔ شرعاً اسلام کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ ''عقیدۂ توحید اپنا کر اور

(۱) [مزید دیکھئے: الایمان حقیقته، خوارمه، نواقضه عند أهل السنة والجماعة (ص: ۱۰) کتاب اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنة (۱/ ۳۴۰)]

(۲) [ملخص از، الایمان حقیقته، خوارمه، نواقضه عند أهل السنة والجماعة (ص: ۱۱-۱۴) کتاب اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنة (۱/ ۳۴۰)]

شرک سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو جانا، اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کے لیے جھک جانا اور اللہ کے دشمنوں یعنی مشرکوں سے عداوت رکھنا۔''(۱)

ایمان اور اسلام میں کوئی فرق ہے یا نہیں اس بارے میں ائمہ سلف کے مابین اختلاف ہے اور اس سلسلے میں دو ہی بڑی آراء ہیں:

❶ کچھ اہل علم کا کہنا ہے کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہے اور وہ یہ کہ اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے اور ایمان اعتقادات اور باطنی اعمال کا نام ہے۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ﴾ [الحجرات : ١٤]

''دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لائے۔ آپ کہہ دیجیے کہ درحقیقت تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یوں کہو کہ ہم اسلام لائے (یعنی مخالفت چھوڑ کر مطیع ہو گئے) حالانکہ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ...... أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴾ [الاحزاب : ٣٥]

''بلاشبہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں...... اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

(3) حدیث جبریل میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور چند سوالات کیے۔ انہوں نے اسلام اور ایمان کے متعلق بھی دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے اسلام کے متعلق فرمایا:

﴿ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ تُقِيْمَ الصَّلَاةَ وَ تُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَ تَصُوْمَ رَمَضَانَ وَ تَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ﴾

''(اسلام یہ ہے کہ) تم شہادت دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور تم نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر طاقت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔''

پھر آپ ﷺ نے ایمان کے متعلق فرمایا:

---

(۱) [دیکھئے: اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنہ (ص: ٣٤٧)]

﴿ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلَائِكَتِهِ وَ كُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَ شَرِّهِ ﴾

''(ایمان یہ ہے کہ) تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی (نازل کردہ) کتابوں پر، اس کے پیغمبروں پر، یوم آخرت پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔'' (۱)

(4) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ ؟ قَالَ : تُطْعِمُ الطَّعَامَ ، وَ تَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَ مَنْ لَمْ تَعْرِفْ ﴾

''ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا'' کہ تو (لوگوں کو) کھانا کھلائے اور جسے تو جانتا ہے اور جسے نہیں جانتا (سب کو) سلام کہے۔'' (۲)

❷ کچھ حضرات نے یہ موقف اپنایا ہے کہ اسلام اور ایمان میں کوئی فرق نہیں۔ انہوں نے اُن آیات واحادیث کو پیش نظر رکھا ہے جن میں اسلام اور ایمان دونوں ایک معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ چند دلائل ملاحظہ فرمایئے:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ ﴾ [آل عمران : ۱۹]

''بلاشبہ اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔''

(2) ایک اور جگہ فرمایا کہ

﴿ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدة : ۳]

''اور میں نے تمہارے لیے بطور دین اسلام کو پسند کیا ہے۔''

(3) سورۂ آل عمران میں ہے کہ

﴿ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ﴾ [آل عمران : ۸۵]

''اور جو بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔''

---

(۱) [مسلم (۸) كتاب الايمان : باب بيان الايمان والاسلام والاحسان ، بخارى (۵۰) كتاب الايمان : باب سؤال جبريل النبى ﷺ عن الايمان والاسلام والاحسان ، ابوداود (۴۶۹۵) كتاب السنة : باب فى القدر ، ترمذى (۲۶۱۰) كتاب الايمان : باب ما جاء فى وصف جبريل للنبى الايمان والاسلام ، مسند احمد (۱۸۴) ابن حبان (۱۶۸) ابن منده (۱۲) ابن أبى شيبة (۴۴/۱۱) ابن خزيمة (۲۵۰۴)]

(۲) [بخارى (۱۲) كتاب الايمان : باب اطعام الطعام من الاسلام ، مسلم (۳۹) كتاب الايمان : باب بيان تفاضل الاسلام وأى أموره أفضل ، مسند احمد (۶۵۹۲) ابن حبان (۵۰۵) نسائى (۵۰۱۵) شرح السنة للبغوى (۳۳۰۲) ابو نعيم فى الحلية (۲۸۷/۱)]

مذکورہ بالا تینوں آیات میں اسلام کو دین قرار دیا گیا ہے اور دین میں ایمان بھی شامل ہے جیسا کہ حدیثِ جبریل میں اسلام کے ساتھ ایمان کا بھی ذکر ہے اور اس میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے جانے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا ''یہ جبرئیل علیہ السلام تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔'' معلوم ہوا اسلام اور ایمان ایک ہی چیز ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے بغیر بھی دین کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

(4) سورۂ ذاریات میں ہے کہ

﴿ فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ٥ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴾ [الذاریات : ۳۵۔۳۶]

''پس اس بستی میں جو بھی مومن تھا ہم نے اسے نکال لیا اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے پوری بستی میں ایک گھر کے سوا کوئی مسلم گھر نہ پایا۔''

(5) سورۃ المائدہ میں ہے کہ

﴿ وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ [المائدۃ : ٥]

''اور جو ایمان کا انکار کریں ان کے اعمال ضائع ہیں اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر عمل کا کوئی فائدہ نہیں۔

(6) سورۃ الحدید میں ہے کہ

﴿ آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَأَنفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ٥ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾ [الحدید : ۷۔۸]

''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں (دوسروں کا) جانشین بنایا ہے پس تم میں سے جو ایمان لائیں اور خیرات کریں انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا۔ تم اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے ؟ حالانکہ خود رسول تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے اور اگر تم مومن ہو تو وہ تم سے مضبوط عہد و پیمان بھی لے چکا ہے۔''

(7) سورۂ حجرات میں ایمان والے صرف ان کو کہا گیا ہے جو مال و جان کے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔ [الحجرات : ۱۵]

(8) سورہ مائدہ میں ان لوگوں کو ایمان والے کہا گیا ہے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور رکوع

کرتے ہیں۔[المائدۃ : ۵۵]

(9) سورۂ نمل میں ایمان والے اُن کو کہا گیا ہے جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔[النمل : ۳]

ان آیات میں اقامتِ صلاۃ اور ادائیگی زکوٰۃ وغیرہ کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے جبکہ پیچھے یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ ﷺ نے ان اعمال کو اسلام قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہے۔

(10) فرمانِ نبوی ہے کہ

''ایمان کی ستر یا (راوی کو شک ہے) ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل کلمہ (لا الہ الا اللہ) کہنا ہے اور سب سے کم تر راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔'' (۱)

(11) وفدِ عبدالقیس والی روایت میں آپ ﷺ نے اعمالِ اسلام کو ہی ایمان قرار دیا ہے۔ فرمایا:

''(ایمان یہ ہے) گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مالِ غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔'' (۲)

(راجح) ہمارے علم کے مطابق اس مسئلے میں زیادہ مناسب رائے وہ ہے جسے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اور ان کے ہم رائے حضرات نے اختیار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب ایمان اور اسلام کا اکٹھا ذکر ہو تو ان میں فرق ہوتا ہے یعنی اکٹھے ذکر کی صورت میں ایمان سے مراد اعتقادات اور باطنی اعمال اور اسلام سے مراد ظاہری اعمال ہوتے ہیں اور جب دونوں کا ذکر الگ الگ ہو تو پھر ہر ایک سے دونوں ہی مراد ہوتے ہیں یعنی جب اکیلے ایمان کا ذکر ہو تو اس میں اسلام بھی شامل ہوگا کیونکہ ظاہری اعمال کے بغیر ایمان کی کچھ حیثیت نہیں اور جب اکیلے اسلام کا ذکر ہو تو اس میں ایمان بھی شامل ہوگا کیونکہ ایمان کے بغیر عمل بے کار ہے۔ (۳) درحقیقت ایمان اور اسلام اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں جیسے درخت کا ظاہری حصہ اور اس کی جڑ یا بدن اور روح۔

امام ابن تیمیہؒ ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں کہ ایمان کی اصل دل میں ہے یعنی دل کا قول و عمل۔ اور اس سے مراد ہے تصدیق، محبت اور انقیاد کے ذریعے اقرار کرنا۔ اب جو چیز دل میں ہے ضروری ہے کہ اس کا اثر اعضاء پر بھی ظاہر ہو کیونکہ اگر اعضاء پر کوئی اثر ظاہر نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو دل میں کچھ نہیں یا اگر ہے تو بہت کمزور چیز ہے۔ بعینہٖ ظاہری اعمال دل میں موجود ایمان کی تصدیق، اس پر دلیل اور گواہ ہیں یعنی ایمان کے

---

(۱) [مسلم (۳۵) کتاب الایمان : باب بیان عدد شعب الإیمان وأفضلها وأدناها]

(۲) [بخاری (۵۳) کتاب الایمان : باب أداء الخمس من الإیمان ، نسائی (۵۰۳۱)]

(۳) [دیکھئے: مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۱۲/۷)]

مجموعے کا ایک حصہ ہیں لیکن اصل وہی ہے جو دل میں ہے البتہ اس کا اثر اعضاء پر ظاہر ضرور ہوتا ہے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ "دل بادشاہ ہے اور اعضاء اس کا لشکر ہیں، اگر دل صحیح ہے تو اس کا لشکر بھی صحیح ہے اور اگر دل خراب ہے تو اس کا لشکر بھی خراب ہے۔"(۱)

(ابن رجب حنبلیؒ) انہوں نے امام ابن تیمیہؒ کے موافق ہی رائے اختیار کی ہے۔(۲)

(شاطبیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۳)

(باقلانیؒ) یہ جاننا ضروری ہے کہ ہر ایمان اسلام بھی ہے لیکن ہر اسلام ایمان نہیں کیونکہ اسلام کا معنی ہے انقیاد (یعنی اطاعت وفرمانبرداری کے لیے اپنے آپ کو جھکالینا) اور ایمان کا معنی ہے تصدیق۔ اب یہ ناممکن ہے کہ تصدیق ہو اور انقیاد نہ ہو لیکن یہ ناممکن نہیں کہ انقیاد ہو اور تصدیق نہ ہو۔ ایمان اور اسلام کی باہمی نسبت کو ہم یوں سمجھ سکتے ہیں کہ ہر نبی تو صالح شخص ہوتا ہے لیکن ہر صالح شخص نبی نہیں ہوتا (اسی طرح ہر مومن شخص مسلمان بھی ہوتا ہے لیکن ہر مسلمان شخص مومن نہیں ہوتا)۔(٤)

(نواب صدیق حسن خانؒ) ایمان ایسی چیز ہے کہ بعض اوقات انسان ایمان سے تو خارج ہوتا ہے مگر اسلام میں داخل ہی ہوتا ہے اور اسلام ایسی چیز ہے کہ اگر انسان اس سے خارج ہو جائے تو صرف کفر میں ہی داخل ہوتا ہے (یعنی ایمان اعلیٰ درجہ ہے اور اسلام ادنیٰ اور جب کسی میں ادنیٰ درجہ بھی نہ ہو تو یقیناً اس میں دین کی رمق بھی باقی نہیں)۔(٥)

(محمد بن عبدالرحمٰن الخمیس) میری نظر میں راجح قول یہ ہے کہ ایمان اور اسلام جب الگ الگ ذکر ہوں تو دونوں کا مفہوم ایک ہی ہوتا ہے اور جب اکٹھے آئیں تو دونوں کے مفہوم میں فرق ہوتا ہے۔ یعنی جب دونوں اکٹھے ذکر ہوں تو اسلام سے مراد ہوں گے ظاہری اعمال اور ایمان سے مراد ہوں گے عقائد اور باطنی اعمال اور جب دونوں الگ الگ ذکر ہوں تو ہر ایک میں دونوں کا مفہوم شامل ہوگا۔(٦)

(عبداللہ بن عبدالحمید الاثری) انہوں نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔(۷)

---

(۱) [مجموع الفتاوى لابن تيمية (٦٤٤/٧)]

(۲) [جامع العلوم والحكم لابن رجب (٢١٠/١)]

(۳) [الموافقات للشاطبي ، بتحقيق مشهور حسن سلمان (٣٦٧/١)]

(٤) [الانصاف للباقلاني (١٩/١)]

(٥) [قطف الثمر في بيان عقيدة أهل الأثر (ص: ٨٩)]

(٦) [اعتقاد أهل السنة شرح أصحاب الحديث (ص: ٨٤)]

(۷) [الايمان حقيقته ، خوارمه ، نواقضه ، عند أهل السنة والجماعة (ص: ٤٤)]

(محمد بن عودہ السعوی) جب ایمان کو اسلام کے ساتھ ذکر کیا جائے گا تو اسلام سے مراد ظاہری عبادات ہوں گی مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ اور ایمان سے وہ چیز مراد ہو گی جو دل میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ، فرشتوں، نبیوں، الہامی کتابوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر یقین کامل۔ لیکن جب ایمان اور اسلام کو الگ الگ ذکر کیا جائے گا تو ہر ایک سے مکمل دین (یعنی قول وعمل اور باطنی وظاہری ہر عمل) مراد ہو گا۔(۱)

(عبداللہ بن محمد بن احمد القنائی) ۔ انہوں نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔(۲)

کتاب "اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنہ" میں بھی اسی رائے کو مختار قرار دیا گیا ہے۔(۳)

کیا ایمان میں استثناء درست ہے؟

عنوان کا مفہوم یہ ہے کہ جب انسان سے یہ پوچھا جائے کہ کیا تم مومن ہو؟ تو جواب میں کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں ان شاء اللہ مومن ہوں؟

اس میں اختلاف ہے اور تین قول ہیں۔ کچھ نے استثناء کو واجب اور کچھ نے حرام کہا ہے جبکہ کچھ نے کہا ہے کہ بعض احوال میں ایسا کہنا درست ہے۔ یہی قول زیادہ مناسب ہے۔

(شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ) انہوں نے اسی رائے کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔(۴)

(اہل السنہ والجماعہ، جمہور سلف وخلف) انہوں نے بھی یہی موقف اپنایا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب ایمان قول وعمل کا نام ہے اور اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے تو پھر مناسب یہی ہے کہ جب انسان کہے کہ میں مومن ہوں تو "ان شاء اللہ" بھی کہہ دے (یعنی مجھے امید ہے کہ میں مومن ہوں) کیونکہ کوئی بھی پختہ طور پر یہ بات نہیں کر سکتا کہ وہ کامل الایمان ہے اور اگر کوئی ایسی بات کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کا تزکیہ بیان کر رہا ہے (جس سے قرآن میں منع کیا گیا ہے)۔ واضح رہے کہ ایمان میں استثناء اللہ تعالیٰ سے شدت خوف اور تزکیۂ نفس کی نفی کی غرض سے درست قرار دیا گیا ہے، نہ کہ اس لیے کہ انسان اپنے اوپر واجب ایمان میں شک کرتے ہوئے ایسا کہے کیونکہ ایمان میں شک تو کفر ہے اور شک کرتے ہوئے ایمان میں استثناء کرنا جائز نہیں۔(۵)

(شیخ ابن عثیمینؒ) کسی نے دریافت کیا کہ انسان کے اس قول کا کیا حکم ہے کہ ان شاء اللہ میں مومن ہوں؟ تو شیخ

---

(۱) [رسالة فی أسس العقیدة (۱/۲٤)]

(۲) [حقیقة الایمان (ص: ۱۲)]

(۳) [اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنه (ص: ۳٤۷)]

(٤) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۷/۲۳٦)]

(٥) [ماخوذ از ، الایمان حقیقته ، خوارمه (ص: ٥٤)]

نے فرمایا کہ اس میں تفصیل ہے:

1- اگر تو ایمان کے وجود میں شک کرتے ہوئے ان شاء اللہ کہا جائے تو پھر حرام بلکہ کفر ہے کیونکہ ایمان پختہ چیز کا نام ہے اور شک اس کے منافی ہے۔

2- اور اگر تزکیۂ نفس سے خوف کھاتے ہوئے اور نفس کے لیے قولاً، عملاً اور اعتقاداً ثبوتِ ایمان کی گواہی دیتے ہوئے ان شاء اللہ کہا جائے تو پھر اس اندیشے سے بچنے کے لیے یہ واجب ہے۔

3- اور اگر ان شاء اللہ کہنے سے مقصود اللہ کی مشیت کے ذکر سے تبرک حاصل کرنا ہو یا اس وضاحت کے لیے ہو کہ دل میں جو ایمان موجود ہے وہ صرف اللہ کی مشیت کی وجہ سے ہی ہے تو پھر یہ جائز ہے۔(1)

ایمان میں جوازِ استثناء کے دلائل حسبِ ذیل ہیں:

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَىْءٍ إِنِّى فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ○ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ ﴾ [الكهف : ٢٣-٢٤]

''اور ہرگز ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا۔ مگر ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ لینا۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ لَقَدْ صَدَقَ ٱللَّهُ رَسُولَهُ ٱلرُّءْيَا بِٱلْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ ٱلْمَسْجِدَ ٱلْحَرَامَ إِن شَآءَ ٱللَّهُ ﴾

[الفتح : ٢٧]

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا کہ ان شاء اللہ تم یقیناً مسجد حرام میں داخل ہو گے۔''

(3) سورۂ نجم میں ارشاد ہے کہ

﴿ فَلَا تُزَكُّوٓا أَنفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ ٱتَّقَىٰٓ ﴾ [النجم : ٣٢]

''تم خود اپنی پاکیزگی بیان نہ کرو، وہی پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔''

(4) سورۂ مومنون میں ہے کہ

﴿ وَٱلَّذِينَ يُؤْتُونَ مَآ ءَاتَوا۟ وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَٰجِعُونَ ﴾ [المومنون : ٦٠]

''اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

(5) نبی کریم ﷺ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

---

(١) [مجموع فتاوى ورسائل ابن عثيمين (٥٩/٣)]

﴿...... وَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ ......﴾
''اور ان شاء اللہ ہم بھی تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔''(۱)

(6) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
﴿مَنْ شَهِدَ عَلٰى نَفْسِهٖ اَنَّهٗ مُؤْمِنٌ فَلْيَشْهَدْ اَنَّهٗ فِي الْجَنَّةِ﴾
''جو اپنے نفس پر یہ گواہی دے کہ وہ مومن ہے تو اسے چاہیے کہ یہ بھی گواہی دے کہ وہ جنت میں ہے۔''(۲)

(7) ایک آدمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کہا کہ میں مومن ہوں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم جنت میں جاؤ گے؟ تو اس نے کہا، مجھے امید ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جیسے تم نے دوسری مرتبہ معاملہ اللہ کے سپرد کیا ہے پہلی مرتبہ کیوں نہیں کیا؟(۳)

(احمد بن حنبلؒ) ایمان میں استثناء کے متعلق ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف جاؤ۔ مجھے تو یہ پسند ہے کہ میں ایمان میں استثناء کروں چنانچہ میں تو کہوں گا کہ ان شاء اللہ میں مومن ہوں۔(٤)

(ولید بن مسلمؒ) میں نے اوزاعیؒ، مالک بن انسؒ اور سعید بن عبد العزیزؒ کو سنا، وہ ایمان میں استثناء کی اجازت دیتے تھے یعنی یوں کہا جاسکتا ہے کہ ان شاء اللہ میں مومن ہوں۔(٥)

(یحیٰی بن سعید القطانؒ) میں نے اپنے جس ساتھی کو بھی پایا وہ استثناء کو درست قرار دیتا تھا۔(٦)

(بیہقیؒ) ہم نے استثناء کا جواز صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے۔(٧)

علاوہ ازیں منصور بن معتمر، مغیرہ بن مقسم، اعمش، لیث بن ابی سلیم، عمارہ بن قعقاع، ابن شبرمہ، علاء بن مسیب، اسماعیل بن ابی خالد، عطاء بن سائب، حمزہ بن حبیب الزیات، یزید بن ابی زیاد، سفیان ثوری، ابن مبارک (٨)،

---

(۱) [مسلم (۹۷۵) كتاب الجنائز: باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها' نسائی (٤/٩٤) ابن ماجة (١٥٤٧) كتاب الجنائز: باب ما جاء فيما يقال إذا دخل المقابر' ابن أبی شيبة (٤/١٣٨)]
(۲) [شرح اصول اعتقاد أهل السنة (١٠٤٨/٥) كتاب الايمان لابن ابی شيبة (ص: ٤٩)]
(۳) [كتاب الايمان للامام أبی عبيد القاسم (ص: ٢٠)]
(٤) [السنة للامام الخلال (٦٠٠/٣)]
(٥) [السنة لعبد الله الامام احمد (٣٤٧/١)]
(٦) [السنة للخلال (٥٩٥/٣)]
(٧) [شعب الايمان للبيهقی (٢١٢/١)]
(٨) [شرح أصول اعتقاد أهل السنة (١٠٥٠/٥)]

امام نخعی(۱)،سفیان بن عیینہ(۲)،امام آجری(۳) اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہم اللہ وغیرہ سب اسی کے قائل ہیں کہ ایمان میں استثناء درست ہے۔(٤)

(شیخ البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

کیا اسلام میں استثناء درست ہے؟

(جمہور اہل السنہ والجماعہ، ائمہ سلف) ایمان کی طرح اسلام میں استثناء (یعنی یوں کہنا کہ ان شاء اللہ میں مسلم ہوں) درست نہیں۔ایمان کے درجات ہیں،جس لحاظ سے لوگوں کے مختلف طبقے ہیں،کچھ محسن ہیں،کچھ مومن ہیں اور کچھ مسلم ہیں۔یعنی اسلام سب سے کم درجہ ہے اس کے بعد صرف کفر ہی باقی رہ جاتا ہے یعنی جو مسلم نہ ہو وہ کافر ہی ہوتا ہے۔البتہ جو مومن نہ ہو ممکن ہے کہ وہ مسلم ہو کیونکہ جو بھی کلمہ شہادتین پڑھ لیتا ہے وہ اسلام میں داخل اور کفر سے خارج ہو جاتا ہے،اس پر اسلام کے احکام ہی جاری ہوں گے۔(٦)

(ابن تیمیہؒ) اسی کے قائل ہیں کہ ایمان میں استثناء درست ہے جبکہ اسلام میں نہیں۔(٧)

استثناء کے بغیر خود کو مسلم کہنے کے جواز کے دلائل حسب ذیل ہیں:

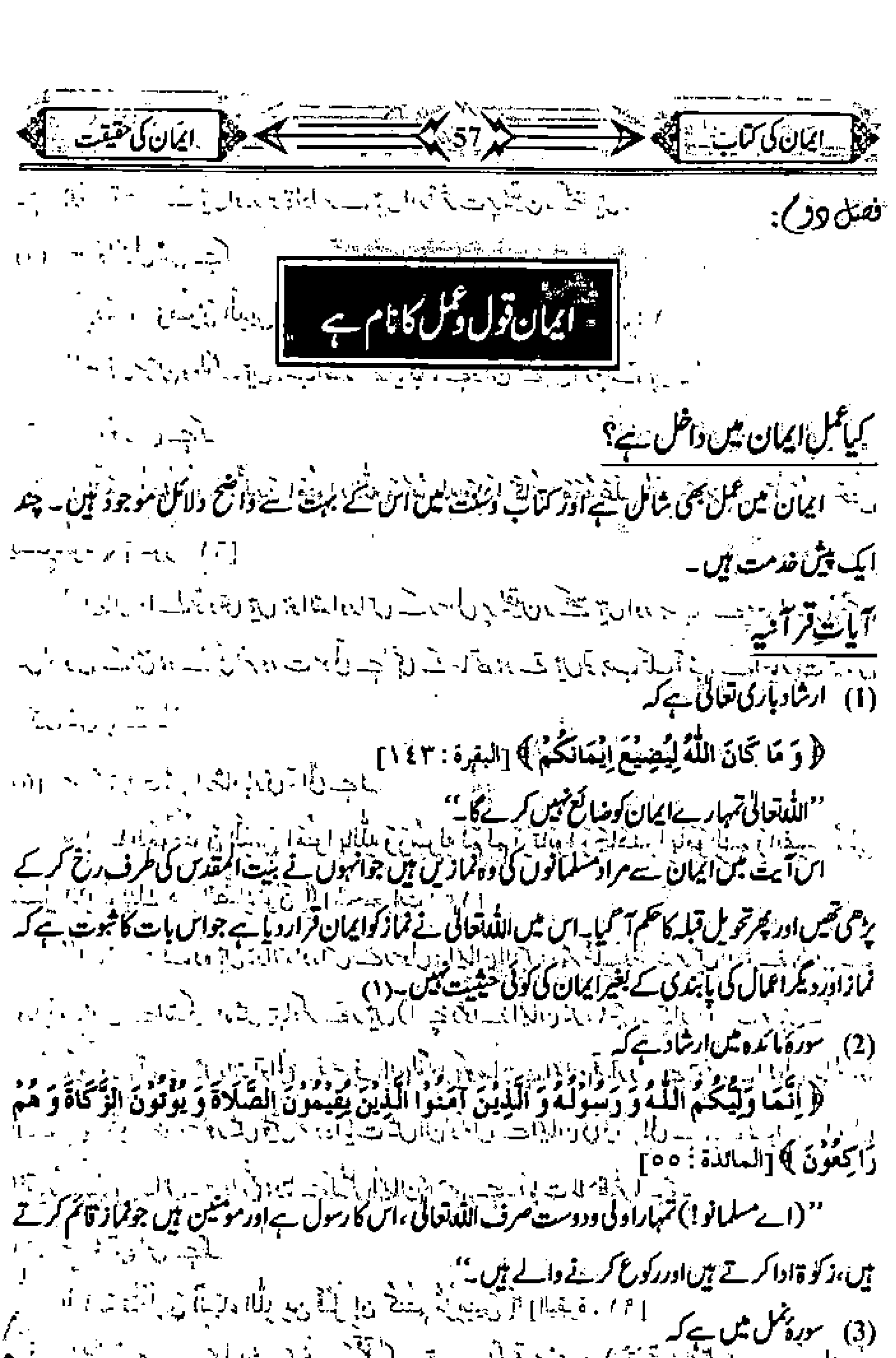
(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴾ [فصلت : ٣٣] ”اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ﴾ [الحجرات : ١٤] ”دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لائے۔آپ کہہ دیجئے کہ درحقیقت تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یوں کہو کہ ہم اسلام لائے (یعنی مخالفت چھوڑ کر مطیع ہو گئے) حالانکہ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا۔“

---

(١) [الابانة لابن بطة (٢/ ٨٨٠)]
(٢) [أيضا (٢/ ٨٨١)]
(٣) [الشريعة للآجري (٢/ ٦٥٦)]
(٤) [مجموع الفتاوى (٧/ ٤٤٦)]
(٥) [حقيقة الايمان عند الشيخ الألباني (ص: ٩)]
(٦) [ماخوذ از : الايمان حقيقته خوارمه (ص: ٥٨)]
(٧) [دیکھئے: مجموع الفتاوى (٧/ ٢٥٣)]

فصل دوم:



ایمان قول وعمل کا نام ہے

کیا عمل ایمان میں داخل ہے؟

ایمان میں عمل بھی شامل ہے اور کتاب وسنت میں اس کے بہت سے واضح دلائل موجود ہیں۔ چند ایک پیش خدمت ہیں۔

آیاتِ قرآنیہ

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ﴾ [البقرة: ١٤٣]

''اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرے گا۔''

اس آیت میں ایمان سے مراد مسلمانوں کی وہ نمازیں ہیں جو انہوں نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی تھیں اور پھر تحویل قبلہ کا حکم آ گیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے نماز کو ایمان قرار دیا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ نماز اور دیگر اعمال کی پابندی کے بغیر ایمان کی کوئی حیثیت نہیں۔(1)

(2) سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے کہ

﴿ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَ هُمْ رَاكِعُونَ ﴾ [المائدة: ٥٥]

''(اے مسلمانو!) تمہارا ولی ودوست صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول ہے اور مومنین ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ ادا کرتے ہیں اور رکوع کرنے والے ہیں۔''

(3) سورۂ نمل میں ہے کہ

﴿ طٰسٓ تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَ كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝ هُدًى وَّ بُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴾ [النمل: ١-٣]

''طٰس، یہ آیتیں ہیں قرآن کی (یعنی واضح) اور روشن کتاب کی۔ ہدایت اور خوشخبری ایمان والوں کے لیے

(1) [دیکھئے: تفسیر أحسن البیان (ص: ٥٨)]

ہے۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔"

(4) سورۂ انفال میں ہے کہ

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ ﴾ [الانفال : ٢]

"صرف مومن وہ لوگ ہیں جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔"

(5) سورۂ نور میں ہے کہ

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ﴾ [النور : ٦٢]

"ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین رکھتے ہیں اور جب ایسے معاملہ میں جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہوتی ہے' نبی کے ساتھ ہوتے ہیں تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں کہیں نہیں جاتے۔"

(6) سورۂ حجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴾ [الحجرات : ١٥]

"ایماندار صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں، پھر شک وشبہ نہ کریں اور اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں (اپنے دعوائے ایمان میں) یہی سچے اور راست گو ہیں۔"

مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے صرف ان لوگوں کو صاحب ایمان قرار دیا ہے جو مختلف اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں۔ جبکہ آئندہ سطور میں پیش کردہ آیات میں ان لوگوں سے ایمان کی نفی فرمائی ہے جو خلاف ایمان اعمال اختیار کرتے ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ عمل ایمان کا حصہ ہے۔ آیات ملاحظہ فرمائیے۔

(7) سورۂ بقرہ میں ہے کہ

﴿ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾ [البقرة : ٩١]

"پس تم اس سے پہلے اللہ کے نبیوں کو قتل کرتے رہے اگر تم مومن ہو (یعنی تمہارا عمل تمہارے ایمان کی نفی کر رہا ہے۔"

(8) سورۂ توبہ میں ہے کہ

﴿ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللّٰهُ

عَلِیمٌ بِالْمُتَّقِینَ ○ إِنَّمَا یَسْتَأْذِنُکَ الَّذِینَ لَا یُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِی رَیْبِهِمْ یَتَرَدَّدُونَ ﴾ [التوبة : ٤٤-٤٥]

''اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ویقین رکھنے والے تو مالی اور جانی جہاد سے رُک رہنے کی کبھی بھی تجھ سے اجازت طلب نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ یہ اجازت تو تجھ سے وہی طلب کرتے ہیں جنہیں نہ اللہ پر ایمان ہے نہ آخرت کے دن کا یقین ہے، جن کے دل میں شک پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شک میں ہی سرگرداں ہیں۔''

(9) سورۂ مجادلہ میں ہے کہ:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ یُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ﴾ [المجادلة : ٢٢]

''اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے۔''

(10) ﴿ وَلَوْ کَانُوا یُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِیِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِیَاءَ وَلَـٰكِنَّ کَثِیرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴾ [المائدة : ٨١]

''اگر انہیں اللہ پر اور نبی پر اور جو نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قتلِ انبیاء، جہاد سے فرار اور کفار سے دوستی کو ایمان کے منافی اعمال قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک اعمال کی اصلاح نہ ہو جائے ایمان کی تکمیل ممکن نہیں، بالفاظ دیگر عمل ایمان کا جزو لاینفک اور لازمی حصہ ہے۔

احادیث نبویہ

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ وفد عبدالقیس آیا تو آپ ﷺ نے انہیں اکیلے اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا اور ان سے فرمایا:

﴿ أَتَدْرُونَ مَا الْإِیمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ، قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ وَ إِقَامُ الصَّلَاةِ وَ إِیتَاءُ الزَّکَاةِ وَ صِیَامُ رَمَضَانَ وَ أَنْ تُعْطُوا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ ﴾

''کیا تم جانتے ہو کہ اکیلے اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا (وہ یہ ہے کہ) گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے

رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔''(۱)

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے نماز اور روزہ وغیرہ جیسے اعمال کو ایمان قرار دیا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عمل ایمان کا حصہ ہے۔

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَ سَبْعُوْنَ أَوْ بِضْعٌ وَ سِتُّوْنَ شُعْبَةً ، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَ الْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ ﴾

''ایمان کی ستر یا (راوی کو شک ہے) ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل کلمہ (لا الہ الا اللہ) کہنا ہے اور سب سے کم تر راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔''(۲)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عمل ایمان کا حصہ ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ نے مختلف اعمال کو خود ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ ، وَ لَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ ﴾

''زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔''(۳)

(4) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَ وَلَدِهِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ﴾

---

(۱) [بخاری (۵۳) كتاب الایمان : باب أداء الخمس من الايمان ، نسائی (۵۰۳۱) كتاب الايمان : باب أداء الخمس ، صحيح الجامع الصغير (۱۰) السلسلة الصحيحة (۳۹۵۷)]

(۲) [مسلم (۳۵) كتاب الايمان : باب بيان عدد شعب الايمان وأفضلها وأدناها ، بخاری (۹) كتاب الايمان: باب أمور الايمان ، ابو داود (٤٦٧٦) كتاب السنة : باب في رد الارجاء ، ترمذی (٢٦١٤) كتاب الايمان: باب ما جاء في استكمال الايمان وزيادته ونقصانه ، نسائی (٥٠١٩) ابن ماجه (٥٧) ابن منده (١٤٤) ابن حبان (١٦٧)]

(۳) [مسلم (٥٧) كتاب الايمان : باب بيان نقصان الايمان بالمعاصی ، بخاری (٢٤٧٥) كتاب المظالم : باب النهبی بغير اذن صاحبه ، ابو داود (٤٦٨٩) كتاب السنة : باب الدليل على زيادة الايمان ونقصانه ، ترمذی (٢٦٢٥) كتاب الايمان : باب ما جاء لا يزنی الزانی وهو مؤمن ، نسائی (٤٨٨٥) ابن ماجه (٣٩٣٦) دارمی (١٩٩٤) ابن منده (٥١٠) ابن حبان (١٨٦)]

''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کی طرف اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''(١)

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبُّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ ﴾

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''(٢)

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وَ اللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَ اللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَ اللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ ، قِيلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ : الَّذِيْ لَا يَأْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ ﴾

''اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں (آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ فرمایا تو) آپ سے دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول! کون شخص؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''جس کا پڑوسی اس کی برائیوں سے محفوظ نہیں۔''(٣)

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا ﴾

''تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے حتی کہ تم مومن بن جاؤ اور تم اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو۔''(٤)

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(١) [بخاری (١٥) کتاب الایمان : باب حب الرسول من الایمان ، مسلم (٤٤) کتاب الایمان : باب وجوب محبة الرسول ﷺ أكثر من ...... ، مسند احمد (١٢٨١٤) نسائی (٥٠٢٨) ابن ماجه (٦٧) دارمی (٢٧٤١) ابن منده (٢٨٤) ابو عوانة (٣٣/١) بغوی (٢٢)]

(٢) [بخاری (١٣) کتاب الایمان : باب من الایمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه ، مسلم (٤٥) کتاب الایمان : باب الدلیل علی أن من خصال الایمان ...... ، ترمذی (٢٥١٥) نسائی (٥٠٣١) ابن ماجه (٦٦) دارمی (٢٧٤٠) ابو عوانة (٣٣/١)]

(٣) [بخاری (٦٠١٦) کتاب الأدب : باب اثم من لا یأمن جاره بوائقه ، مسلم (٤٦) کتاب الایمان : باب بیان تحریم ایذاء الجار ، مسند احمد (٨٨٦٤) حاکم (٢١/١) شرح السنة (٣٤٨٩)]

(٤) [مسلم (٥٤) کتاب الایمان : باب بیان أن لا یدخل الجنة الا المؤمنون ، بخاری فی الادب المفرد (٢٦٠) مسند احمد (٩٠٩٥) ابن أبی شیبة (٦٢٤/٨) ابو عوانة (٣٠/١) ابو داود (٥١٩٣) ترمذی (٢٦٨٨) ابن ماجه (٦٨) ابن منده (٣٢٨) ابن حبان (٢٣٦) شرح السنة للبغوی (٣٣٠٠)]

﴿ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا ، وَ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا ﴾

''جس نے ہمارے خلاف اسلحہ اٹھایا وہ ہم (یعنی اہل ایمان) میں سے نہیں اور جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔'' (۱)

مذکورہ بالا احادیث اور ان جیسی دیگر تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل ایمان کا حصہ ہے کیونکہ ان میں آپ ﷺ نے مختلف اعمال کے وجود پر ایمان کا اثبات اور عدم وجود پر ایمان کی نفی فرمائی ہے۔

(9) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ

﴿ فَإِنَّ لِلْإِيْمَانِ فَرَائِضَ وَ شَرَائِعَ وَ حُدُوْدًا وَ سُنَنًا ، فَمَنِ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ ، وَ مَنْ لَمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الْإِيْمَانَ ﴾

''ایمان میں فرائض، شرائع، حدود اور سنن (سب) شامل ہیں، جس نے انہیں پورا کیا اس نے اپنا ایمان پورا کر لیا اور جس نے انہیں پورا نہ کیا اس نے اپنا ایمان پورا نہ کیا۔'' (۲)

(10) حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ

﴿ (الْإِيْمَانُ) مَا وَقَرَ فِي الْقُلُوْبِ وَ صَدَّقَتْهُ الْأَعْمَالُ ﴾

''ایمان کا بوجھ دل میں ہوتا ہے اور اعمال اس کی تصدیق کرتے ہیں۔'' (۳)

ائمہ عظام اور علماء کرام کے اقوال وفتاویٰ

(بخاری) فرماتے ہیں کہ ''ایمان قول وفعل کا نام ہے۔'' (٤)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ میں مختلف شہروں میں ایک ہزار کے قریب علماء سے ملا ہوں، میں نے ان میں سے کسی کو بھی اس بات میں اختلاف کرتے نہیں دیکھا کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے۔ (٥)

(وکیع بن جراحؒ) فرماتے ہیں کہ اہل السنہ کا کہنا ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے۔ (٦)

---

(۱) [مسلم (۱۰۱) كتاب الايمان : باب قول النبي ﷺ من غشنا فليس منا ، مسند احمد (۸۳٦٧) ابن ماجه (۲٥٧٥) تحفة الاشراف (۱۲٦۹۲)]

(۲) [بخاری (قبل الحديث : ۸) كتاب الايمان]

(۳) [اقتضاء العلم العمل للخطيب بغدادی (٥٦)]

(٤) [بخاری (قبل الحديث : ۸) كتاب الايمان]

(٥) [فتح الباری لابن حجر (۱/٤٧)]

(٦) [شرح أصول اعتقاد أهل السنة للامام اللالكائی]

(مالکؒ) ایمان قول وعمل کا نام ہے۔(۱)

(شافعیؒ) اسی کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ صحابہ، تابعین اور ان کے بعد والے لوگ جنہیں ہم نے پایا، سب کا اس بات پر اجماع تھا کہ ایمان قول وعمل اور نیت کا نام ہے اور ان تینوں چیزوں میں سے کوئی ایک چیز دوسری کے بغیر کفایت نہیں کرتی۔(۲)

(احمدؒ) اسی کے قائل ہیں کہ ایمان میں عمل بھی شامل ہے۔(۳)

(ولید بن مسلم قرشیؒ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ، امام مالک بن انسؒ اور سعید بن عبدالعزیزؒ کو سنا، وہ ان لوگوں کا انکار کیا کرتے تھے جو ایمان کو عمل کے بغیر صرف قول ہی قرار دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ "عمل کے بغیر ایمان کی کوئی حیثیت نہیں اور ایمان کے بغیر عمل کی کوئی حیثیت نہیں۔"(۴)

(اوزاعیؒ) قول کے بغیر ایمان درست نہیں، ایمان اور قول عمل کے بغیر درست نہیں اور ایمان، قول اور عمل نیت کے بغیر درست نہیں۔(یاد رکھو!) عمل ایمان کا حصہ ہے۔(۵)

(عبداللہ بن مبارکؒ) ایمان قول وعمل کا نام ہے۔(۶)

(فضیل بن عیاضؒ) ایمان میں قلبی تصدیق اور زبانی اقرار کے ساتھ عمل بھی شامل ہے۔(۷)

(ابوالثور بغدادیؒ) ایمان تصدیق بالقلب، قول باللسان اور عمل بالجوارح کا نام ہے۔(۸)

(یحییٰ بن سعید القطانؒ) میں نے جتنے ائمہ کو بھی پایا وہ سب یہی کہتے تھے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے۔(۹)

(سفیان بن عیینہؒ) ان کی بھی یہی رائے ہے۔(۱۰)

(ابوعبید القاسم بن سلامؒ) ایمان کس چیز کا نام ہے؟ اس کے متعلق دو آراء ہیں: ایک یہ کہ اللہ کے لیے دل سے

---

(۱) [الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء (ص: ۳۳)]
(۲) [حلية الاولياء للأصفهانی (۱۱۵/۹) شرح أصول اعتقاد أهل السنة (۹۵٦/۵)]
(۳) [طبقات الحنابلة لابن رجب الحنبلی (۱۳۰/۱)]
(٤) [شرح أصول اعتقاد أهل السنة (۹۳۰/٤)]
(۵) [أيضا (۹۵۵/۵)]
(٦) [السنة لعبد الله بن الامام احمد (۳۱۵/۵)، (٦۲۷)]
(۷) [شرح أصول اعتقاد أهل السنة (۱۰۳۰/۵)]
(۸) [أيضا (۹۳۲/٤)]
(۹) [سير أعلام النبلاء للذهبی (۱۷۹/۹)]
(۱۰) [سير أعلام النبلاء (٤٦۸/۸)]

خالص ہو جانے، زبان سے شہادت دینے اور اعضاء کے ساتھ عمل کرنے کا نام ایمان ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ ایمان کا تعلق صرف دل اور زبان سے ہے، اعمال اس میں شامل نہیں بلکہ وہ نیکی و تقویٰ ہی ہیں۔ تو جان لیجئے کہ پہلی رائے کو اختیار کرنے والے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ عظام ہیں اور وہی رائے برحق اور درست ہے جیسا کہ کتاب و سنت کی نصوص اس پر شاہد ہیں۔(۱)

(ابوزرعہ رازیؒ) ہمارے نزدیک ایمان قول و عمل کا نام ہے اور جو اس کے علاوہ کوئی اور عقیدہ رکھتا ہے وہ بدعتی ہے۔(۲)

(ابوحاتم رازیؒ) ہمارا مذہب جسے ہم نے اختیار کیا ہے، جس کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں، جسے ہم دین سمجھتے ہیں اور جسے اختیار کرنے میں ہی ہم دنیا و آخرت کی سلامتی سمجھتے ہیں، یہ ہے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے۔(۳)

(طبریؒ) ایمان قول و عمل کا نام ہے۔(٤)

(آجریؒ) جان لیجئے! علمائے اسلام نے جو موقف اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالجوارح کا نام ہے۔(٥)

(ابوبکر الاسماعیلیؒ) محدثین کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ایمان قول، عمل اور معرفت کا نام ہے۔(٦)

(اسماعیل الصابونیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

(حافظ ابن مندہؒ) ایمان قول باللسان، اعتقاد بالقلب اور عمل بالارکان کا نام ہے۔(۸)

(ابن عبدالبرؒ) اہل فقہ اور اہل حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے اور نیت کے بغیر عمل کی کوئی حیثیت نہیں۔(۹)

---

(۱) [ملخص از شرح رسالة كتاب الايمان (۱/۱۱)]
(۲) [طبقات الحنابلة لابن رجب حنبلي (۱/۲۰۳)]
(۳) [طبقات الحنابلة لابن رجب حنبلي (۱/۲۸٦)]
(٤) [صريح السنة للامام ابن جرير الطبري (ص: ۲٥)]
(٥) [كتاب الشريعة للآجري (۲/٦۱۱)]
(٦) [اعتقاد ائمة الحديث للاسماعيلي (ص: ٦۳)]
(۷) [عقيدة السلف للامام الصابوني (ص: ۲٦٤)]
(۸) [كتاب الايمان لابن منده (۲/۳٤۱)]
(۹) [التمهيد لابن عبد البر (۹/۲۳۸)]

(شیخ عبدالقادر جیلانیؒ) ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان زبان کے اقرار، دل کی تصدیق اور اعضاء کے عمل کا نام ہے۔(۱)

(حافظ عبدالغنی مقدسیؒ) ایمان قول، عمل اور نیت کا نام ہے۔(۲)

(امام ابن قدامہؒ) ایمان زبان کے اقرار، اعضاء کے عمل اور دل کے اعتقاد کا نام ہے۔(۳)

(نوویؒ) ایمان کی تکمیل اعمال کے ذریعے ہی ہوتی ہے۔(٤)

(شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ) اہل السنہ کے ہاں یہ اصول ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے۔ البتہ اس کے برخلاف مرجئہ کا موقف ہے، ان کا کہنا ہے کہ ایمان صرف دل کی تصدیق کا نام ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے متبعین کا موقف بھی یہی ہے۔ جبکہ اہل السنہ اور ائمہ اس کا انکار کرتے ہیں کیونکہ کتاب وسنت کے متعدد دلائل سے یہ ثابت ہے کہ ایمان میں قلبی تصدیق، لسانی اقرار کے ساتھ ساتھ عمل بھی شامل ہے۔(٥)

(حافظ ابن قیمؒ) ایمان کی حقیقت قول وعمل کا باہم ارتباط ہے۔ ان میں سے ایک چیز بھی نہ ہو تو دوسری کا کوئی فائدہ نہیں۔(٦)

(ابن ابی العز الحنفیؒ) لوگوں کا اس بارے میں بہت زیادہ اختلاف ہے کہ ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اوزاعیؒ، امام اسحٰق بن راھویہؒ، تمام اہل حدیث، اہل مدینہ، اہل ظاہر اور متکلمین کی ایک جماعت کا موقف یہ ہے کہ ایمان دل کی تصدیق، زبان کے اقرار اور اعضاء کے عمل کا نام ہے۔(۷)

(ابن رجب حنبلیؒ) امام بخاریؒ کے قول "ایمان قول وعمل کا نام ہے" کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کی یہی رائے ہے اور اس پر سلف اور علمائے اہل حدیث کا اجماع ہے۔ امام شافعیؒ نے بھی اس پر صحابہ وتابعین کا اجماع نقل کیا ہے اور امام ابوثورؒ نے بھی کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے۔(۸)

(نواب صدیق حسن خانؒ) شرعاً جو ایمان مطلوب ہے وہ اعتقاد، قول اور عمل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اکثر ائمہ اسی کے قائل ہیں حتی کہ امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام ابوعبیدؒ وغیرہ نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ ایمان قول

---

(۱) [الغنیة لطالبی طریق الحق للجیلانی (٦٢/١)]

(۲) [الاقتصاد فی الاعتقاد للمقدسی ، بتحقیق احمد الغامدی (ص : ١٨٢)]

(۳) [لمعة الاعتقاد ، بتحقیق عبد القادر أرناؤوط (ص : ٣٣)]

(٤) [شرح مسلم (٨٨/٢)]

(٥) [ملخص ، از العقیدة الواسطیة لابن تیمیه : حقیقة الایمان وحکم مرتکب الکبیرة]

(٦) [کتاب الصلاة وحکم تارکها لابن القیم (ص : ٥٤)]

(۷) [شرح العقیدة الطحاویة ، بتحقیق شعیب ارناؤوط (٤٥٩/٢)]

(۸) [فتح الباری لابن رجب حنبلی (٥٠٨/١)]

وعمل کا نام ہے۔(۱)

(عبدالرحمٰن سعدیؒ) تمام ظاہری و باطنی اعمال ایمان کا حصہ ہیں جیسا کہ اس پر بہت زیادہ نصوص دلالت کرتی ہیں اور اس پر سلفِ امت کا اجماع بھی ہے۔(۲)

(شیخ ابن جبرینؒ) ایمان قول وعمل کا نام ہے۔(۳)

(شیخ ابن بازؒ) ایمان باللہ میں یہ اعتقاد بھی داخل ہے کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے۔(٤)

(شیخ ابن عثیمینؒ) سلف صالحین نے جو موقف پیش کیا ہے یقیناً وہ کتاب وسنت کی نصوص کے مطابق ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان زبان کے قول، اعضاء کے عمل اور دل کے اعتقاد کا نام ہے۔(٥)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اہل السنہ والجماعہ کے ہاں کچھ اصول متفق علیہ ہیں اور بہت سی فروعات کی بنیاد یہی اصول ہیں۔ ان میں سے ایک اصول یہ ہے کہ ایمان قول، عمل اور عقیدے کا نام ہے۔(٦)

(شیخ البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

(عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی) اہل السنہ والجماعہ کے ہاں یہ اصولی موقف ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے۔ دل اور زبان کا قول اور دل، زبان اور اعضاء کا عمل۔(۸)

(شیخ عبداللہ بن بلیھد) ایمان قول وعمل کا نام ہے۔(۹)

❏ آیات، احادیث اور ائمہ سلف وعلمائے حق کے اقوال وفتاویٰ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ عمل بھی ایمان کا حصہ ہے۔ تاہم جن حضرات نے یہ اعتراض پیش کیا ہے کہ اگر عمل ایمان میں داخل ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مغفرت وجنت کے حصول کے لیے ایمان کے ساتھ الگ سے عمل کا ذکر کیوں کیا ہے؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَ حُسْنُ مَآبٍ ﴾

---

(۱) [بغیة الرائد فی شرح العقائد للقنوجی (ص: ٤٤)]

(۲) [تفسیر السعدی (۱/ ۲۰۹)]

(۳) [فتاوی الشیخ ابن جبرین (۱۵۸/٦۳)]

(٤) [مجموع فتاوی ومقالات ابن باز (۱۷/۱)]

(٥) [مجموع فتاوی ورسائل ابن عثیمین (۲۹/۱)]

(٦) [فتاوی اللجنة الدائمة (٤۳۸/۲)]

(۷) [حقیقة الایمان عند شیخ الالبانی (ص: ۹)]

(۸) [مجمل اعتقاد ائمة السلف (ص: ۷۲)]

(۹) [البیان المفید فیما اتفق علیه علماء مکة ونجد من عقائد التوحید (ص: ۱۱)]

[الرعد : ۲۹] ''جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے خوشحالی اور اچھا ٹھکانہ ہے۔'' اگر عمل ایمان میں داخل ہوتا تو اللہ تعالیٰ صرف ایمان کا ہی ذکر فرما دیتے۔

اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ یہ اور اس طرح کی دیگر تمام آیات میں ایمان کا لغوی نہیں بلکہ اصطلاحی مفہوم واضح کرنے کے لیے ایمان کے ساتھ عمل کو الگ سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ عمل کو الگ اس لیے ذکر کیا تا کہ عمل کی اہمیت ظاہر ہو جائے کہ عمل کے بغیر ایمان کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ عمل اور ایمان الگ الگ چیزیں ہیں کیونکہ سابقہ ذکر کردہ آیات واحادیث اور اقوال تو یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ایمان میں عمل بھی داخل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ایمان و عمل دونوں لازم وملزوم ہیں، کسی ایک کے بغیر دوسرے کی کوئی حیثیت نہیں۔ جیسے درخت کا تنا جڑ کے بغیر اور جڑ تنے کے بغیر کسی کام کی نہیں۔

علاوہ ازیں اگر عمل ایمان کا حصہ نہ ہوتا اور سب کا ایمان ایک جیسا ہی ہوتا تو اس روایت کا کیا مفہوم ہے کہ تیس کے قریب صحابہ اپنے نفسوں پر نفاق سے خائف تھے۔(۱) ان میں سے کسی نے بھی یہ تو نہیں کہا کہ میرا ایمان تو جبرئیل علیہ السلام کے ایمان جیسا ہے۔ اسی طرح ابن مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ میں عطاءؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کا بیٹا یعقوب آیا اور اس نے کہا اے ابا جان! میرے کچھ ساتھیوں کا گمان ہے کہ ان کا ایمان جبرئیل علیہ السلام کے ایمان جیسا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا' اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے شخص کا ایمان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے شخص کی مانند نہیں ہو سکتا۔(۲) یعنی اطاعت گزار کا ایمان زیادہ اور نافرمان کا ایمان کم ہوگا اور یہ کمی بیشی حسب اعمال ہوگی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ عمل ایمان کا حصہ ہے۔

دل، زبان اور اعضاء کا قول وعمل

''ایمان قول وعمل کا نام ہے'' اس کی وضاحت میں اہل علم نے بیان کیا ہے کہ قول سے مراد دل اور زبان کا قول ہے اور عمل سے مراد دل اور زبان واعضاء کا عمل ہے۔

☜ ''دل کا قول'' اعتقاد، تصدیق اور یقین ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ الَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ [الزمر : ۳۳]

''اور جو شخص سچی بات لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی، وہی متقی وپرہیزگار ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

---

(۱) [بخاری (قبل الحدیث : ٤٨) کتاب الایمان : باب خوف المومن من أن یحبط عمله وهو لا یشعر]

(۲) [رواه البغوی کما فی مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۱۱۸/۷)]

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا ﴾ [الحجرات : ١٥]

''ایماندار صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں، پھر شک وشبہ نہ کریں۔''

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا اسے جہنم سے نکال لیا جائے گا۔(۱)

☜ "زبان کا قول" کلمہ شہادتین کی ادائیگی اور اس کے تقاضوں اور لوازمات کو پورا کرنے کا اقرار(۲) ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ

﴿ وَإِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا ﴾ [القصص : ٥٣]

''اور جب ان کے سامنے (قرآن) تلاوت کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، یقیناً یہ ہمارے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ ﴾ [الشوریٰ : ١٥]

''کہہ دیجئے کہ میں اللہ کی نازل کردہ کتاب پر ایمان لایا۔''

ایک اور مقام پر فرمایا کہ

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ [الأحقاف : ١٣]

''بلاشبہ جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر (اس پر) استقامت اختیار کی تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

﴿ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ ...... ﴾

''مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے حتی کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور

---

(۱) [مسلم (٥٠) كتاب الايمان : باب كون النهي عن المنكر من الايمان، مسند احمد (٤٣٧٩)]

(۲) [واضح رہے کہ کلمہ شہادتین کی محض لفظی ادائیگی کافی نہیں بلکہ یہ کلمہ تب ہی معتبر ہوگا جب انسان اس کے معنی ومفہوم سے بھی واقف ہو اور اس کے تقاضے پورے کرنے کا بھی عہد کرے خواہ وہ یہ عہد واقرار کسی بھی زبان میں کرے۔]

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔''(۱)

☜ "دل کا عمل" نیت، اخلاص، تسلیم وقبول، محبت، امید، خوف وخشیت، تعظیم وتوکل اور اعمالِ صالحہ کا ارادہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ ﴾ [الدھر : ۹]

''ہم تو تمہیں صرف اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں۔''

سورۂ انعام میں فرمایا کہ

﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ﴾ [الانعام : ۵۲]

''انہیں دور مت بھگا جو صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں (اور صرف) اس کی رضا چاہتے ہیں۔''

سورۂ انفال میں ارشاد ہے کہ

﴿ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ ﴾ [الدھر : ۹]

''(صرف مومن وہ ہیں) جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔''

اور فرمانِ نبوی ہے کہ ''تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''(۲)

ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ

﴿ يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ ﴾

''اے وہ جماعت جو اپنی زبان سے ایمان لائی ہے، ابھی اس کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا۔''(۳)

☜ "زبان اور اعضاء کا عمل" یعنی واجبات ومامورات کی بجا آوری اور منہیات ومحرمات سے اجتناب اور کنارہ کشی۔

پس زبان کے عمل سے مراد وہ عمل ہے جو صرف زبان کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ جیسے تلاوتِ قرآن، تمام اذکار (یعنی تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر اور دعا واستغفار وغیرہ) دعوت الی اللہ، لوگوں کو خیر کی تعلیم دینا اور اس طرح

---

(۱) [بخاری (۲۵) کتاب الایمان : باب قوله فإن تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكاة، مسلم (۲۲) کتاب الایمان : باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا اله الا الله محمد رسول الله ، ابن حبان (۱۷۵) ابن منده (۲۵) دارقطنی (۲۳۲/۱) بغوی (۳۳) بیهقی فی الکبری (۳۶۷/۳)]

(۲) [بخاری (۱) کتاب بدء الوحی]

(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۷۹۸٤) صحیح الترغیب (۲۳٤۰) صحیح ابوداود (٤۸۸۰) کتاب الادب : باب فی الغیبة]

کے وہ تمام اعمال جن کا تعلق صرف زبان سے ہے۔ یہ تمام ایمان کا حصہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴾ [الاحزاب : ٤١]

''اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا کرو۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّن تَبُورَ ﴾ [فاطر : ٢٩]

''بلاشبہ جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اعلانیہ اور خفیہ طور پر خرچ کرتے ہیں، وہ اس تجارت (یعنی منافع) کے امیدوار ہیں جو کبھی ہلاک نہیں ہوگا۔''

اعضاء کے عمل میں نماز، قیام، رکوع، سجود، روزہ، صدقہ، اللہ کی رضا کے کسی کام کی طرف چل کر جانا (جیسے مساجد کی طرف، حج، جہاد اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لیے جانا) اور اس طرح کے وہ تمام اعمال شامل ہیں جن کا تعلق زبان کے علاوہ باقی اعضاء سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ ﴾ [الحج : ٧٧-٧٨]

''اے ایمان والو! رکوع سجدے کرتے رہو اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو اور نیک کام کرتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور اللہ کی راہ میں ویسا ہی جہاد کرو جیسا جہاد کا حق ہے، اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ○ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴾ [الفرقان : ٦٣-٦٤]

''رحمٰن کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔ اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں۔''(۱)۔

---

(۱) [تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیے: الوجیز فی عقیدۃ السلف الصالح (۸۸/۱) اعتقاد أهل السنة (۱۰۶/۱) رسالة فی أسس العقیدۃ (ص : ۱۲٤) أعلام السنة المنشورۃ (ص : ۲۲٦) شرح رساله كتاب الایمان لأبی عبید (۳۱/۱) الاقتصاد فی أن الكفر يكون بالقول أو الفعل أو الاعتقاد (۵۳/۱)]

فصل سوم:

ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے

کتاب وسنت کے واضح دلائل سے یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے۔اب جب ایمان میں عمل بھی داخل ہے تو پھر یقیناً یہ کوئی جامد چیز نہیں بلکہ اس میں حسبِ اعمال کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ جیسا کہ جب انسان اعمالِ صالحہ بجالاتا ہے تو اللہ کی طرف اس کی رغبت بڑھتی ہے، اس میں مزید نیکیوں کا شوق پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے اندر ایمانی قوت محسوس کرتا ہے اور جب انسان اعمالِ سیئہ کا ارتکاب کرتا ہے تو مزید برے کام اس کے لیے آسان سے آسان تر ہوتے چلے جاتے ہیں اور اس وقت اس کا ایمان انتہائی کمزور حالت میں ہوتا ہے۔ائمہ سلف کے اقوال وفتاویٰ بھی اسی بات کے مؤید ہیں کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ آئندہ سطور میں دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

ایمانی کمی بیشی قرآن کریم کی روشنی میں

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا ﴾ [النساء : ١٣٦]

''اے ایمان والو! ایمان لے آؤ (یعنی ایمان میں بڑھ جاؤ)۔''

(عبدالرحمٰن سعدیؒ) اہل ایمان کو ایمان لانے کا حکم اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ ایسے کام بجالائیں جو ان کے ایمان کو درست کرنے کا باعث ہوں جیسے اخلاص، سچائی، مفسدات سے اجتناب اور توبہ واستغفار وغیرہ (اس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان میں شامل ہیں اور اعمال میں کمی بیشی سے ایمان میں بھی کمی بیشی ہوتی ہے)۔(۱)

(2) سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے کہ

﴿ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ﴾ [آل عمران : ١٦٧]

''وہ اس روز ایمان کے مقابلے میں کفر سے زیادہ قریب تھے (یعنی ان کے ایمان میں کمی آچکی تھی)۔''

(ابن کثیرؒ) اس آیت سے اہل علم نے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان کے (ایمانی) حالات تبدیل ہوتے رہتے ہیں، کبھی وہ کفر سے زیادہ قریب ہوتا ہے اور کبھی ایمان سے۔(۲)

---

(۱) [تفسیر السعدی (۲۰۹/۱)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۱۵۸/۲)]

(3) سورۂ آل عمران میں ہی ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَاناً وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴾ [آل عمران : ۱۷۳] ''وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے میں لشکر جمع کر لئے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے، ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔''

(شوکانیؒ) اس آیت میں یہ دلیل موجود ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔(۱)

(حافظ صلاح الدین یوسف) یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان جامد قسم کی چیز نہیں بلکہ اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔(۲)

(4) سورۂ انفال میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ۔

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَاناً وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴾ [الانفال : ۲] ''ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔''

(سیوطیؒ) نقل فرماتے ہیں کہ مجاہدؒ نے اس آیت کے متعلق فرمایا (معلوم ہوا کہ) ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے اور ایمان قول و عمل کا نام ہے۔(۳)

(5) سورۂ توبہ میں فرمایا کہ

﴿ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَاناً فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَاناً وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴾ [التوبة : ۱۲٤] ''اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کیا ہے، سو جو لوگ ایمان والے ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کیا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔''

(زمخشریؒ) فرماتے ہیں کہ نزولِ سورت کے ذریعے ایمان اس لیے بڑھا کیونکہ ان کے یقین و ثبات میں اضافہ ہو گیا، اس نے ان کے عمل کو بھی بڑھا دیا اور عمل میں اضافہ درحقیقت ایمان میں اضافہ ہے کیونکہ ایمان

---

(۱) [تفسیر فتح القدير (۵۰/۲)]

(۲) [تفسير أحسن البيان (ص ۱۹۰)]

(۳) [الدر المنثور (٤١١/٤)]

عقیدہ وعمل کا ہی نام ہے۔(۱)

(6) سورۃ الکہف میں ہے کہ

﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ﴾ [الكهف : ١٣]

''ہم ان کا صحیح واقعہ تیرے سامنے بیان فرمار ہے ہیں۔ یہ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے انہیں ہدایت میں بڑھا دیا تھا۔''

(عبداللہ بن عبدالحمید الاثری) یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ ایمان میں اضافہ ہوتا ہے (اور جس چیز میں اضافہ ہوتا ہے اس میں کمی بھی ہوتی ہے)۔(۲)

(7) سورۂ احزاب میں ہے کہ

﴿ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴾ [الاحزاب : ٢٢]

''اور ایمان والوں نے جب (کفار کے) لشکروں کو دیکھا تو (بے ساختہ) کہہ اٹھے کہ انہیں کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہمیں وعدہ دیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور اس (چیز) نے ان کے ایمان میں اور شوقِ اطاعت میں مزید اضافہ کر دیا۔''

(ابوبکر الجزائریؒ) ''ایمان اور شوقِ اطاعت میں اضافے'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے وعدے کی تصدیق اور اس کے حکم کو (برضا ورغبت) تسلیم کرنے میں مزید بڑھ گئے۔(۳)

(8) سورۂ محمد میں ارشاد ہے کہ

﴿ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ﴾ [محمد : ١٧]

''اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت میں اور بڑھا دیا ہے اور انہیں ان کی پرہیزگاری عطا فرمائی ہے۔''

(عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی) مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اتباعِ حق کی راہ اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت میں مزید بڑھا دیا اور اس کی بدولت ان کی ہدایت کو پختہ کر دیا اور انہیں تقویٰ کی بھی توفیق سے نواز دیا۔(٤)

---

(١) [تفسير الكشاف (٤٨٩/٢)]

(٢) [الايمان حقيقته ، خوارمه ، نواقضه عند اهل السنة (٢٢/١)]

(٣) [أيسر التفاسير (٢٨٠/٣)]

(٤) [التفسير الميسر (١٧٧/٩)]

(9) سورۃ الفتح میں ہے کہ

﴿ هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ ﴾ [الفتح : ٤]

''وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون (اور اطمینان) ڈال دیا تا کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں۔''

(شنقیطیؒ) جیسے یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح دیگر متعدد آیات سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے۔(۱)

(10) سورۂ مدثر میں ارشاد ہے کہ

﴿ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا ﴾ [المدثر : ٣١]

''تا کہ اہل کتاب یقین کرلیں اور اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہو جائے۔''

(شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الراجحی) یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔(۲)

ایمانی کمی بیشی احادیث کی روشنی میں

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ فِيْ قَلْبِهِ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِّنَ الْإِيْمَانِ ﴾

''جس نے کلمہ (لا الہ الا اللہ) پڑھا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے وہ دوزخ سے نکل آئے گا۔''(۳)

اس حدیث سے یوں استدلال کیا گیا ہے کہ اس بات کا ذکر کہ ذرہ برابر ایمان والا بھی دوزخ سے نکال لیا جائے گا، اس بات کا ثبوت ہے کہ سب کے دل میں ذرہ برابر ایمان نہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کا ایمان ایک جیسا نہیں بلکہ کسی میں ایمان کم اور کسی میں زیادہ ہے۔

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایمان کی ستر یا (راوی کو شک ہے) ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل کلمہ (لا الہ الا

---

(۱) [أضواء البيان (٤٥٤/٧)]

(۲) [شرح رسالة كتاب الايمان لابي عبيد القاسم بن سلام (٤٩/١)]

(۳) [بخاری (٤٤) كتاب الايمان : باب زيادة الايمان ونقصانه ، مسلم (١٩٣) كتاب الايمان : باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها ، ترمذی (٢٥٩٣) ابن ماجه (٤٣١٢) ابن حبان (٦٤٦٤) أبو يعلى (٢٨٨٩) ابن أبي شيبة [illegible] شرح السنة (٤٣٣٣) أبو عوانة (١٧٨/١)]

اللہ) کہنا ہے اور سب سے کم تر راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔'' (۱)

اس حدیث میں محل استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف اعمال کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے، اب کسی شخص میں یہ اعمال کم ہیں اور کسی میں زیادہ، پھر اسی حساب سے ان کے ایمان میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

(3) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ ، وَ ذَالِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ ﴾

''تم میں سے جو کوئی بھی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے روکے، اگر اس میں اس کی طاقت بھی نہ ہو تو اسے اپنے دل میں ہی برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔'' (۲)

(4) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، عنقریب ایسے برے جانشینوں کا ظہور ہوگا جو اپنی کہی بات کے خلاف کام کریں گے اور جو کریں گے اس کا حکم نہیں دیں گے:

﴿ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ مَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ مَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ ، وَ لَيْسَ وَرَاءَ ذَالِكَ مِنَ الْإِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ ﴾

''جو ان سے اپنے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے، جو ان سے اپنی زبان کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے، جو ان سے اپنے دل کے ساتھ جہاد کرے گا (یعنی دل میں ہی انہیں برا سمجھے گا) وہ بھی مومن ہے اور جو ان سے دل کے ساتھ بھی جہاد نہیں کرے گا اس میں رائی برابر بھی ایمان نہیں۔'' (۳)

یہ حدیث بھی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ایمان میں حسب اعمال کمی بیشی ہوتی ہے۔

(5) رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو عقل و دین کے اعتبار سے ناقص قرار دیا۔ پھر آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ

---

(۱) [مسلم (۳۵) كتاب الايمان : باب بيان عدد شعب الايمان وأفضلها وأدناها ، بخارى (۹) كتاب الايمان/ باب أمور الايمان ، ابوداود (٤٦٧٦) كتاب السنة : باب في رد الارجاء ، ترمذى (٢٦١٤) كتاب الايمان: باب ما جاء في استكمال الإيمان وزيادته ونقصانه ، نسائى (٥٠١٩) ابن ماجه (٥٧) ابن منده (١٤٤) ابن حبان (١٦٧)]

(۲) [مسلم (٤٩) كتاب الايمان : باب كون النهى عن المنكر من الايمان ، ابوداود (١١٤٠) كتاب الصلاة : باب الخطبة يوم العيد ، ترمذى (٢١٧٢) كتاب الفتن : باب ما جاء فى تغيير المنكر باليد ، نسائى (٥٠٢٣) وفى السنن الكبرى (١١٧٣٩) ابن ماجه (١٢٧٥) طيالسي (٢١٩٦) ابن حبان (٣٠٦)]

(۳) [مسلم (٥٠) كتاب الايمان : باب كون النهى عن المنكر من الايمان ، مسند احمد (٤٣٧٩) طبرانى كبير (٩٧٨٤) أبو عوانة (٣٥/١) بيهقى (٩٠/١٠)]

عورتوں کی عقل ودین کی کمی کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ ، فَهٰذَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ ، وَ تَمْكُثُ اللَّيَالِيَ مَا تُصَلِّيْ وَتُفْطِرُ فِيْ رَمَضَانَ فَهٰذَا نُقْصَانُ الدِّيْنِ ﴾

''عقل کی کمی تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے، یہ عقل کی کمی ہے۔ اور عورتیں (ہر ماہ ایامِ ماہواری کی وجہ سے) کچھ دن نماز سے رُکی رہتی ہیں اور رمضان میں روزے بھی چھوڑ دیتی ہیں، یہ دین کی کمی ہے۔'' (۱)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عمل میں کمی بیشی کی وجہ سے دین وایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ اس حدیث پر صحیح مسلم میں بھی یہی عنوان قائم کیا گیا ہے کہ ''طاعات میں کمی کے باعث ایمان میں کمی ہونے کا بیان۔''

(6) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔'' (۲)

صحیح قول کے مطابق اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جو ان معاصی کا ارتکاب کرتا ہے وہ کامل الایمان نہیں بلکہ ناقص الایمان ہوتا ہے۔ یعنی ان جرائم کے ارتکاب کی وجہ سے اس کا ایمان کم ہو جاتا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ یہی باعث ہے کہ صحیح مسلم میں اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا گیا ہے ((بَابُ بَيَانِ نُقْصَانِ الْإِيْمَانِ بِالْمَعَاصِيْ)) ''معاصی کی وجہ سے ایمان میں کمی کا بیان۔'' اسی طرح امام ابوداودؒ نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے ((بَابُ الدَّلِيْلِ عَلَى زِيَادَةِ الْإِيْمَانِ وَنُقْصَانِهِ)) ''اس بات کی دلیل کا بیان کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔''

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا ﴾

---

(۱) [مسلم (۷۹) كتاب الايمان : باب بيان نقصان الايمان بنقص الطاعات ، ابوداود (٤٦٧٩) كتاب السنة : باب الدليل على زيادة الآيمان ونقصانه ، ابن ماجه (٤٠٠٣) كتاب الفتن : باب فتنة النساء ، مسند احمد (٥٣٤٣) بيهقى (١٤٨/١٠) طحاوى (٢٧٢٧)]

(۲) [مسلم (٥٧) كتاب الايمان : باب بيان نقصان الايمان بالمعاصى ، بخارى (٢٤٧٥) كتاب المظالم : باب النهبى بغير اذن صاحبه ، ابو داود (٤٦٨٩) كتاب السنة : باب الدليل على زيادة الايمان ونقصانه ، ترمذى (٢٦٢٥) كتاب الايمان : باب ما جاء لا يزنى الزانى وهو مؤمن ، نسائى (٤٨٨٥) ابن ماجه (٣٩٣٦) دارمى (١٩٩٤) ابن منده (٥١٠) ابن حبان (١٨٦)]

''ایمان کے لحاظ سے سب سے کامل مومن وہ ہے جو ان میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہے۔''(۱)

(8) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَ أَبْغَضَ لِلّٰهِ وَ أَعْطٰى لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانُ ﴾

''جس نے اللہ کے لیے محبت کی، اللہ کے لیے نفرت کی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روک لیا تو اس کا ایمان مکمل ہوگیا۔''(۲)

مذکورہ بالا دونوں احادیث اور اس معنی کی وہ تمام احادیث جن میں کمالِ ایمان کا ذکر ہے اس بات کا ثبوت ہیں کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے کیونکہ کامل ہمیشہ وہی چیز ہوتی ہے جو پہلے ناقص ہو۔

(9) ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان باللہ کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ کلمہ شہادتین پڑھنا، اقامتِ صلاۃ، ادائیگی زکوٰۃ، صیامِ رمضان اور مالِ غنیمت میں سے خمس کی ادائیگی ایمان ہے۔(۳)

معلوم ہوا کہ مذکورہ اعمال ایمان کا حصہ ہیں اور جیسے ان اعمال میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اسی طرح ایمان میں بھی کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔

(10) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

﴿ الْإِيْمَانُ يَبْدَأُ لُمْظَةً بَيْضَاءَ فِي الْقَلْبِ ، فَكُلَّمَا ازْدَادَ الْإِيْمَانُ ازْدَادَتْ بَيَاضًا حَتّٰى يَبْيَضَّ الْقَلْبُ كُلُّهُ ، وَ إِنَّ النِّفَاقَ يَبْدَأُ لُمْظَةً سَوْدَاءَ فِي الْقَلْبِ ، فَكُلَّمَا ازْدَادَ النِّفَاقُ ازْدَادَتْ حَتّٰى يَسْوَدَّ الْقَلْبُ كُلُّهُ ﴾

''ایمان دل میں سفید نقطے کی مانند پیدا ہوتا ہے، جس قدر ایمان بڑھتا جاتا ہے اسی قدر یہ سفیدی بھی بڑھتی جاتی ہے حتی کہ پورا دل سفید ہو جاتا ہے۔ اور نفاق دل میں سیاہ نقطے کی مانند پیدا ہوتا ہے، جس قدر نفاق بڑھتا جاتا ہے اسی قدر دل بھی سیاہ ہوتا جاتا ہے حتی کہ پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔''(٤)

---

(۱) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۱۲۳۰) ابوداود (٤٦٨٢) كتاب السنة : باب الدليل على زيادة الايمان ونقصانه ، ترمذى (۱۱٦۲) كتاب الرضاع : باب ما جاء فى حق المرأة على زوجها ، صحيح الترغيب (۱۹۲۳) السلسلة الصحيحة (۲۸٤)]

(۲) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٥٩٥٦) ابوداود (٤٦٨١) كتاب السنة : باب الدليل على زيادة الايمان ونقصانه ، المشكاة (۳۰) صحيح الترغيب والترهيب (۳۰۲۹) كتاب الادب : باب الترغيب فى الحب فى الله ، السلسلة الصحيحة (۳۸۰)]

(۳) [بخارى (٥۳) كتاب الايمان : باب أداء الخمس من الايمان ، نسائى (۵۰۳۱)]

(٤) [الايمان لابن أبى شيبة (ص : ۸) وفى المصنف (۱٥۹/٦)]

❑ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ ''اے اللہ ہمارے ایمان میں اضافہ فرما۔'' اسی طرح حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہم بھی یہ کہا کرتے تھے کہ ''ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔''(۱) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا'' آؤ ایمان کی باتیں کر کے ایمان بڑھائیں۔''(۲) حضرت عمیر بن حبیب خطمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔'' دریافت کیا گیا کہ اس کی کمی اور زیادتی کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا ''اللہ کا ذکر اور اس کی حمد وتسبیح بیان کرنا ایمان میں زیادتی ہے اور ان کاموں میں غفلت وسستی کرنا ایمان میں کمی ہے۔''(۳) حضرت عروہ بن زبیرؒ نے فرمایا کہ ''جس بندے میں امانت کم ہو جائے اس کے ایمان میں کمی آ جاتی ہے۔''(٤) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ ''ایمان میں فرائض، شرائع، حدود اور سنن شامل ہیں، جس نے انہیں پورا کیا اس نے اپنا ایمان پورا کر لیا اور جس نے انہیں پورا نہ کیا اس نے اپنا ایمان پورا نہ کیا۔''(٥)

❑ واضح رہے کہ جس روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا'' ایمان دل میں مکمل ہے، اس میں زیادتی کفر اور اس میں کمی شرک ہے۔'' وہ ضعیف ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کتاب کا آخری باب'' ایمان سے متعلقہ ضعیف احادیث کا بیان''۔

ائمہ عظام اور علماء کرام کے اقوال وفتاویٰ

(بخاری) فرماتے ہیں کہ ''ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔''(٦)

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں یہ عنوان بھی قائم کیا ہے کہ ((بَابُ زِيَادَةِ الْإِيمَانِ وَنُقْصَانِهِ))''ایمان میں کمی بیشی کا بیان۔'' اور اس کے تحت اس کے اثبات کے دلائل ذکر کیے ہیں۔(۷)

موصوف نے ایک مقام پر یہ فرمایا ہے کہ میں نے مختلف شہروں میں ہزار کے قریب علماء سے ملاقاتیں کیں، وہ سب اس بات کے قائل تھے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔(۸)

---

(۱) [دیکھئے: شرح اصول اعتقاد أهل السنة للامام اللالكائى ، بسند صحيح]

(۲) [دیکھئے: شرح رسالة كتاب الايمان للابى عبيد (ص : ٥)]

(۳) [الابانة لابن بطة (٨٤٥/٢) ، (١١٣١)]

(٤) [شرح أصول اعتقاد أهل السنة للامام اللالكائى (١١٣٠)]

(٥) [بخارى (قبل الحديث : ٨) كتاب الايمان]

(٦) [بخارى (قبل الحديث : ٨) كتاب الايمان]

(٧) [بخارى (قبل الحديث : ٤٤) كتاب الايمان]

(٨) [فتح البارى لابن حجر (٤٧/١)]

(مسلم) صحیح مسلم میں ایک عنوان یوں قائم کیا گیا ہے ((بَابُ بَيَانِ كَوْنِ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْإِيْمَانِ وَأَنَّ الْإِيْمَانَ يَزِيْدُ وَيَنْقُصُ ......)) ''اس بات کا بیان کہ نہی عن المنکر ایمان کا حصہ ہے اور ایمان کم اور زیادہ ہوتا رہتا ہے۔'' اور پھر اس کے تحت ایمان میں کمی بیشی کے دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔(۱)

(مالکؒ) ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔(۲)

(شافعیؒ) ایمان کم بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی، اس میں زیادتی اطاعت کے ذریعے اور کمی نافرمانی کے ذریعے ہوتی ہے۔(۳)

(احمدؒ) تابعین اور ائمہ سلف میں سے (تقریباً) نوے (90) حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی ﷺ جو تعلیمات امت کو دے کر اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں ان میں سے ایک تعلیم یہ ہے کہ اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور معصیت ونافرمانی کے ذریعے ایمان میں کمی ہوتی ہے۔(٤)

(سفیان ثوریؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٥)

(سفیان بن عیینہؒ) ان کی بھی یہی رائے ہے۔(٦)

(عبداللہ بن مبارکؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔(٧)

(یحیٰی بن سعید القطانؒ) میں نے جتنے ائمہ کو بھی پایا وہ سب یہی کہتے تھے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔(٨)

(باقلانیؒ) ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔(٩)

(اسحٰق بن راھویہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(١٠)

(ابوزرعہ رازیؒ) ہمارے نزدیک ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے اور جو اس کا قائل نہیں وہ بدعتی ہے۔(١١)

---

(۱) [مسلم (قبل الحديث : ٤٩) كتاب الايمان]

(۲) [الانتقاء فى فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء (ص: ٣٣)]

(۳) [حلية الاولياء للأصفهانى (١١٥/٩)]

(٤) [طبقات الحنابلة لابن رجب الحنبلى (١٣٠/١)]

(٥) [الابانة لابن بطة (٨٥٢/٢)]

(٦) [سير أعلام النبلاء (٤٦٨/٨)]

(٧) [السنة لعبد الله بن الامام احمد (٣١٥/٥) ، (٦٢٧)]

(٨) [سير أعلام النبلاء للذهبى (١٧٩/٩)]

(٩) [الانصاف للباقلانى (١٨/١)]

(١٠) [السنة للخلال (٦٨٠/٤)]

(١١) [طبقات الحنابلة لابن رجب حنبلى (٢٠٣/١)]

(ابوحاتم رازیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(طبریؒ) اس شخص کا قول درست ہے جس نے کہا کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔(۲)

(ابوالحسن اشعریؒ) ائمہ سلف کا اجماع ہے کہ اطاعت کے ذریعے ایمان بڑھتا ہے اور نافرمانی کے ذریعے ایمان کم ہوتا ہے۔(۳)

(حافظ ابن مندہؒ) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(اسماعیل الصابونیؒ) ان کا بھی یہی موقف ہے۔(٥)

(نوویؒ) سلف وخلف میں سے جماعت اہل السنہ (یعنی اہل الحدیث) کا موقف یہ ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔(٦)

(ابن بطال المالکیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۷)

(بیہقیؒ) ایمان میں کمی بھی ہوتی ہے اور زیادتی بھی کیونکہ جو چیز زیادہ ہوتی ہے وہ کم بھی ہوتی ہے۔(۸)

(ابن عبدالبرؒ) یہی موقف رکھتے ہیں۔(۹)

(حافظ عبدالغنی مقدسیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱۰)

(امام ابن قدامہؒ) ایمان اطاعت کے ذریعے بڑھتا ہے اور نافرمانی کے ذریعے کم ہوتا ہے۔(۱۱)

(شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ) اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور معصیت ونافرمانی کے ذریعے ایمان میں کمی ہوتی ہے اور یہ اہل السنہ والجماعہ کے ہاں اصولی موقف ہے۔(۱۲)

---

(۱) [طبقات الحنابلة لابن رجب حنبلی (۲۸٦/۱)]

(۲) [صريح السنة للامام ابن جرير الطبري ، بتحقيق بدر بن يوسف المعتوق (ص : ۲٥)]

(۳) [رسالة الى أهل الثغر للأشعري ، بتحقيق عبد الله بن شاكر الجندي (ص : ۲۷۲)]

(٤) [كتاب الايمان لابن منده (۳٤۱/۲)]

(٥) [عقيدة السلف للامام الصابوني (ص : ۲٦٤)]

(٦) [شرح مسلم (۷/۲)] ـ 3/32

(۷) [شرح صحيح البخاري لابن بطال (٥٦/۱)]

(۸) [الاعتقاد للامام البيهقي (ص : ۱۱٥)]

(۹) [التمهيد لابن عبد البر (۲۳۸/۹)]

(۱۰) [الاقتصاد في الاعتقاد للمقدسي ، بتحقيق احمد الغامدي (ص : ۱۸۲)]

(۱۱) [لمعة الاعتقاد ، بتحقيق عبد القادر أرناؤوط (ص : ۳۳)]

(۱۲) [العقيدة الواسطية لابن تيمية : الايمان قول وعمل يزيد وينقص]

(ابن کثیرؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۱)

(شنقیطیؒ) برحق بات جس میں کوئی شک نہیں یہ ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے جیسا کہ اہل السنہ والجماعہ اسی کے قائل ہیں اور کتاب وسنت کی نصوص بھی اس پر شاہد ہیں۔(۲)

(عبدالرحمٰن بن ناصر السعدیؒ) اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور خیر کے کاموں کے ذریعے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور اللہ کی نافرمانی اور برے کاموں سے ایمان میں کمی آجاتی ہے۔(۳)

(شیخ محمد بن صالح عثیمینؒ) اہل السنہ کا موقف یہ ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ گناہ کا ارتکاب کرنے والے کا ایمان اس کے گناہ کے برابر کم ہو جاتا ہے۔(٤)

(شیخ صالح بن فوزان) نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے جیسا کہ اہل السنہ والجماعہ کا یہی موقف ہے جبکہ اس کے برخلاف مرجئہ کا کہنا ہے کہ ایمان ایک ہی چیز کا نام ہے، اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔(٥)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) برحق بات یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کے ذریعے ایمان بڑھتا ہے اور اللہ کی نافرمانی کے ذریعے ایمان کم ہوتا ہے۔(٦)

(شیخ ابن جبرینؒ) واضح دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے اور مومنین ایمان کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔(۷)

(شیخ ابن بازؒ) ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔(۸)

(شیخ البانیؒ) اسی کے قائل ہیں۔(۹)

(شیخ عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر) اہل السنہ والجماعہ پر اللہ تعالیٰ نے جو احسانات کیے ہیں ان میں سے ایک عظیم احسان ان کا یہ موقف ہے کہ اطاعت کے ذریعے ایمان میں زیادتی اور نافرمانی کے ذریعے ایمان میں کمی

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (تحت سورة الانفال ، آیت ۲)]

(۲) [أضواء البیان (٤٥٤/٧)]

(۳) [مقدمة شرح کتاب التوحید للامام محمد بن عبد الوهاب (ص: ٤)]

(٤) [القول المفید علی کتاب التوحید (٢٧٣/١)]

(٥) [اعانة المستفید بشرح کتاب التوحید (١١٤/٣)]

(٦) [فتاوی اللجنة الدائمة (٤٦٥/٤)]

(۷) [فتاوی الشیخ ابن جبرین (١٦٥/٦٣)]

(۸) [فتاوی نور علی الدرب (٢٢/١)]

(۹) [حقیقة الایمان عند الشیخ الالبانی (ص: ٩)]

ہوتی ہے اور تمام مومنین کا ایمان ایک جیسا نہیں بلکہ کسی کا کم اور کسی کا زیادہ ہے۔(۱)

(عبداللہ بن عبدالحمید الاثری) اسی کے قائل ہیں۔(۲)

(محمد بن عودہ السعوی) ایمان زیادہ بھی ہوتا ہے اور کم بھی۔اس میں زیادتی اطاعت کے ذریعے ہوتی ہے اور کمی نافرمانی کے ذریعے۔(۳)

(عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی) اسی کے قائل ہیں۔(٤)

(شیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ) ایمان کو کمزور کرنے والی چیز حرام کاموں کا ارتکاب ہے کیونکہ ایمان اطاعت کے ذریعے بڑھتا ہے اور نافرمانی کے ذریعے کم ہوتا ہے۔(٥)

(شیخ عبداللہ ابن بلیہد) ایمان قول وعمل کا نام ہے اور اس میں کمی بیشی ہوتی ہے۔(٦)

(علی بن عبدالعزیز بن علی الشبل) یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے کہ اخلاص اور اطاعت کے ذریعے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، اسی طرح اس کے برعکس گناہوں کے ذریعے ایمان کم ہوتا ہے۔(۷)

☐ سابقہ اوراق میں بیان کردہ واضح دلائل اور صحابہ وتابعین اور جمہور ائمہ سلف کے موقف کے برخلاف حنفیہ کا موقف یہ ہے کہ ایمان محض دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے اس میں عمل کا کوئی دخل نہیں، ایمان جامد چیز ہے اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی اور عام آدمی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان بلکہ انبیاء ورسل، جبرئیل اور میکائیل علیہم السلام سب کا ایمان ایک جیسا ہے۔(۸) بلاشبہ یہ عقیدہ کتاب وسنت کی واضح نصوص اور ائمہ سلف کے اجماعی موقف کے خلاف ہونے کی بنا پر درست نہیں۔

ایمان میں کمی بیشی کے اسباب

یہ دنیا بہت ہی پرفتن ہے اور اس میں بہت سی ایسی اشیاء ہیں جو ایمان پر اثر انداز ہوتی ہیں۔جیسا کہ ایک

---

(۱) [تذکرة المؤتسی شرح عقیدة الحافظ عبد الغنی المقدسی (۳۰۱/۱)]

(۲) [الوجیز فی عقیدة السلف الصالح (۸۸/۱)]

(۳) [رسالة فی أسس العقیدة (ص : ۱۲۵)]

(٤) [مجمل اعتقاد ائمة السلف (ص : ۷۲)]

(٥) [التمهید لشرح کتاب التوحید (۲۳/۲)]

(٦) [البیان المفید فیما اتفق علیه علماء مکة ونجد من عقائد التوحید (ص : ۱۱)]

(۷) [مسألة الایمان للشبل (۲٤/۱)]

(۸) [دیکھیے: التعلیقات الاثریه علی العقیدة الطحاویة لأئمة الدعوة السلفیة، محمد بن عبد العزیز بن مانع، ابن باز، علامه البانی، جمع واعداد : احمد بن یحییٰ الزهرانی (۳٥/۱) شرح الفتوی الحمویه، حمد بن عبد المحسن بن أحمد التویجری (٤۲۸/۱) قطف الجنی الدانی شرح مقدمة رسالة القیروانی (۱٤٤/۱)]

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنَ الْقُلُوْبِ قَلْبٌ إِلَّا وَلَهُ سَحَابَةٌ كَسَحَابَةِ الْقَمَرِ ، بَيْنَا الْقَمَرُ مُضِيْئٌ إِذْ عَلَتْهُ سَحَابَةٌ فَأَظْلَمَ إِذْ تَجَلَّتْ عَنْهُ فَأَضَاءَ ﴾ ”جیسے چاند کے سامنے بادل آجاتا ہے اسی طرح ہر دل پر بھی ایک بادل آجاتا ہے۔ یہ مشاہدے کی بات ہے کہ بادل کا ٹکڑا چمکدار چاند کے سامنے آکر اسے تاریک کر دیتا ہے اور جب وہ چاند کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے تو وہ روشن ہو جاتا ہے۔“(۱)

اسی طرح ایک دوسرا فرمانِ نبوی یوں ہے کہ

﴿ إِنَّ الْإِيْمَانَ لَيَخْلُقُ فِيْ جَوْفِ أَحَدِكُمْ كَمَا يَخْلُقُ الثَّوْبُ فَاسْئَلُوا اللّٰهَ أَنْ يُجَدِّدَ الْإِيْمَانَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ﴾ ”جیسے کپڑا میلا ہو کر کمزور ہو جاتا ہے اسی طرح تمہارے سینے میں ایمان بھی میلا ہو کر کمزور ہو جاتا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کرو کہ وہ تمہارے دلوں میں ایمان کو نیا کر دے۔“(۲)

معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بہت سے ایسے فتنے ہیں جو ایمان کو متاثر کرتے ہیں، یہی باعث ہے کہ اہل علم نے اس شخص کو سمجھدار قرار دیا ہے جو اپنے ایمان کی نگرانی کرتا رہتا ہے کہ کہیں اس کے ایمان میں کوئی نقص واقع تو نہیں ہو رہا۔ لہٰذا ہر صاحب ایمان کو یہ فکر ہونی چاہیے کہ وہ اپنا ایمان کیسے کامل بنا سکتا ہے اور اس کے ایمان میں کیسے اضافہ ہو سکتا ہے۔ کتاب و سنت میں ایمان میں اضافے کے جو اسباب بیان کیے گئے ہیں ان میں سے چند پیش خدمت ہیں:

1- کتاب وسنت کا علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا۔ جسے بھی ان دونوں کاموں کی توفیق مل گئی یقیناً اسے ایمان میں اضافے کے سب سے بڑے سبب کی توفیق مل گئی۔

2- کتاب وسنت میں موجود اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی معرفت اور ان کے معانی و مطالب کے فہم کی حرص۔

3- تلاوتِ قرآن اور اس میں غور و فکر۔ یہ ایمان میں اضافے کا سب سے نفع مند ذریعہ ہے۔ لہٰذا جو کوئی بھی غور و فکر کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتا ہے وہ اس میں ایسے علوم و معارف پاتا ہے جن کے ذریعے اس کا ایمان قوی ہو جاتا ہے اور بڑھ جاتا ہے۔

4- رسول ﷺ کی سیرت میں غور و فکر کرنا اور جن اخلاقِ عالیہ، اوصافِ کاملہ، خصالِ کریمہ اور شمائلِ حمیدہ پر آپ فائز تھے ان کی معرفت حاصل کرنا۔ کیونکہ جس نے بھی آپ ﷺ کی سیرت وصفات میں تامل کیا اس نے یقیناً اپنے لیے بہت سی خیر کو جمع کر لیا اور آپ ﷺ سے محبت میں اضافہ کر لیا اور یہ چیز یقیناً ایمان میں

(۱) [حسن : صحيح الجامع الصغير (٥٦٨٢) السلسلة الصحيحة (٢٢٦٩)]

(۲) [حسن : السلسلة الصحيحة (١٥٨٥) صحيح الجامع الصغير (١٥٩٠)]

اضافے کا باعث ہے۔

5- محاسنِ اسلام میں غور وفکر کرنا۔ کیونکہ دینِ اسلامی سارا کا سارا محاسن پر ہی مشتمل ہے۔ اس کے عقائد دیگر تمام ادیان کے عقائد سے سچے اور درست ہیں، اس کے احکام سب سے زیادہ عمدہ اور اعتدال پر مبنی ہیں، اس کے اخلاق سب سے اکمل ہیں۔ ان اشیاء میں غور کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کے دل میں ایمان کو خوبصورت اور محبوب بنا دیتے ہیں جس سے وہ ایمان کی حلاوت محسوس کرتا ہے اور اس کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

6- اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور اس کی مخلوقات میں غور وفکر کرنا۔ آسمان وزمین اور ان کے درمیان مختلف قسم کی عجیب وغریب مخلوقات میں غور کرنا اور بالخصوص نفسِ انسانی میں ہی غور کرنا یقیناً ایمان میں زیادتی کے قوی اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

7- بکثرت ذکرِ الٰہی اور دعا ومناجات میں مشغولیت۔ کیونکہ اس سے بندے کا اپنے رب سے تعلق مضبوط ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں ایمان کا درخت خوب نشو ونما پاتا ہے۔

8- فرائض کے بعد بکثرت نوافل کی ادائیگی۔ کیونکہ یہ چیز بندے کو اپنے رب کا مقرب بنا دیتی ہے۔ اسی طرح ہمیشہ احسان کرنے کی کوشش کرنا اور تمام عبادات پر مضبوطی سے جمے رہنا بھی ایمان میں اضافے کے اسباب ہیں۔

9- اپنے اندر اللہ تعالیٰ کے ولیوں اور سچے مومن بندوں کی صفات پیدا کرنا، ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرنا، ان سے ہدایت حاصل کرنا اور ان کی مجالس میں شرکت کرنا۔ کیونکہ اس سے بندے کو پروردگار یاد آتا ہے، اس کا دل نرم ہو جاتا ہے اور ایمان بڑھ جاتا ہے۔

10- دعوت الی اللہ میں پیش پیش ہونا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا اور حق وصبر کی تلقین کرنا۔

11- کفریہ کاموں، کبیرہ گناہوں، نفاق، فسوق اور عصیان سے دور رہنا۔ کیونکہ یہ ایسے گناہ ہیں جو انسان کے دل میں ایمان کو کمزور بنا دیتے ہیں اور ان سے دور رہنا یقیناً ایمان میں اضافے کا سبب ہے۔

واضح رہے کہ ایمان میں اضافے کے مذکورہ بالا اسباب کی رعایت اور پابندی نہ کرنا ہی ایمان میں کمی کا سب سے بڑا سبب ہے کیونکہ ان کی پابندی ہی ایمان میں اضافے کا سبب اور ان میں غفلت ایمان میں کمی کا سبب ہے۔ ذیل میں ایمان میں کمی کے مزید چند اہم اسباب ذکر کیے جا رہے ہیں:

1- دینی معاملات اور علومِ شریعت سے جہالت
2- دین سے اعراض اور غفلت
3- معاصی اور گناہوں کا ارتکاب
4- نفس کی بری خواہشات کی پیروی

5- دنیا اور اس کی زیب وزینت کی طرف میلان
6- لہو ولعب کی مجالس میں شرکت
7- برے لوگوں کو ساتھی بنالینا
8- شیطانی کاموں میں رغبت وغیرہ۔(۱)

حسب اعمال لوگوں کے مختلف درجات

❁ تین طرح کے لوگ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ﴾ [الفاطر : ۳۲] ''پھر ہم نے ان لوگوں کو (اس) کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر بعض تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعض ان میں اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں سبقت لے جانے والے ہیں۔''

❁ بدترین لوگ:

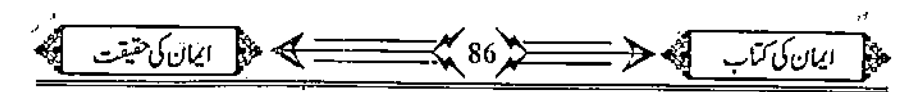
1- اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں بدترین شخص وہ ہے جس کی فحش کلامی سے بچنے کے لیے لوگ اسے چھوڑ دیں۔(۲)
2- بدترین شخص دو چہروں والا ہے، ایک چہرے کے ساتھ آئے اور دوسرے کے ساتھ جائے۔(۳)
3- بدترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔(٤)
4- بدترین شخص وہ ہے جو اللہ کے نام کے ساتھ لوگوں سے سوال کرتا ہے لیکن کسی کو دیتا نہیں۔(٥)
5- لوگوں میں بدترین وہ ہے جس کی عمر لمبی ہو اور عمل برا ہو۔(٦)
6- بدترین انسان وہ ہے جو اپنی بیوی سے تعلقات قائم کرے اور پھر اس کی راز کی باتیں پھیلاتا پھرے۔(۷)

❁ بہترین لوگ:

1- بہترین شخص وہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ رکھی ہے حتیٰ کہ وہ شہید کر دیا جائے۔(۸)

---

(۱) [ملخص، از الایمان حقیقته، خوارمه، نواقضه (۲۳/۱)]
(۲) [صحيح : صحيح ابو داود (٤٧٩١) كتاب الأدب : باب في حسن العشرة]
(۳) [صحيح : صحيح ابو داود (٤٨٧٢) كتاب الأدب : باب في ذي الوجهين]
(٤) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۲۳۳)]
(٥) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۲٦۰۱)]
(٦) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۳۲۹۷)]
(۷) [صحيح : مشكاة المصابيح (۳۱۹۰)]
(۸) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۲٦۰۱)]



2- لوگوں میں بہترین وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔(۱)

3- بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نفع مند ہو۔(۲)

4- بہترین شخص وہ ہے جو لوگوں میں فیصلے کے اعتبار سے سب سے زیادہ اچھا ہے۔(۳)

5- بہترین انسان وہ ہے جو پرہیزگار ہو اور گناہ، سرکشی اور حسد سے پاک ہو۔(٤)

6- لوگوں میں بہترین وہ ہے جس کی عمر لمبی ہو اور عمل اچھا ہو۔(٥)

مذکورہ بالا دلائل سے پتہ چلا کہ بلحاظِ اعمال لوگوں میں بہترین بھی ہیں اور بدترین بھی اور درمیانے درجے کے بھی ہیں۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ نے ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخوں کا ذکر فرمایا(٦)، اسی طرح آپ ﷺ نے بہترین اسلام اس کا قرار دیا جو لوگوں کو کھانا کھلائے اور اپنے اور اجنبی سب کو سلام کہے(۷) اور آپ ﷺ نے اسلام والا اسے کہا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں(۸)، اسی طرح آپ ﷺ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ روزِ قیامت لوگ اپنے اپنے اعمال کے حساب سے سزا پا کر جہنم سے نکال لیے جائیں۔(۹) یہ تمام دلائل اس بات کا ثبوت ہیں کہ حسبِ اعمال لوگوں کے مختلف درجات ہیں اور یہ معلوم ہے کہ عمل ایمان میں شامل ہے اس لیے جیسے جیسے عمل اچھے ہوتے جائیں گے ایمان میں اضافہ ہوتا جائے گا اور جیسے جیسے عمل برے ہوتے جائیں گے ایمان میں کمی آتی جائے گی۔

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۲۸۷)]

(۲) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (۳۲۸۹)]

(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۲۹۰)]

(٤) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۲۹۱)]

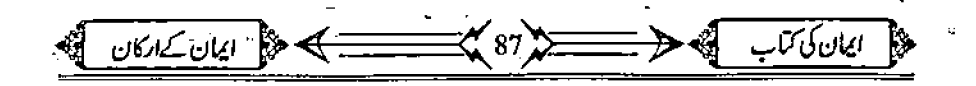
(٥) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۲۹٦)]

(٦) [مسلم (۳٥) کتاب الایمان : باب بیان عدد شعب الایمان وأفضلها وأدناها]

(۷) [مسلم (۳۹) کتاب الایمان : باب بیان تفاضل الاسلام وأی أموره افضل]

(۸) [مسلم (٤٠) کتاب الایمان : باب بیان تفاضل الاسلام وأی أموره افضل]

(۹) [بخاری (۲۲) کتاب الایمان : باب تفاضل أهل الایمان فی الاعمال]



باب ارکان الایمان — ایمان کے ارکان کا بیان

ارکان جمع ہے رُکن کی اور رکن کسی بھی چیز کا ایسا اہم جز ہوتا ہے جس کے بغیر وہ چیز مکمل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ایمان کا اگر ایک رکن بھی ساقط ہو جائے تو انسان مومن نہیں رہتا خواہ وہ لاکھ ایمان کے دعوے کرتا رہے۔ جیسے عمارت اپنے تمام ستونوں پر ہی قائم رہ سکتی ہے اسی طرح ایمان بھی اپنے تمام ارکان کے ذریعے ہی مکمل ہو سکتا ہے۔ ایمان کے چھ ارکان ہیں:

(1) اللہ پر ایمان (2) فرشتوں پر ایمان (3) آسمانی کتابوں پر ایمان

(4) نبیوں پر ایمان (5) یوم آخرت پر ایمان (6) اچھی بری تقدیر پر ایمان

جیسا کہ کتاب وسنت کی متعدد نصوص اس پر شاہد ہیں۔ چند ملاحظہ فرمائیے:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ ﴾ [البقرة : ١٧٧]

”ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو۔“

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴾ [البقرة : ٢٨٥]

”رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے، انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔“

(3) سورۂ نساء میں ارشاد ہے کہ

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِن قَبْلُ وَمَن يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا

بَعِيدًا﴾ [النساء : ١٣٦]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں، ایمان لاؤ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔''

(4) سورۂ قمر میں ہے کہ

﴿ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴾ [القمر : ٤٩]

''بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے پر پیدا کیا ہے۔''

(ابن کثیرؒ) انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں اس معنی کی چند دیگر آیات بھی ذکر فرمائی ہیں جیسے ﴿ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ﴾ [الفرقان : ٢] ''اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے۔'' پھر فرمایا ہے کہ ائمہ سنت نے ان آیات سے استدلال کرتے ہوئے تقدیر الٰہی کا اثبات کیا ہے۔ یعنی ساری مخلوقات پیدا کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو ان کا علم تھا اور اس نے ان کی تقدیر لکھ دی۔ نیز ائمہ نے ان آیات اور اس معنی کی احادیث سے فرقۂ قدریہ کا بھی رد کیا ہے جس کا ظہور عہد صحابہ کے آخر میں ہوا تھا۔(١)

حدیث جبریل میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کے دریافت کرنے پر فرمایا:

﴿ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلَائِكَتِهِ وَ كُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَ شَرِّهِ ﴾

''(ایمان یہ ہے کہ) تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی (نازل کردہ) کتابوں پر، اس کے پیغمبروں پر، یوم آخرت پر اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔''(٢)

(عبدالرحمٰن بن ناصر سعدی، شیخ صالح بن فوزان، محمد خلیل ہراس) ایمان کے چھ ارکان ہیں۔(٣)

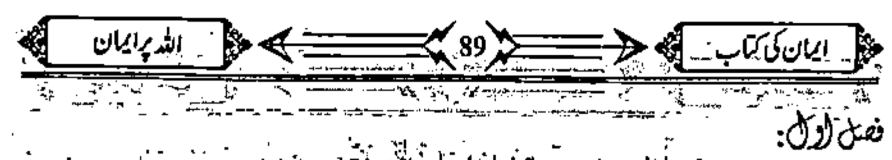
کچھ اہل علم نے ارکان ایمان میں **''جنات وشیاطین پر ایمان''** کو بھی شامل کیا ہے۔ بالترتیب ان ارکان کا تفصیلی بیان آئندہ اوراق میں پیش خدمت ہے۔

---

(١) [تفسیر ابن کثیر (٤٨٢/٧)]

(٢) [مسلم (٨) کتاب الایمان : باب بیان الایمان والاسلام والاحسان، بخاری (٥٠) کتاب الایمان : باب سوال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام والاحسان، ابو داود (٤٦٩٥) ترمذی (٢٦١٠) مسند احمد (١٨٤) ابن حبان (١٦٨) ابن منده (١٢) ابن أبی شیبة (٤٤/١١) ابن خزیمة (٢٥٠٤)]

(٣) [التنبیهات اللطیفة (ص : ٨٢) اعانة المستفید (٣٧/١) شرح العقیدة الواسطیة لابن تیمیة (ص : ٢٧)]



فصل اول:



اللہ پر ایمان کا معنی

اللہ پر ایمان سے مراد اس بات کی معرفت، تصدیق، اقرار اور پختہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور وہ اپنے افعال (یعنی ربوبیت)، اسماء وصفات اور عبادت (یعنی الوہیت) میں یکتا ہے۔

اللہ پر ایمان کی اور بھی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں جیسے:

1- اللہ تعالیٰ پر ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اُن تمام اُمور میں یکتا سمجھا جائے جن کا وہ استحقاق رکھتا ہے۔

2- اللہ تعالیٰ کو اس کے حقوق میں یکتا تصور کرنا۔

3- اس بات کا پختہ اعتقاد رکھنا کہ ہر چیز کا مالک، خالق اور کائنات کا منتظم صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے علاوہ ہر معبود باطل ہے (وغیرہ وغیرہ)۔(۲)

شیخ عبداللہ بن عبدالحمید الاثری فرماتے ہیں کہ ایمان باللہ ہی عقیدہ اسلامیہ کی اساس اور لب لباب ہے اور یہی اصل ہے، اس کے علاوہ باقی ارکانِ ایمان اس کے تابع ہیں۔(۳)

اللہ کے وجود پر ایمان

وجودِ باری تعالیٰ کے دلائل چار طرح کے ہیں:

(1) فطری (2) شرعی (3) عقلی (4) حسی

❊ فطری دلیل یہ ہے کہ ہر چیز میں فطری طور پر اپنے فاطر یعنی خالق و مالک کی محبت موجود ہے کیونکہ ہر پیدا ہونے والی چیز اپنے خالق پر ایمان اور دینِ اسلام پر ہی پیدا ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ﴾ [الروم: ۳۰] ''اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق کو بدلنا نہیں۔'' عکرمہ، مجاہد، حسن، ابراہیم، ضحاک اور قتادہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ''اللہ کی فطرت'' سے مراد دینِ اسلام اور ''اللہ کی خلقت'' سے مراد دین اللہ ہے۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی

(۱) [رسالة في أسس العقيدة (ص: ۱۵)]

(۲) [دیکھئے: الایمان باللہ، محمد بن ابراهیم الحمد (ص: ۲)]

(۳) [الوجيز في عقيدة السلف الصالح (ص: ۳۵)]

فطرت سے مراد اللہ کی معرفت اور توحید ہے یعنی ہر مخلوق اللہ کی معرفت و توحید پر پیدا ہوتی ہے۔(۱)

حدیثِ نبوی ہے کہ ''ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔''(۲) اب اس فرمان میں یہ نہیں کہا گیا کہ والدین بچے کو مسلمان بھی بنا دیتے ہیں کیونکہ وہ پیدا ہی اسلام پر ہوتا ہے۔

❁ وجودِ باری تعالیٰ کے شرعی دلائل تو بہت زیادہ ہیں حتیٰ کہ اس بارے میں کسی قسم کے شک کی بھی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ یہی باعث ہے کہ پیغمبروں نے اپنی اقوام سے کہا تھا کہ ﴿ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ ﴾ [ابراھیم : ۱۰] ''کیا اللہ کے بارے میں (انہیں) شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔'' اسی طرح تمام پیغمبروں کی بعثت، تمام کتبِ سماویہ، دنیا و آخرت میں بندوں کے مصالح پر مشتمل اللہ کے احکام مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ اور کائنات سے متعلقہ تمام خبریں اللہ تعالیٰ کے وجود کا قطعی ثبوت ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور وجود پر عقلی دلیل یہ ہے کہ یہ بات ضروری ہے کہ کائنات کی تمام مخلوقات (پہاڑ، درخت، انسان، حیوان، سمندر اور صحرا وغیرہ) کا کوئی خالق و موجد ہو کیونکہ کوئی بھی چیز خود بخود وجود میں نہیں آ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دلیل کو یوں ذکر فرمایا ہے ﴿ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ ﴾ [الطور: ۳۵] ''کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے پیدا ہو گئے ہیں یا خود پیدا کرنے والے ہیں۔'' یعنی نہ تو یہ کسی خالق کے بغیر خود پیدا ہوئے ہیں اور نہ ہی یہ خود خالق ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ ان کا کوئی خالق ہو اور وہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

❁ دلائل حسیہ بھی بہت زیادہ ہیں جن میں سے ایک دعاؤں کی قبولیت ہے کہ بعض اوقات انسان اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتا ہے اور وہ چیز اسے فوراً عطا کر دی جاتی ہے، جو اس بات کا ثبوت ہے لوگوں کا کوئی رب ہے جو ان کی پکار سنتا ہے اور ان کا مطالبہ پورا کرتا ہے۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین سے پانی جاری فرما دیا۔(۳) اسی طرح نبی کریم ﷺ سے ایک آدمی نے آ کر دعائے استسقاء کی درخواست کی، آپ ﷺ نے دعا کی تو ایک ہفتہ بارش ہوتی رہی اور پھر آپ کی دعا سے ہی بارش بند ہوئی۔(۴)

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۳۱۳/٦)]

(۲) [بخاری (٤٧٧٥) کتاب تفسیر القرآن : باب لا تبدیل لخلق الله ، مسلم (٢٦٥٨) کتاب القدر : باب معنى كل مولود يولد على الفطرة]

(۳) [القمر : ١٠]

(٤) [حسن : هداية الرواة (١٤٥٣)' (١٤٧/٢) ابو داود (١١٧٣) كتاب الصلاة : باب رفع اليدين في الاستسقاء ' مستدرك حاكم (٣٢٨/١)]

اللہ کی ربوبیت پر ایمان

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان سے مراد پختہ طور پر یہ اعتقاد اور اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہر چیز کا خالق و مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہی ساری کائنات کا نظام (جیسے ہواؤں کا آنا، بادلوں کا چھا جانا، بارش برسنا، مرنا، جینا، سیلابوں اور طوفانوں کا آنا، دن رات اور موسموں کی تبدیلی وغیرہ) چلا رہا ہے، وہی بندوں کا خالق، رازق، انہیں زندگی بخشنے والا اور موت سے ہمکنار کرنے والا ہے اور اس کے حکم کو کوئی پھیرنے والا نہیں۔ مختصر الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے تمام افعال میں اسے یکتا ماننا ربوبیتِ الٰہی پر ایمان ہے اور یہ ایمان واجب ہے۔ جیسا کہ بہت سے دلائل اس کا واضح ثبوت ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ [الفاتحة : ۱] "سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔"

اور ارشاد فرمایا﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٤] "خبردار! اسی کے لیے خلق اور امر ہے، اللہ بابرکت ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔"

اور فرمایا﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ﴾ [البقرة : ٢٩] "وہی ذات ہے جس نے زمین میں موجود ساری اشیاء تمہارے لیے پیدا کیں۔"

ایک اور جگہ فرمایا﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾ [الذاریات : ٥٨] "بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی سب کو رزق دینے والا، قوت والا اور زور آور ہے۔"

عقیدے کی یہ قسم ایسی ہے کہ مشرکینِ مکہ اور دیگر ادیان والے بھی اکثر لوگ اس کے معترف رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾ [الزخرف : ٨٧] "اور اگر آپ ان سے سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔" تاہم کچھ ایسے بدبخت بھی گزرے ہیں جو یقیناً انسان ہونے کے باوجود جانوروں سے بھی بدتر تھے اور انہوں نے اس توحید کا انکار کیا حتی کہ اپنے آپ کو ہی رب قرار دے دیا جیسا کہ فرعون نے کہا تھا ﴿ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴾ [النازعات : ٢٤] "میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔" اللہ تعالیٰ نے اسے دریا میں غرق کر دیا اور تا قیامت لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا۔

اللہ کی الوہیت پر ایمان

اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان سے مراد پختہ طور پر یہ اعتقاد ہے کہ برحق معبود صرف اللہ تعالیٰ ہے، اس کے

علاوہ ہر معبود باطل ہے اور عبادت کی ظاہری و باطنی ہر قسم (مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، دعا، استعانت، نذر، ذبح، توکل، خوف، امید اور محبت وغیرہ) صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے، عبادت کی کسی قسم میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾ [الفاتحة : ٥]

''(اے اللہ!) ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔''

اور فرمایا﴿ وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴾ [المومنون : ١١٧] ''اور جو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے اس کے پاس اس کی کوئی دلیل موجود نہیں، بلاشبہ اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے، یقیناً کافر لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔''

الوہیت کا عقیدہ ہی وہ عقیدہ ہے جس کی دعوت لے کر تمام پیغمبر مبعوث ہوئے، یہی دین کی ابتدا و انتہا اور پیغمبروں کی پہلی اور آخری دعوت ہے۔ اسی کے لیے کتابیں نازل کی گئیں، جہادی تلواریں سونتی گئیں اور مومنوں اور کافروں کے درمیان فرق کیا گیا۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے بھی یہی عقیدہ مراد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴾ [الانبياء : ٢٥] ''(اے پیغمبر!) آپ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں لہٰذا تم میری ہی عبادت کرو۔''

جب یہ بات طے ہے کہ خالق، رازق، مالک، مدبر الامور، زندہ کرنے والا، مارنے والا اور تمام صفات کمال سے متصف اللہ تعالیٰ ہی ہے تو وہی سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ [الذاريات : ٥٦] ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔'' درحقیقت توحید الوہیت توحید ربوبیت کا ہی تقاضا ہے کہ جو سب کچھ کرنے والا ہے عبادت بھی اسی کی ہونی چاہیے۔ مشرکینِ مکہ کو اسی وجہ سے مشرک اور مسلمانوں کے دشمن قرار دیا گیا کیونکہ وہ ایک اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے بہت سے معبود بنا رکھے تھے۔ ورنہ توحید ربوبیت کے تو وہ بھی قائل تھے جیسا کہ اس کی دلیل پیچھے ذکر کی جا چکی ہے۔

بہر حال اہل السنہ والجماعہ اور ائمہ سلف کا عقیدہ یہ ہے کہ توحید الوہیت کی بنیاد دو چیزیں ہیں:

① ایک یہ کہ عبادت کی تمام انواع و اقسام کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی خاص کیا جائے، خالق کے حقوق میں سے مخلوق کو کچھ بھی نہ دیا جائے۔ لہٰذا غیر اللہ کے لیے نہ نماز پڑھی جائے، نہ سجدہ کیا جائے، نہ نذر مانی جائے اور نہ توکل وغیرہ کیا جائے کیونکہ توحید الوہیت کا تقاضا یہ ہے کہ عبادت کی ہر قسم کو صرف اللہ کے ساتھ ہی مختص کیا جائے۔ اور عبادت یا تو دل اور زبان کا قول ہوتا ہے اور یا دل اور اعضاء کا عمل ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ

ہے کہ ﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [الإنعام : ١٦٢-١٦٣] ’’(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا صرف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مطیع ہونے والا ہوں۔‘‘ اور فرمایا ﴿ أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ﴾ [الزمر : ٣] ’’خبردار! دین خالص اللہ ہی کے لیے ہے۔‘‘

② توحید الوہیت کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ عبادت اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق ہو۔ کیونکہ ’’ لا الٰہ الا اللہ ‘‘ کا تقاضا یہ ہے کہ عبادت اور خشوع وخضوع کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کو خاص کیا جائے اور ’’محمد رسول اللہ ‘‘ کا تقاضا یہ ہے کہ عبادت کا جو طریقہ رسول اللہ ﷺ نے سکھایا ہے اسی کے مطابق عبادت کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان ’’جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں وہ مردود ہے۔‘‘ (١) کا یہی مفہوم ہے۔

اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان سے مراد یہ پختہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام اور بلند صفات ہیں، وہ تمام صفات وکمال سے متصف ہے، تمام صفات نقص سے پاک ہے اور اپنی تمام صفات میں منفرد اور ساری کائنات سے یکتا وجدا ہے۔ اہل السنہ والجماعہ کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود جو اپنے اسماء وصفات بیان کیے ہیں اور جو اللہ کے رسول نے بیان کیے ہیں ان پر من وعن ایمان لانا واجب ہے، ان میں کسی قسم کے الحاد (٢) سے کام نہ لیا جائے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے لیے بغیر تمثیل (٣)، تکییف (٤)، تعطیل (٥) اور تحریف (٦) کے ثابت کیا جائے۔ اس سلسلے میں ان کے ہاں اصول اللہ تعالیٰ کے یہ فرامین ہیں ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ [الشوری : ١١] ’’اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔‘‘ ﴿ وَ لِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ أَسْمَائِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف: ١٨٠] ’’اور اللہ کے لیے اچھے اچھے نام ہیں تم اسے ان کے ساتھ پکارو اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں، عنقریب انہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کرتے تھے۔‘‘

---

(١) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٦٣٩٨)]
(٢) [الحاد حق سے انحراف کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی بھی طریقے سے ہو۔]
(٣) [کسی چیز کو کسی چیز کا مثل ثابت کرنا، جو کسی بھی وجہ سے اس کے مشابہ ہو۔]
(٤) [جس ہیئت وکیفیت پر صفات ہوتی ہیں اس کا بیان۔]
(٥) [صفات کا انکار کرنا یا کچھ کا اثبات اور کچھ کا انکار کرنا۔]
(٦) [نص کو لفظی یا معنوی طور پر تبدیل کر دینا اور اسے ظاہری معنی سے ایسے معنی کی طرف پھیر دینا جس پر لفظ دلالت نہیں کرتا۔]

ائمہ سلف کا عقیدہ:

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں سلف صالحین کا عقیدہ بالاختصار آئندہ سطور میں پیش خدمت ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت متعین کرنا درست نہیں کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کی کیفیت بیان نہیں فرمائی۔ ان کی کیفیت سب سے زیادہ جاننے والا خود اللہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ﴾ [البقرة : ١٤٠] ''آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ۔''

اور فرمایا ﴿ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ٧٤] ''اللہ کے لیے مثالیں مت بیان کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

اللہ تعالیٰ کے بعد اللہ کے متعلق سب سے زیادہ جاننے والے رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ [النجم : ٣-٤]

''وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے، وہ تو وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔''

❁ اللہ تعالیٰ ہی پہلا ہے اس سے پہلے کوئی چیز نہیں، آخری ہے اس کے بعد کوئی چیز نہیں، ظاہر ہے اس کے اوپر کوئی چیز نہیں، باطن ہے اس کے پیچھے کوئی چیز نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [الحديد : ٣]

''وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔''

❁ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ہر چیز کا خالق و رازق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴾ [الملك : ١٤]

''کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے (بلکہ) وہی باریک بین اور باخبر ہے۔''

❁ اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے مگر وہ ساتویں زمین کے نیچے کی ہر چیز سے بھی باخبر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ [طه : ٥] ''رحمن عرش پر مستوی ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أَنَا أَمِيْنُ مَنْ فِي السَّمَاءِ ﴾ ''میں اس کا امین ہوں جو آسمان میں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ)۔''(١)

❁ اللہ تعالیٰ کا عرش اور کرسی برحق ہے، عرش اور کرسی کی وسعت کا اندازہ صرف اسی کو ہے، اللہ عرش اور کرسی سے مستغنی ہے، وہ عرش پر اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی حکمت کی وجہ سے مستوی ہے جسے صرف وہی جانتا

(١) [بخاری (٤٣٥١) كتاب المغازي : باب بعث علي بن أبي طالب و خالد بن الوليد الى اليمن]

ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾

[البقرة:٢٥٥] ''اس کی کرسی کی وسعت نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے، وہ ان کی حفاظت سے تھکتا نہیں، وہ تو بہت بلند اور بڑا ہے۔''

❁ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا، اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں، فراخ ہیں اور وہ جیسے چاہے خرچ کرتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ﴾ [ص: ٧٥]

''تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔''

اور فرمایا ﴿ وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ﴾ [المائدة: ٦٤] ''اور یہودیوں نے کہا کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، (درحقیقت) انہی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور انہوں نے جو کہا اس کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی، اللہ کے ہاتھ تو فراخ ہیں وہ جیسے چاہے خرچ کرتا ہے۔''

❁ اللہ تعالیٰ سنتا ہے، دیکھتا ہے، علم رکھتا ہے، قدرت رکھتا ہے، قوت والا ہے، عزت والا ہے، کلام کرتا ہے، زندہ ہے، اس کا قدم ہے، پنڈلی ہے اور ہاتھ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی یہ صفات بیان فرمائی ہیں۔(۱)

❁ روزِ قیامت مومنین اپنے رب کا دیدار کریں گے اور اس سے ہم کلام ہوں گے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ [القيامة: ٢٢-٢٣]

''اس روز کچھ چہرے تر وتازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔''

اور فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ﴾

''یقیناً تم اپنے رب کو اس طرح (بآسانی) دیکھو گے جیسے چودہویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔''(۲)

❁ اللہ تعالیٰ ہر روز رات کے آخری حصے میں آسمانِ دنیا پر اترتے ہیں جیسے اللہ کی شان اور عظمت کے لائق ہے اور بندوں کو پکارتے ہیں کہ کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کرلوں۔(۳)

---

(۱) [دیکھئے: طه: ٤٦۔ التحريم: ٢۔ النساء: ١٦٤۔ الرحمن: ٢٧۔ المائدة: ١١٩، ٥٤۔ الزخرف: ٥٥۔ القلم: ٤٢۔ آل عمران: ٢۔ الممتحنة: ١٣]

(۲) [بخاری (٧٤٣٧) كتاب التوحيد: باب قول الله تعالى وجوه يومئذ ناضرة]

(۳) [بخاری (١١٤٥) كتاب الجمعة: باب الدعاء في الصلاة من آخر الليل ' مسلم (٧٥٨) ترمذی (٤٤٦) ابو داود (١٣١٥) ابن ماجه (١٣٦٦) مسند احمد (٧١٩٦) مؤطا (٤٤٧) دارمی (١٤٤٢)]

❊ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لیے تشریف لائیں گے جیسے اللہ کی شان کے لائق ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝ وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴾ [الفجر: ٢١-٢٢]

''یقیناً جس دن زمین کوٹ کوٹ کر برابر کر دی جائے گی۔ اور تیرا رب (خود) آ جائے گا اور فرشتے (بھی) صفیں بنا کر۔''

❏ واضح رہے کہ مذکورہ تمام صفات (جن کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے) کے بارے میں ائمہ سلف کا ایمان کامل ہے اور وہ انہیں من وعن تسلیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ امام زہریؒ نے فرمایا کہ ''رسالت اللہ کی طرف سے ہے، رسول کی ذمہ داری ہے پیغام پہنچا دینا اور ہم پر لازم ہے اسے تسلیم کر لینا۔''(١) امام مالکؒ نے فرمایا کہ ''وہ لوگ اہل بدعت ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں کلام کرتے ہیں اور اس طرح خاموش نہیں رہتے جیسے صحابہ وتابعین خاموش رہا کرتے تھے۔''(٢) امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ''کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کی ذات کے بارے میں کچھ بھی بولے بلکہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انہی صفات کے ساتھ متصف کیا جائے جو اس نے خود اپنے لیے بیان کی ہیں۔''(٣) حافظ نعیم بن حمادؒ نے فرمایا کہ ''جس نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی اس نے کفر کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا انکار کیا جو اس نے خود اپنے لیے بیان کی ہے اس نے بھی کفر کیا۔''(٤)

❏ ایمان باللہ اور عقیدۂ توحید کی تفصیل کے لیے ہماری آئندہ کتاب **''توحید کی کتاب''** ملاحظہ فرمایئے۔

---

(١) [سير أعلام النبلاء للامام ذهبي (٣٧٧/٥)]

(٢) [شرح السنة للبغوي (٢١٧/١)]

(٣) [عقيدة السلف أصحاب الحديث للامام الصابوني (ص: ٤٢)]

(٤) [شرح أصول اعتقاد أهل السنة (٥٨٧/٤)]



فصل دوم:

فرشتوں پر ایمان

فرشتوں کا تعارف

فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک نورانی مخلوق ہیں، جو مختلف صورتیں بدلنے پر قادر ہیں، بڑی قوت والے ہیں، نقل وحرکت کی بڑی طاقت رکھتے ہیں، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی عبادت اور اپنے احکام کی بجا آوری کے لیے منتخب کر رکھا ہے، وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ صرف وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا فرمایا ہے جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ ﴾ "فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔"(۱) ان کی پیدائش کب ہوئی؟ اس کے متعلق اتنا تو قرآن کریم میں مذکور ہے کہ تخلیقِ آدم سے پہلے وہ موجود تھے لیکن وہ کتنا عرصہ پہلے پیدا کیے گئے اس بارے میں کوئی صحیح وواضح دلیل موجود نہیں۔ فرشتوں کو ان کی اصلی شکلوں میں انبیاء کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا البتہ اگر وہ انسانی شکل میں آئیں تو انہیں ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔ فرشتے مذکر ہیں یا مؤنث اس کے متعلق کوئی صراحت موجود نہیں البتہ ان کے مؤنث ہونے کی قرآن نے تردید کی ہے۔ فرشتوں کو نہ کھانے پینے کی حاجت ہے اور نہ شادی بیاہ کی اور نہ ہی ان کی کوئی اولاد ہے، وہ نہ تھکتے ہیں نہ بیمار ہوتے ہیں، نہ آرام کرتے ہیں نہ سوتے ہیں اور وہ اپنی تخلیق کے روزِ اول سے زندہ ہیں اور تا قیامت زندہ ہی رہیں گے۔

فرشتوں کی صفات

کتاب وسنت میں فرشتوں کی مختلف صفات بیان کی گئی ہیں، چند حسبِ ذیل ہیں۔

❂ فرشتے سخت اور مضبوط ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ ﴾ [التحريم: ٦] "اس (یعنی جہنم) پر سخت دل اور مضبوط فرشتے مقرر ہیں۔"

جبرئیل علیہ السلام کا وصف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ﴿ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴾

---

(۱) [مسلم (۲۹۹٦) كتاب الزهد والرقائق: باب في أحاديث متفرقة، السنن الكبرى للبيهقي (۹/۳) مصنف عبد الرزاق (۱۰۱/۴۲٥) شعب الإيمان للبيهقي (۱/۱٥۰) ابن حبان (٦۲٦۱) مسند عبد بن حميد (۱٤۸۳) مسند احمد (۲٥۹۳۸)]

[التکویر : ۲۰] ''جو قوت والا ہے، عرش والے (اللہ) کے نزدیک بلند مرتبہ ہے۔''

❁ فرشتے بڑے بڑے جسموں والے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں) فرمایا ''میں نے انہیں ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ میں نے انہیں آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا تو ان کا جسم آسمان سے زمین تک وسیع تھا۔(۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا تو ان کے چھ سو پَر تھے، ہر پَر اُفق کو گھیرے ہوئے تھا اور ان کے پروں سے مختلف رنگ اور قیمتی موتی گر رہے تھے۔(۲)

اللہ کا عرش اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک کی صورت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے کان کی لو سے کندھے تک کا فاصلہ اتنا طویل ہے جتنی سات سو سال کی مسافت ہوتی ہے۔(۳)

❁ تمام فرشتے جسامت میں یکساں نہیں بلکہ مختلف ہیں، کچھ کے دو پر ہیں اور کچھ کے تین، کچھ کے چار اور کچھ کے چھ سو پر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ﴾ [الفاطر : ۱]

''اللہ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں جو (ابتداءً) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور دو دو، تین تین، چار چار پَروں والے فرشتوں کو اپنا قاصد بنانے والا ہے۔ تخلیق میں وہ جو کچھ چاہتا ہے زیادتی کرتا ہے۔''

❁ فرشتے خوبصورت ہیں (مگر بعض اوقات اللہ تعالیٰ انہیں انتہائی ڈراؤنی شکلیں بھی عطا کر دیتے ہیں جیسے ان فرشتوں کو جو کافر کی روح قبض کرنے کے لیے آتے ہیں(۴))۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ﴿ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ﴾ [النجم : ٦]

---

(۱) [مسلم (۱۷۷) کتاب الایمان : باب معنیٰ قوله تعالى ولقد رآه بالأفق المبين ، بخاری (۳۲۳۲) کتاب بدء الخلق: باب اذا قال أحدكم آمين]

(۲) [مسند احمد (۳۹۵/۱) ، (۲۹٤/٦) امام ابن کثیرؒ نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔[البداية والنهاية (٤٧/١)]]

(۳) [صحيح : صحيح ابو داود ، ابو داود (٤٧٢٧) كتاب السنة : باب في الجهمية]

(٤) [حسن : الترغيب والترهيب لمحي الدين ديب مستو (٥٢٢١) مسند احمد (٢٨٧/٤) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔[مجمع الزوائد (٥٠/٣)] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ [كما في الترغيب والترهيب تحت الحديث (٥٢٢١)]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ ''ذومرۃ'' کا معنی ہے خوبصورت دکھائی دینے والا۔ قتادہؒ نے اس کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ طویل و حسین جسامت والا۔(۱)

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال دیکھ کر اپنے ہاتھ کاٹ لینے والی خواتین کا قول یوں نقل فرمایا ہے کہ ﴿ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴾ [یوسف: ۳۱] ''اللہ کی پناہ! یہ کوئی انسان نہیں بلکہ یہ تو کوئی معزز فرشتہ ہے۔'' بلاشبہ انہوں نے یہ بات اسی لیے کہی کیونکہ لوگوں میں یہ بات معروف تھی کہ فرشتے انتہائی خوبصورت ہوتے ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''بلاشبہ جب مومن بندے کا دنیا سے رخصت ہونے اور آخرت کی طرف سفر کرنے کا وقت آتا ہے تو آسمان سے روشن چہروں والے فرشتے اس کی طرف اترتے ہیں' گویا کہ ان کے چہرے سورج کی مانند چمکدار ہیں۔''(۲)

❁ فرشتے معزز اور پاکباز ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴾ [عبس: ۱۵-۱۶]

''ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہے۔ جو معزز اور پاکباز (فرشتے) ہیں۔''

❁ فرشتے علم والے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴾ [النجم: ۵]

''اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے۔''

امام طبریؒ فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ کو یہ قرآن جبرئیل علیہ السلام نے سکھایا ہے۔(۳) اس سے معلوم ہوا کہ جبرئیل علیہ السلام تعلیم و تعلم کے وصف کے ساتھ متصف ہیں۔

فرشتوں کی خصوصیات

فرشتوں کی کچھ ایسی صفات و خصوصیات ہیں جن میں وہ جنوں، انسانوں اور دیگر تمام مخلوقات سے ممتاز ہیں۔ چند ایک کا ذکر پیش خدمت ہے:

❁ فرشتوں کی رہائش گاہیں آسمانوں میں ہیں، وہ مخلوق میں حکمِ الٰہی کی تنفیذ کے لیے اترتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۷/۴۴۴)]

(۲) [حسن: الترغیب والترهیب لمحی الدین دیب مستو (۵۲۲۱) مسند احمد (۴/۲۸۷)]

(۳) [تفسیر طبری (۲۲/۴۹۸)]

﴿ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ﴾ [الزمر : ٧٥]
''اور تو فرشتوں کو اللہ کے عرش کے اردگرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہوئے دیکھے گا۔''
ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ
﴿ يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ﴾ [النحل : ٢]
''وہی فرشتوں کو اپنی وحی دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے۔''
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
﴿ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَ مَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَ يَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَ صَلَاةِ الْعَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمُ اللّٰهُ ۔ وَ هُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ ۔ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ ؟ فَيَقُوْلُوْنَ : تَرَكْنَاهُمْ وَ هُمْ يُصَلُّوْنَ وَ أَتَيْنَاهُمْ وَ هُمْ يُصَلُّوْنَ ﴾
''رات اور دن میں فرشتوں کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔ اور فجر اور عصر کی نمازوں میں (ڈیوٹی پر آنے والوں اور رخصت پانے والوں کا) اجتماع ہوتا ہے۔ پھر تمہارے پاس رہنے والے فرشتے جب اوپر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے' حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ اپنے بندوں کے بارے میں جانتا ہے' کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جب انہیں چھوڑا تو وہ (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے اور جب ان کے پاس گئے تب بھی وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔''(١)
❁ فرشتے مؤنث نہیں اور نہ ہی کتاب و سنت میں کہیں انہیں مذکر کہا گیا ہے:
ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ
﴿ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ إِنَاثًا أَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُوْنَ ﴾ [الزخرف : ١٩] ''اور انہوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں' مؤنث قرار دے لیا ہے، کیا ان کی پیدائش کے موقع پر یہ موجود تھے؟ ان کی یہ گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے (اس چیز کی) بازپرس کی جائے گی۔''
ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ
﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنْثَى ﴾ [النجم : ٢٧]
''بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کا مؤنث نام رکھتے ہیں۔''

---

(١) [بخاری (٥٥٥) كتاب مواقيت الصلاة : باب فضل صلاة العصر ، السنن الكبرى للبيهقي (٤٦٥/١) السنن الكبرى للنسائي (٤١٩/٤) شعب الايمان للبيهقي (٢٧٠٨) أبو عوانة (٨٧٠) أبو يعلى (٦٢٠٠) ابن حبان (١٧٦٧) موطا (٤١٦)]

معلوم ہوا کہ فرشتے مؤنث نہیں اور نہ ہی انہیں کسی مقام پر مذکر کہا گیا ہے بلکہ انہیں صرف عباد الرحمن کہا گیا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا پہلی آیت میں ہے اس لیے انہیں عباد الرحمن ہی کہنا چاہیے۔

۞ فرشتے اللہ کے کسی حکم کی بھی نافرمانی نہیں کرتے اور نہ ہی ان سے کوئی گناہ صادر ہوتا ہے بلکہ ان کی طبیعت وفطرت میں ہی اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری رکھ دی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴾ [التحريم: ٦]

''وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔''

ایک دوسرا ارشاد یوں ہے کہ ﴿ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴾ [الأنبياء: ٢٧]

''(فرشتے) کسی بات میں بھی اللہ پر پیش دستی نہیں کرتے بلکہ اس کے حکم پر کاربند ہیں۔''

۞ فرشتے اللہ کی عبادت سے نہ تھکتے ہیں اور نہ ہی اُکتاتے ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ۝ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴾ [الأنبياء: ١٩۔٢٠] ''اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ دن رات تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ﴾ [فصلت: ٣٨] ''اگر یہ تکبر کریں تو تیرے رب کے پاس جو (فرشتے) ہیں وہ اس کی شب و روز تسبیح بیان کرتے ہیں اور وہ اُکتاتے نہیں۔''

فرشتوں پر ایمان کا مفہوم

فرشتوں پر ایمان سے مراد ان کے وجود پر پختہ اعتقاد ہے[1] اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نور سے پیدا کیا ہے، ان کی مختلف ڈیوٹیاں لگا رکھی ہیں، وہ انہیں ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حکم کی کامل اطاعت اور اس کی تنفیذ کی پوری قوت عطا کر رکھی ہے۔ اسی طرح کتاب وسنت میں جن فرشتوں کے ناموں کا ذکر ہے اور ان کی جن صفات واعمال کا ذکر ہے ان پر پختہ یقین رکھنا۔(۲)

---

(۱) [سرسید احمد خان [تفسیر القرآن (٤٢/١)] اور غلام احمد پرویز [آئینہ پرویزیت (ص: ٨٧٨) از مولانا عبد الرحمن کیلانیؒ] نے فرشتوں کے خارجی وجود کا انکار کیا ہے۔ بلاشبہ ان کا یہ نظریہ باطل ہے یہی وجہ ہے کہ امت نے ان کے اس موقف کو قبول نہیں کیا۔]

(۲) [رسالة في أسس العقيدة (ص: ٧٢) الايمان حقيقته ، خوارمه ، نواقضه (ص: ٧١)]

فرشتوں پرایمان چند اُمور پر مشتمل ہے جن سے واقف ہونا ہر مسلمان پر لازم ہے اور وہ یہ ہیں:

① فرشتوں کے وجود کا اقرار اور تصدیق جیسا کہ متعدد دلائل اس پر شاہد ہیں۔

② فرشتوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ مَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ﴾ [المدثر: ۳۱]

''اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

واقعہ معراج والی حدیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو بیت المعمور کے متعلق بتایا کہ اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے (عبادت کے لیے) داخل ہوتے ہیں اور جب وہ اس سے نکل جاتے ہیں تو دوبارہ ان کی کبھی باری نہیں آتی۔(۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اس روز جہنم کو لایا جائے گا تو اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔''(۲)

③ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرشتوں کی عظیم قدر و منزلت اور بلند مقام کا اقرار کرنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴾ [الانبياء: ۲٦] ''بلکہ (وہ تو) معزز عبادت گزار ہیں۔'' ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ﴿ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴾ [عبس: ۱۵۔ ۱٦] یعنی معزز اور پاکباز کہہ کر پکارا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ وہ تو اپنے پروردگار کی تسبیحات بیان کرتے ہوئے تھکتے ہی نہیں۔ [فصلت: ۳۸] اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمیں اٹھائی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالصَّافَّاتِ صَفًّا ٥ فَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا ٥ فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا ﴾ [الصافات: ۱۔۳]

''قسم ہے صف باندھنے والے (فرشتوں) کی۔ پھر پوری طرح ڈانٹنے والوں کی۔ پھر ذکر الٰہی کی تلاوت کرنے والوں کی۔''

ایک دوسرے مقام پر یوں قسمیں اٹھائیں کہ

﴿ وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا ٥ وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا ٥ وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا ٥ فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا ٥ فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا ﴾ [النازعات: ۱۔۵]

''ڈوب کر سختی سے کھینچنے والے (فرشتوں) کی قسم۔ بند کھول کر چھڑا دینے والوں کی قسم۔ اور تیرتے پھرنے

---

(۱) [بخاری (۳۲۰۷) كتاب بدء الخلق: باب ذكر الملائكة، مسلم (١٦٤) ترمذی (۳۳٤٦) مسند احمد (۷۸۵۰) نسائی (٤٤٧) ابن حبان (٤٨) ابن أبي شيبة (٣٠٢/١٤) أبو عوانة (١١٦/١)]

(۲) [مسلم (۲۸٤۲) كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها: باب في شدة حر نار جهنم]

والوں کی قسم۔ پھر دوڑ کر آگے بڑھنے والوں کی قسم۔ پھر کام کی تدبیر کرنے والوں کی قسم۔"

④ یہ اعتقاد کہ اللہ کے ہاں فضل وشرف میں فرشتوں کے مختلف درجات ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ اللّٰهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴾ [الحج : ٧٥]

"فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو اللہ تعالیٰ چُن لیتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔"

ایک دوسرا ارشاد یوں ہے کہ

﴿ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلّٰهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ﴾ [النساء : ١٧٢]

"مسیح (علیہ السلام) کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی تکبر وانکار ہرگز ہو ہی نہیں سکتا اور نہ مقرب فرشتوں کو۔"

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغام پہنچانے کے لیے کچھ فرشتوں کو منتخب کر رکھا ہے اور کچھ فرشتے اللہ کے مقرب ہیں، جو ثبوت ہے کہ یہ دوسرے فرشتوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح افضل فرشتے وہ ہیں جو مقرب ہیں اور عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور مقرب فرشتوں میں بھی تین فرشتے افضل ہیں جن کا ذکر نبی کریم ﷺ کی اس دعا میں ہوا ہے جسے آپ ﷺ صلاۃ اللیل کی ابتدا میں پڑھا کرتے تھے۔ وہ تین فرشتے جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام ہیں۔(١) ان تینوں میں سے افضل جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کو ان کے سپرد کر رکھا ہے اور اس عظیم ذمہ داری کی وجہ سے انہیں مشرف بنایا ہے اور قرآن کریم میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے جیسے کسی اور فرشتے کا نہیں کیا، ان کے لیے ایک نام "روح" استعمال فرمایا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الشعراء [آیت : ١٩٣] اور سورۃ القدر [آیت : ٤] میں ہے اور سورۂ مریم [آیت : ١٧] اور سورۂ نحل [النحل : ١٠٢] میں تو لفظ روح کو اپنی طرف منسوب کر کے ذکر فرمایا ہے اور سورۂ تکویر [آیت : ١٩-٢١] میں انہیں رسول اور کریم کہہ کر پکارا ہے اور قوت اور بلند مرتبے والا کہا ہے اور فرمایا ہے کہ آسمانوں میں ان کی اطاعت کی جاتی ہے اور وہ وحی پر امین ہیں اور اچھے نظر آنے والے ہیں۔

⑤ فرشتوں سے دوستی رکھنا اور ان سے دشمنی سے بچنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ الْمُؤْمِنُونَ وَ الْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ﴾ [التوبة : ٧١] "اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔" اس آیت میں فرشتے بھی شامل ہیں کیونکہ وہ بھی مومن ہیں اور اپنے رب کی اطاعت پر قائم ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق خود ہی خبر دی ہے کہ "وہ اس کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔" [التحریم : ٦] اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی اپنے رسول ﷺ اور مومن بندوں سے دوستی کا بھی ذکر کیا ہے۔ فرمایا:

(١) [حسن، صحيح ابن ماجه، ابن ماجه (١٣٥٧) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها : باب ما جاء في الدعاء اذا قام الرجل من الليل، مسند احمد (٦/١٠٦) نسائي (٣/١٧٣)]

﴿ وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ﴾ [التحریم: ٤]

''اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو یقیناً اللہ اس کا کارساز ہے اور جبرئیل ہیں اور نیک اہل ایمان اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ﴾ [فصلت: ٣٠۔٣١] ''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو۔ تمہاری دنیاوی زندگی میں بھی ہم تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی رہیں گے۔''

اور ایک مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ﴾ [الاحزاب: ٤٣]

''وہی ہے جو تم پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے (تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں) تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جائے۔''

معلوم ہوا کہ مومنوں پر واجب ہے کہ فرشتوں سے دوستی رکھیں کیونکہ وہ بھی ان سے دوستی رکھتے ہیں، ان کی تائید وحمایت کرتے ہیں اور ان کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اور فرشتوں سے دشمنی رکھنے سے بچنا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ﴾ [البقرة: ٩٨] ''جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہو، ایسے کافروں کا دشمن خود اللہ ہے۔''

معلوم ہوا کہ فرشتوں سے دشمنی اللہ سے دشمنی کا سبب ہے اور اللہ سے دشمنی موجب ہلاکت ہے اس لیے فرشتوں سے دشمنی رکھنے سے بچنا بہر صورت ضروری ہے۔

٦ یہ عقیدہ رکھنا کہ فرشتے محض اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق اور اس کے حکم کے پابند ہیں، وہ بذات خود تدبیر الامور کا اختیار نہیں رکھتے۔ اس لیے ضروری ہے کہ عبادت کو اس اللہ کے لیے خالص کیا جائے جو ان کا اور دیگر تمام مخلوقات کا خالق ہے اور اس کی مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس کا شریک نہ بنایا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُم بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴾

[آل عمران : ۸۰] ''اور یہ نہیں (ہوسکتا) کہ وہ تمہیں فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لینے کا حکم کرے، کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد بھی تمہیں کفر کا حکم کرے گا۔'' معلوم ہوا کہ نبیوں اور فرشتوں (یا کسی اور کو) رب والی صفات کا حامل باور کرانا کفر ہے۔(۱)

⑤ کتاب وسنت میں بطورِ خاص جن فرشتوں کے نام ذکر ہوئے ہیں (جیسے جبریل، میکائیل، اسرافیل، مالک، ہاروت، ماروت، رضوان، منکر اور نکیر وغیرہ) یا جن کا کوئی وصف ذکر ہوا ہے (جیسے نگران ونگہبان وغیرہ) یا کوئی ذمہ داری ذکر ہوئی ہے (جیسے موت کا فرشتہ اور پہاڑوں کا فرشتہ وغیرہ) یا اجمالاً جن کی ذمہ داریوں کا ذکر ہے (جیسے عرش کو اٹھانے والے فرشتے، کراماً کاتبین اور بیت المعمور میں عبادت کے لیے آنے والے فرشتے وغیرہ) ان سب پر اسی طرح ایمان لانا واجب ہے جس طرح کتاب وسنت میں ان کا ذکر ہوا ہے۔

یہ تھے وہ اُمور جن کی معرفت اور ان پر اعتقاد فرشتوں پر ایمان کے حوالے سے ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

فرشتوں کی ذمہ داریاں

۞ جبرئیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے پاس اپنا پیغام یعنی وحی پہنچانے کی ذمہ داری سونپ رکھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :

﴿ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴾

[الشعراء : ۱۹۳-۱۹۵] ''اسے امانت دار فرشتہ (یعنی جبرئیل علیہ السلام) لے کر آیا ہے۔ آپ کے دل پر اترا ہے کہ آپ آگاہ کر دینے والوں میں سے ہو جائیں۔ صاف عربی زبان میں ہے۔''

پیچھے یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام تمام فرشتوں سے افضل ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ باقی فرشتوں کے سردار ہیں جیسا کہ یہ ثابت ہے کہ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرمائی اور ان فرشتوں کی قیادت جبرئیل علیہ السلام ہی کر رہے تھے یقیناً وہ ان کے سردار تھے اسی لیے تو قیادت کر رہے تھے۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ قدر کی رات جبرئیل علیہ السلام کی معیت میں فرشتے زمین پر اترتے ہیں، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے سردار ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصل شکل وصورت میں دیکھا تھا، باقی موقعوں پر وہ کسی آدمی کی صورت میں ہی آتے رہے۔ ایک مرتبہ مشرقی اُفق کی جانب جیسا کہ ارشاد ہے کہ ﴿ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ﴾ [التکویر : ۲۳] ''اس نے اسے (یعنی جبرئیل علیہ السلام کو) آسمان کے کھلے کنارے پر دیکھا بھی ہے۔''

---

(۱) [تفسیر احسن البیان (ص : ۱۵۷)]

اور دوسری مرتبہ معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔ارشاد ہے کہ ﴿ وَ لَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۝ عِندَ سِدْرَةِ الْمُنتَهَىٰ ﴾ [النجم : ١٣-١٤] ''اسے ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔''

۞ میکائیل علیہ السلام کو بارش برسانے اور نباتات وغیرہ اُگانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔جیسا کہ ایک طویل روایت میں مذکور ہے کہ یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا ''جبرئیل (علیہ السلام) تو جہاد اور عذاب کا حکم لے کر اترتا ہے اس لیے یہ ہمارا دشمن ہے، ہاں اگر آپ میکائیل (علیہ السلام) کا نام لیتے جو رحمت ، نباتات اور بارش لے کر آتا ہے تو پھر آپ کی بات قابل قبول تھی۔'' (١)

میکائیل علیہ السلام بھی اللہ کے ہاں انتہائی معزز اور بلند مقام فرشتوں میں سے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ بطورِ خاص ان کا ذکر فرمایا ہے۔فرمایا﴿ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ﴾ [البقرة : ٩٨] ''جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہو، ایسے کافروں کا دشمن خود اللہ ہے۔'' اور حدیث شریف میں مذکور ایک دعا میں بھی ان کا خصوصی ذکر ملتا ہے جیسا کہ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ﴿ اللَّهُمَّ رَبَّ جِبْرِيلَ وَ مِيكَائِيلَ وَ إِسْرَافِيلَ ﴾ ''اے اللہ! جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم السلام) کے رب۔''(٢) اسی باعث اہل علم نے کہا ہے کہ مذکورہ تینوں فرشتے باقی تمام فرشتوں سے افضل ہیں۔جبکہ کچھ اہل علم نے ان تینوں کے ساتھ ایک چوتھے فرشتے کو بھی ملایا ہے جسے قرآن میں ملک الموت کہا گیا ہے، اس کا نام نہ تو قرآن میں مذکور ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں ، البتہ بعض آثار میں اس کا نام عزرائیل بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ امام ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا ہے۔(٣)

۞ اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔صور سے مراد بگل نما آلہ یا سینگ ہے جس میں اللہ کے حکم سے جب اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے تو قیامت برپا ہو جائے گی۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ صور کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔''(٤) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(١) [مسند احمد (٢٧٤/١)]

(٢) [حسن : صحيح ابن ماجه ، ابن ماجه (١٣٥٧) كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها : باب ما جاء في الدعاء اذا قام الرجل من الليل ، مسند احمد (١٥٦/٦) نسائی (١٧٣/٣)]

(٣) [البداية والنهاية (٥١/١)]

(٤) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٣٨٦٣) ابو داود (٤٧٤٢) كتاب السنة : باب في ذكر البعث والصور ، مسند ترمذی (٢٤٣٠) كتاب صفة القيامة : باب ما جاء في شأن الصور ، مسند احمد (١٦٢/٢) امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔]

فرمایا﴿ كَيْفَ أَنْعَمُ وَ قَدِ الْتَقَمَ صَاحِبُ الْقَرْنِ الْقَرْنَ وَ حَنٰى جَبْهَتَهُ وَ أَصْغٰى سَمْعَهُ يَنْظُرُ مَتٰى يُؤْمَرُ ﴾ ''میں کیسے بے فکر ہو سکتا ہوں، صور والا فرشتہ صور کو اپنے منہ میں لیے ہوئے ہے، اس نے اپنی پیشانی کو جھکا رکھا ہے اور اپنا کان لگا کر منتظر ہے کہ کب اسے (اس میں پھونکنے کا) حکم دیا جاتا ہے۔'' (۱)

اسرافیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے صور میں تین پھونکیں ماریں گے۔ ایک گھبراہٹ کی پھونک، دوسری بے ہوشی کی اور تیسری دوبارہ اٹھنے کی۔ گھبراہٹ کی پھونک کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے ﴿ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ﴾ [النمل: ۸۷] ''اور جس روز صور میں پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے گھبرا جائے گا مگر جسے اللہ چاہے (وہ نہیں گھبرائے گا)۔'' دوسری اور تیسری پھونک کا ذکر اس آیت میں ہے ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ﴾ [الزمر: ۶۸] ''اور صور میں پھونک دیا جائے گا تو آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔''

۞ روح قبض کرنے کی ذمہ داری ملک الموت علیہ السلام کو سونپی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ﴾ [السجدة: ۱۱]

''(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ تمہاری روحیں وہ موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔''

ملک الموت کے ساتھ کچھ دوسرے فرشتوں کو بھی مقرر کیا گیا ہے جو انسان کے عمل کے حساب سے آتے ہیں یعنی اگر نیک ہے تو اچھی شکل و صورت میں اور اگر بد ہے تو انتہائی ہیبت ناک صورت میں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴾ [الانعام: ۶۱]

''حتیٰ کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے تو اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے۔''

حدیث میں ہے کہ ﴿ إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَ إِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ مِنَ السَّمَاءِ بِيضُ الْوُجُوهِ، كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الشَّمْسُ ...... وَ إِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ إِذَا كَانَ فِي انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَ إِقْبَالٍ مِنَ الْآخِرَةِ نَزَلَ إِلَيْهِ مَلَائِكَةٌ سُودُ الْوُجُوهِ مَعَهُمُ الْمُسُوحُ فَيَجْلِسُونَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَجِيءُ مَلَكُ الْمَوْتِ ...... ﴾ ''بلاشبہ جب مومن بندے کا دنیا سے رخصت ہونے اور آخرت کی

(۱) [صحيح۔ السلسلة الصحيحة (۱۰۷۹) صحيح الترغيب والترهيب (۳۵۶۹) ترمذی (۳۲۴۳) كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة الزمر، مسند احمد (۷/۳)]

طرف سفر کرنے کا وقت آتا ہے تو آسمان سے روشن چہروں والے فرشتے اس کی طرف اترتے ہیں' گویا کہ ان کے چہرے سورج کی مانند چمکدار ہیں...... اور جب کافر کا دنیا سے روانگی اور آخرت کی طرف کوچ کا وقت آتا ہے تو اس کی طرف سیاہ چہروں والے فرشتے اُترتے ہیں۔ ان کے پاس (انتہائی بدبودار) ٹاٹ کا کفن ہوتا ہے۔ وہ اس کے قریب سے تاحدِ نگاہ پھیل کر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر موت کا فرشتہ آتا ہے۔''(۱)

۞ ملک الجبال علیہ السلام (یعنی پہاڑوں کا فرشتہ) کو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی نگرانی سونپ رکھی ہے۔ اس فرشتے کا ذکر اس روایت میں ہے، جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف کو دعوتِ اسلام پیش کی مگر انہوں نے اسے قبول نہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

﴿ فَرَفَعْتُ رَأْسِيْ ، فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِيْ فَنَظَرْتُ ، فَإِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ ، فَنَادَانِيْ فَقَالَ : إِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَ مَا رَدُّوْا عَلَيْكَ ، وَقَدْ بَعَثَ اللّٰهُ إِلَيْكَ "مَلَكَ الْجِبَالِ" لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ ، فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ، ثُمَّ قَالَ : يَا مُحَمَّدُ ! فَقَالَ : ذَالِكَ فِيْمَا شِئْتَ ، إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : بَلْ أَرْجُوْ أَنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا ﴾

''میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بدلی کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ کیے ہوئے ہے اور میں نے دیکھا کہ اس میں جبرئیل علیہ السلام موجود ہیں، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکا اور جو انہوں نے جواب دیا ہے وہ بھی سن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ ان کے بارے میں جو چاہیں اسے حکم دے دیں۔ اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی، انہوں نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمد! پھر انہوں نے وہی بات کہی کہ آپ جو چاہیں (اس کا حکم فرمادیں) اگر آپ چاہیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑ اُن پر لا کر ملا دوں (جن سے وہ چکنا چور ہو جائیں)؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' مجھے تو اس کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی نسل سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اکیلے اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔''(۲)

۞ ایک فرشتہ خواتین کے رحموں (یعنی پیٹ کی وہ مخصوص جگہ جہاں بچے کو تخلیق کیا جاتا ہے) پر مقرر ہے جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [حسن : الترغيب والترهيب لمحي الدين ديب مستو (۵۲۲۱) مسند احمد (۲۸۷/۴) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ الحافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔]

(۲) [بخاری (۳۲۳۱) كتاب بدء الخلق : باب ذكر الملائكة ، مسلم (۱۷۹۵) كتاب الجهاد والسير : باب ما لقي النبي ﷺ من أذى المشركين والمنافقين]

﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا يَقُولُ يَا رَبِّ نُطْفَةٌ يَا رَبِّ عَلَقَةٌ يَا رَبِّ مُضْغَةٌ ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقْضِيَ خَلْقَهُ قَالَ : أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثَى ، شَقِيٌّ أَمْ سَعِيدٌ ، فَمَا الرِّزْقُ وَالْأَجَلُ فَيُكْتَبُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ ﴾

''رحم مادر میں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے۔ وہ کہتا ہے اے رب! اب یہ نطفہ ہے، اے رب! اب یہ جما ہوا خون بن گیا ہے، اے رب! اب یہ گوشت کا ایک لوتھڑا بن گیا ہے۔ پھر جب خدا چاہتا ہے کہ اس کی خلقت پوری کرے تو وہ کہتا ہے کہ مذکر ہے یا مؤنث، بد بخت ہے یا نیک بخت، روزی کتنی مقدر ہے اور عمر کتنی ہے، پس ماں کے پیٹ میں ہی فرشتہ یہ تمام باتیں لکھ دیتا ہے۔''(۱)

✿ کچھ فرشتوں کو اللہ کا عرش اٹھانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا ﴾ [غافر : ۷] ''عرش کے اٹھانے والے اور اس کے پاس کے (فرشتے) اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔''

اور ارشاد ہے کہ

﴿ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ﴾ [الحاقة : ۱۷]

''اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔''

✿ کچھ فرشتوں کو جنت اور جہنم کے داروغے مقرر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴾ [الزمر : ۷۳]

''اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ اپنے رب کی طرف روانہ کیے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آ جائیں گے اور دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہاں کے نگران (فرشتے) ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو، تم خوش حال رہو، تم اس میں ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ۔''

اور فرمایا:

﴿ وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا ﴾ [الزمر : ۷۱]

''کافروں کے غول کے غول جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے، جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اس

---

(۱) [بخاری (۳۱۸) کتاب الحیض : باب قول الله عزوجل مخلقة وغير مخلقة ، مسلم (۲۶٤٦) کتاب القدر : باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه وكتابة رزقه وأجله]

کے دروازے ان کے لیے کھول دیے جائیں گے اور وہاں کے نگران (فرشتے) ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟"

قرآن کریم نے جہنم کے داروغوں کی تعداد انیس (19) بیان کی ہے۔ ارشاد ہے کہ

﴿ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً ﴾ [المدثر : ۳۰۔۳۱] "اس پر انیس (فرشتے مقرر) ہیں۔ ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتے رکھے ہیں اور ہم نے ان کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لیے مقرر کی ہے۔"

جہنم کے ایک داروغے کا نام "مالک" ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ ﴾ [الزخرف : ۷۷]

"اور (جہنمی) پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے، وہ (فرشتہ جواب میں) کہے گا کہ تمہیں تو (ہمیشہ اسی میں) رہنا ہے۔"

ایک حدیث میں ہے کہ جہنم کے اس داروغے کو جس کا نام مالک ہے نبی کریم ﷺ نے دیکھا ہے۔ فرمایا:

﴿ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي ، قَالَا الَّذِي يُوقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَ أَنَا جِبْرِيلُ وَ هٰذَا مِيكَائِيلُ ﴾ "میں نے آج رات (خواب میں) دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے ہیں۔ ان دونوں نے مجھے بتایا کہ وہ جو آگ جلا رہا ہے، وہ جہنم کا داروغہ مالک نامی فرشتہ ہے۔ میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔" (۱)

۞ کچھ فرشتے بیت المعمور (۲) کی زیارت کرنے والے ہیں۔ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس میں داخل ہوتے ہیں اور پھر دوبارہ کبھی ان کی باری نہیں آتی۔ رسول اللہ ﷺ نے معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ پھر میرے سامنے بیت المعمور لایا گیا تو میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا یہ بیت المعمور ہے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جب وہ اس سے نکل جاتے ہیں تو پھر دوبارہ اس میں کبھی نہیں لوٹتے۔ (۳)

۞ کچھ فرشتے زمین میں چلتے پھرتے رہتے ہیں اور مجالسِ ذکر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [بخاری (۳۲۳۶) کتاب بدء الخلق : باب ذکر الملائکۃ]

(۲) [بیت المعمور خانہ کعبہ کے بالکل اوپر ساتویں آسمان پر فرشتوں کی عبادت گاہ کا نام ہے۔ [دیکھئے: فتح الباری (۴۹۳/۹)]]

(۳) [بخاری (۳۲۰۷) کتاب بدء الخلق : باب ذکر الملائکۃ ، مسلم (۱٦٤) کتاب الایمان : باب الاسراء برسول اللہ الی السموات وفرض الصلوات ، ترمذی (۳۳٤٦) مسند احمد (۷۸۵۰) نسائی (٤٤۷)]

﴿ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ قَالَ فَيَحُفُّونَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا ...... ﴾

''اللہ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو راستوں میں پھرتے رہتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پھر جہاں وہ کچھ ایسے لوگوں کو پا لیتے ہیں جو اللہ کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں کہ آؤ ہمارا مطلب حاصل ہو گیا۔ پھر وہ پہلے آسمان تک اپنے پَروں سے ان پر امنڈتے رہتے ہیں۔'' (۱)

اور یہ بھی ثابت ہے کہ یہ فرشتے نبی کریم ﷺ کو امت کی طرف سے بھیجا ہوا سلام پہنچاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالَى مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الْأَرْضِ يُبَلِّغُونِي مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ ﴾

''یقیناً اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں وہ مجھے میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔'' (۲)

۞ دو فرشتے مخلوق کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں، انہیں کراماً کاتبین کہا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ ٥ كِرَامًا كَاتِبِينَ ٥ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴾ [الانفطار: ۱۰۔۱۲]

''یقیناً تم پر نگہبان عزت والے، لکھنے والے مقرر ہیں، تم جو کچھ کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ٥ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴾ [ق: ۱۷۔۱۸] ''جس وقت دو لینے والے جا لیتے ہیں، ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔ (انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔''

مجاہدؒ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ایک فرشتہ انسان کے دائیں جانب اور دوسرا اس کے بائیں جانب بیٹھا ہوا ہے، دائیں جانب والا نیکی لکھتا ہے اور بائیں جانب والا بدی لکھتا ہے۔ (۳)

۞ دو فرشتوں کی ذمہ داری قبر میں لوگوں سے سوال کرنے کی ہے، انہیں منکر اور نکیر کہا گیا ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) [بخاری (٦٤٠٨) کتاب الدعوات : باب فضل ذکر الله عزوجل، مسلم (٢٦٨٩) کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار : باب فضل مجالس الذکر]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٢١٧٤) نسائی (١٢٨٢) کتاب السهو : باب السلام علی النبی ﷺ]

(۳) [تفسیر طبری (٣٤٢/٢٢) تفسیر فتح القدیر (٢٩/٧)]

﴿ يَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ : مَنْ رَبُّكَ ؟ فَيَقُولُ : رَبِّيَ اللّٰهُ ' فَيَقُولَانِ لَهُ ' مَا دِينُكَ ؟ فَيَقُولُ : دِينِيَ الْإِسْلَامُ ' فَيَقُولَانِ : مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ ؟ فَيَقُولُ : هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ ...... ﴾

''مومن آدمی کے پاس (قبر میں) دو فرشتے آتے ہیں۔ وہ اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میرا رب اللہ ہے۔ پھر وہ اس سے دریافت کرتے ہیں' تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے' میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ دریافت کرتے ہیں کہ کون شخص تھا جو تم میں بھیجا گیا؟ وہ جواب دیتا ہے' وہ اللہ کے رسول ہیں۔'' (۱)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا : الْمُنْكَرُ ' وَ لِلْآخَرِ : النَّكِيرُ ﴾

''جب مردے کو قبر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے فرشتے آتے ہیں' ان کی آنکھیں نیلگوں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔'' (۲)

۞ کچھ فرشتے نماز جمعہ میں شرکت کرنے والوں کا اندراج کرتے ہیں۔ فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ وَ مَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدِي بَدَنَةً ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدِي بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشًا ثُمَّ دَجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَوْا صُحُفَهُمْ وَ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ ﴾

''جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاتے ہیں اور جو لوگ (جمعہ کے لیے مسجد) آتے ہیں ان کے نام بالترتیب (اپنے رجسٹروں میں) لکھتے جاتے ہیں۔ جو پہلی گھڑی میں آتا ہے اس کے لیے اتنا ثواب ہے جتنا ایک اونٹ ذبح کرنے کا اور اس کے بعد (والی گھڑی میں) آنے والے کے لیے ایک گائے ذبح کرنے کا ثواب ہے، اس کے بعد والے کے لیے ایک بکرے (دنبے کی قربانی) کے برابر ثواب ہے، اس کے بعد آنے والے کے لیے ایک مرغی کے برابر اور اس کے بعد آنے والے کے لیے ایک انڈے کے برابر۔ اور جب امام آ جاتا ہے تو وہ فرشتے اپنے رجسٹر بند کر کے وعظ سننا شروع کر دیتے ہیں۔'' (۳)

---

(۱) [صحیح : هداية الرواة (۱۱٦/۱) ' (۱۲۷) ابو داود (٤۷٥۳) كتاب السنة : باب فى المسألة فى القبر و عذاب القبر ' نسائى (٤ ۷۸)]

(۲) [حسن : هداية الرواة (۱۱٦/۱) صحيح ترمذى ' ترمذى (۱۰۷۱) كتاب الجنائز : باب ما جاء فى عذاب القبر ' یہ روایت مسلم کی شرط پر ہے۔]

(۳) [بخارى (۹۲۹) كتاب الجمعة : باب الاستماع الى الخطبة يوم الجمعة ، مسلم (۸٥۰) كتاب الجمعة : باب فضل التهجير يوم الجمعة]

یہ تھے وہ چند مشہور فرشتے جن کے ناموں اور ذمہ داریوں کا ذکر کتاب وسنت میں کیا گیا ہے، ان پر من وعن ایمان لانا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

فرشتے جن کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں

- باجماعت نماز کا انتظار کرنے والوں کے لیے۔(۱)
- اگلی صفوں میں نماز ادا کرنے والوں کے لیے۔(۲)
- صف کے دائیں جانب کھڑے ہونے والوں کے لیے۔(۳)
- صفوں میں مل کر کھڑے ہونے والوں کے لیے۔(٤)
- نماز سے فارغ ہو کر جائے نماز پر ہی بیٹھ رہنے والوں کے لیے (حتی کہ وہ اٹھ جائیں یا بے وضو ہو جائیں)۔(٥)
- لوگوں کو خیر و بھلائی کی تعلیم دینے والوں کے لیے۔(٦)
- مریضوں کی عیادت کرنے والوں کے لیے۔(۷)
- نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے والوں کے لیے۔(۸)
- روزے کے لیے سحری کھانے والوں کے لیے۔(۹)

فرشتے جن پر لعنت بھیجتے ہیں

- اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تعلیمات کا کفر کرنے والوں پر۔(۱۰)

---

(١) [بخاری (٦٤٧) كتاب الاذان : باب فضل صلاة الجماعة]

(٢) [صحيح : صحيح ابوداود ، ابوداود (٦٦٤) كتاب الصلاة ، صحيح الترغيب (٤٩٢)]

(٣) [حسن : صحيح ابوداود ، ابوداود (٦٧٦) كتاب الصلاة ، مشكاة المصابيح (١٠٩٦)]

(٤) [صحيح : صحيح ابن ماجه ، ابن ماجه (٩٩٥) كتاب اقامة الصلاة : باب اقامة الصفوف]

(٥) [صحيح : صحيح ابوداود ، ابوداود (٤٧١) كتاب الصلاة : باب فى فضل القعود فى المسجد ، صحيح الجامع الصغير (١٠٦٥) صحيح الترغيب والترهيب (٤٤٢)]

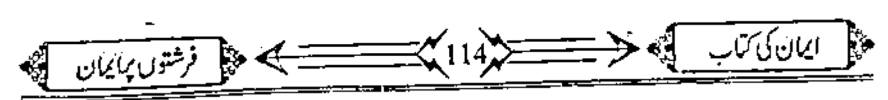
(٦) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (١٨٣٨) ترمذى (٢٦٨٥) صحيح الترغيب والترهيب (٨١)]

(٧) [صحيح : صحيح ترمذى (٧٧٥) كتاب الجنائز : باب ما جاء فى عيادة المريض ، الصحيحة (١٣٦٧)]

(٨) [حسن : صحيح ابن ماجه ، ابن ماجه (٩٠٧) كتاب اقامة الصلاة : باب الصلاة على النبى ﷺ]

(٩) [حسن : صحيح الجامع الصغير (١٨٤٤) صحيح الترغيب والترهيب (١٠٦٦) الصحيحة (١٦٥٤)]

(١٠) [دیکھئے: سورة آل عمران : ٨٦ ، ٨٧ ـ سورة البقرة : ١٦١]



- بدعتی کو پناہ دینے والوں پر۔(۱)
- عہد شکنی کرنے والوں پر۔(۲)
- قوانینِ الٰہی کی تنفیذ میں رکاوٹ پیدا کرنے والوں پر۔(۳)
- اپنے بھائی کے خلاف اسلحہ اٹھانے والوں پر۔(٤)
- صحابہ کرام کو گالیاں دینے والوں پر۔(٥)
- اپنے حقیقی باپوں کو چھوڑ کر دوسروں سے نسب ملانے والوں پر۔(٦)
- شوہروں کی نافرمان عورتوں پر۔(۷)

فرشتے افضل ہیں یا انسان؟

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے جس موقف کو ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ انتہا کے اعتبار سے نیک انسان فرشتوں سے افضل ہیں یعنی جب نیک لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو فرشتے ان کی خدمت میں مصروف ہو جائیں گے۔ تاہم ابتدا کے اعتبار سے فرشتے افضل ہیں کیونکہ وہ ہر وقت اللہ کی عبادت و اطاعت میں مشغول ہیں اور ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہی نہیں جبکہ یہاں نیک انسانوں کی بھی ایسی حالت نہیں۔(۸)

---

(۱) [بخاری (۱۸۷۰) کتاب فضائل المدینة : باب حرم المدینة ، مسلم (۱۳۷۰) کتاب الحج : باب فضل المدینة ، ترمذی (۲۱۲۷) کتاب الولاء والبراء : باب ما جاء فیمن تولی غیر موالیه]

(۲) [أیضا]

(۳) [صحیح : صحیح نسائی النسائی (٤۷۹۰) کتاب القسامة : باب من قتل بحجر أو سوط]

(٤) [مسلم (۲٦۱٦) کتاب البر والصلة والآداب : باب النهی عن الاشارة بالسلاح الی مسلم]

(٥) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (٦۲۸٥)]

(٦) [صحیح : صحیح ابن ماجه ، ابن ماجه (۲٦۰۹) صحیح الجامع الصغیر (٦۰٤ ٦)]

(۷) [بخاری (٥۱۹۳) کتاب النکاح : باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها ، مسلم (۱٤۳٦)]

(۸) [دیکھئے: مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۳٥۰/۱۱)]

فصل سوم:



چونکہ تمام آسمانی کتابیں بذریعہ وحی نازل ہوئی ہیں اس لیے کتابوں کے تعارف اور ان پر ایمان کے حوالے سے گفتگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ وحی کے مفہوم کو سمجھ لیا جائے، ملاحظہ فرمائیے۔

وحی کی لغوی توضیح

لغوی اعتبار سے خفیہ طور پر جلدی سے کسی چیز کی اطلاع دینے کا نام وحی ہے۔ لفظِ وحی اشارہ، کتابت، رسالت اور الہام وغیرہ کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور ہر وہ بات وحی ہے جو تم کسی دوسرے تک پہنچاؤ اور اسے اس کا علم ہو جائے۔ لفظی مفہوم کے اعتبار سے وحی نہ تو انبیاء کے ساتھ خاص ہے اور نہ ہی اس کا اللہ کی طرف سے ہونا ضروری ہے۔ لغوی معنی کے اعتبار سے وحی میں درج ذیل اُمور بھی شامل ہیں:

① انسان کی طرف فطری الہام جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی کی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ أَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوْسَى أَنْ أَرْضِعِيْهِ ﴾ [القصص: ۷] ''اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اسے دودھ پلاتی رہ۔''

② حیوانات کی طرف قدرتی الہام جیسے کہ شہد کی مکھی کی طرف وحی کا ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ أَوْحَى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا ﴾ [النحل: ٦٨] ''اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں (درختوں پر) اپنے گھر بنا۔''

③ بر سبیل رمز تیزی سے کیا جانے والا اشارہ جیسا کہ زکریا علیہ السلام کے متعلق قرآن میں بیان ہوا ہے کہ ﴿ فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَ عَشِيًّا ﴾ [مریم: ۱۱] ''زکریا (علیہ السلام) اپنے حجرے میں سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور انہیں اشارہ کیا کہ تم صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کرو۔''

④ شیطان کا اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالنا اور برائی کو مزین کر کے پیش کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ إِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ﴾ [الانعام: ۱۲۱] ''اور یقیناً شیطان اپنے دوستوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ یہ تم سے جدال (لڑائی جھگڑا) کریں۔''

⑤ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو جو حکم دیتے ہیں تاکہ وہ اسے بجا لائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ

﴿إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ [الانفال : ١٢] ''اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں، پس تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ۔''

وحی کی شرعی تعریف

شرعاً وحی سے مراد ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے انبیاء کو شریعت یا کتاب کی کسی بات کی اطلاع دینا جو وہ ان تک پہنچانا چاہتا ہے خواہ یہ اطلاع بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ۔(۱)

وحی کی اقسام

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ﴾ [الشوری : ٥١]

''ناممکن ہے کہ کسی بندے سے اللہ تعالیٰ کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتہ کو بھیجے اور وہ اللہ کے حکم سے جو وہ چاہے وحی کرے، یقیناً وہ برتر ہے حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں وحی کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں:

① ﴿إِلَّا وَحْيًا﴾

یعنی دل میں کسی بات کا ڈال دینا اس یقین کے ساتھ کہ یہ اللہ کی طرف سے ہی ہے۔اس کی مثال نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے:

﴿إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رُوعِي لَنْ تَمُوتَ نَفْسٌ حَتَّى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ أَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ﴾

''بلاشبہ روح القدس نے میرے دل میں یہ بات پھونکی ہے کہ کوئی جان اس وقت تک ہرگز نہیں مرے گی جب تک اپنا رزق پورا حاصل نہ کر لے، اس لیے تم اللہ سے ڈرو اور (رزق) طلب کرنے کا اچھا طریقہ اختیار کرو۔''(۲)

کچھ اہل علم نے انبیاء کے خوابوں کو بھی اسی قسم کے ساتھ ملایا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے خواب کے متعلق

---

(۱) [اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنة (ص : ١٥٥)]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٢٠٨٥) السلسلة الصحیحة (٢٨٦٦) موارد الظمآن (١٠٨٤) مستدرك حاكم (٤/٢) بغوی (٤١١٢)]

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) سے کہا ﴿ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ ﴾ [الصافات : ١٠٢] ''اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔'' اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا ابتدائی دور اچھے سچے خوابوں سے شروع ہوا ﴿ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ﴾ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچ ثابت ہوتا۔'' (١)

② ﴿ أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ﴾

یعنی بلا واسطہ پردے کے پیچھے سے کلام کرنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ فرمایا کہ ﴿ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ﴾ [النساء : ١٦٤] ''اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام فرمایا۔'' اور ارشاد فرمایا کہ ﴿ وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ ﴾ [الاعراف : ١٤٣] ''اور جب موسیٰ (علیہ السلام) ہمارے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام کیا۔'' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کلام کیا۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ ﴿ فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ ﴾ [البقرة : ٣٧] ''آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے۔'' اور معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا جیسا کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے۔ (٢)

③ ﴿ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ﴾

یعنی فرشتے کے ذریعے وحی بھیجنا۔ جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل پر وحی بھیجی۔ قرآن سارے کا سارا اسی طریقہ وحی کے مطابق نازل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کلام کیا، جبرئیل علیہ السلام نے اسے سنا اور پھر اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴾ [الشعراء : ١٩٢-١٩٤] ''اور بلاشبہ یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے۔ اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔ آپ کے دل پر اترا ہے تاکہ آپ آگاہ کر دینے والوں میں سے ہو جائیں۔'' اور فرمایا کہ ﴿ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ ﴾ [النحل : ١٠٢] ''کہہ دیجئے کہ اسے آپ کے رب کی طرف سے جبرئیل (علیہ السلام) حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں۔''

---

(١) [بخاری (٣) كتاب الوحی : باب كيف كان بدء الوحی الی رسول الله ﷺ، مسلم (١٦٠) كتاب الايمان : باب بدء الوحی الی رسول الله ﷺ، عبد الرزاق (٩٧١٩) أبو عوانة (١١٠/١) طيالسی (١٤٦٧) ابن حبان (٣٣) مسند احمد (٢٦٠١٨) بغوی (٣٧٣٥)]

(٢) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (١٢٧) نسائی (٤٤٨) كتاب الصلاة : باب فرض الصلاة، مشكاة المصابيح (٥٨٦٣) السلسلة الصحيحة (٣٩٥٦)]

❑ نبی کریم ﷺ تک وحی پہنچانے کے سلسلے میں جبرئیل علیہ السلام کے تین احوال تھے:

1- نبی کریم ﷺ انہیں ان کی اصلی صورت میں دیکھتے۔ ایسا دو مرتبہ ہوا (جب آپ پر نزولِ وحی کی ابتداء ہوئی اور معراج کی رات، جیسا کہ اس کا بیان پیچھے گزر چکا ہے)۔

2- کبھی نبی کریم ﷺ کو گھنٹی کی آواز سنائی دیتی اور جب یہ آواز ختم ہوتی تو آپ ﷺ کو وہ بات یاد ہو گئی ہوتی تھی جو جبرئیل علیہ السلام نے کہی ہوتی تھی۔

3- جبرئیل علیہ السلام کسی آدمی کی صورت میں آپ ﷺ کے پاس تشریف لاتے اور اللہ کا پیغام آپ تک پہنچاتے (جیسا کہ اس سلسلے میں حدیثِ جبریل پیچھے ذکر کی جا چکی ہے)۔

مذکورہ بالا آخری دونوں حالتوں کے متعلق نبی کریم ﷺ نے یوں خبر دی ہے کہ ''وحی نازل ہوتے وقت کبھی مجھے گھنٹی کی سی آواز محسوس ہوتی ہے اور وحی کی یہ کیفیت مجھ پر بہت شاق گزرتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میرے دل و دماغ پر (اس فرشتے) کے ذریعہ نازل شدہ وحی محفوظ ہو جاتی ہے اور کسی وقت ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ بشکل انسان میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے۔ پس میں اس کا کہا ہوا یاد رکھ لیتا ہوں۔'' (۱)

لفظِ کتب کی لغوی توضیح

کتب لغت میں کتاب کی جمع ہے جس کا معنی ہے ''وہ چیز جس میں لکھا گیا ہو۔'' اس کا مادہ کاف، تاء اور باء ہے جس کا معنی ''ملانا اور جمع کرنا'' ہے۔ کتاب کو کتاب اسی لیے کہتے ہیں کیونکہ اس میں مختلف قسم کی معلومات جمع کی جاتی ہیں، کاتب کو بھی کاتب اسی لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ حروف کو جمع کرتا ہے اور ایک حرف کو دوسرے کے ساتھ ملاتا ہے۔ (۲)

کتب کی شرعی تعریف

شرعاً کتابوں سے مراد وہ صحیفے اور کتابیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت و رہنمائی اور انہیں دنیا و آخرت کی سعادت عطا کرنے کے لیے اپنے پیغمبروں پر نازل فرمائیں۔ (۳)

الہامی کتب

الہامی کتب میں سے جن کا ذکر کتاب و سنت میں ملتا ہے وہ یہ ہیں:

---

(۱) [بخاری (۲) کتاب الوحی: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول الله ﷺ، مسلم (۲۳۳۳) کتاب الفضائل: باب عرق النبی فی البرد وحین یاتیه الوحی]

(۲) [دیکھئے: الایمان بالکتب (ص: ۲)]

(۳) [رسالة فی أسس العقیدة (ص: ۷۹) اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنة (ص: ۱٦۰)]

❹ تورات: یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے (عبرانی زبان میں) موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِن بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴾ [القصص: ٤٣] ''اوران اگلے زمانہ والوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو ایسی کتاب عنایت فرمائی جو لوگوں کے لیے دلیل اور ہدایت ورحمت ہوکر آئی تھی تا کہ وہ نصیحت حاصل کرلیں۔'' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث شفاعت میں ہے کہ لوگ شفاعت کے لیے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے جب وہ اپنی خطایاں کر کے معذرت کرلیں گے تو لوگ کہیں گے ﴿ ائْتُوا مُوسَىٰ عَبْدًا آتَاهُ اللَّهُ التَّوْرَاةَ وَكَلَّمَهُ تَكْلِيمًا ﴾ ''موسیٰ علیہ السلام کے پاس آؤ، ایسا بندہ جسے اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمائی اور اس سے کلام فرمایا۔''(۱)

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر چند تحریر شدہ تختیوں کی صورت میں تورات نازل فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا ﴾ [الاعراف: ١٤٥] ''اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل ان (یعنی موسیٰ علیہ السلام) کو لکھ کر دی۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تختیوں سے مراد تورات کی تختیاں ہیں۔''(۲) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے باہمی جھگڑے والی حدیث میں مذکور ہے کہ آدم علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ﴿ يَا مُوسَىٰ! اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِكَلَامِهِ وَخَطَّ لَكَ التَّوْرَاةَ بِيَدِهِ ﴾ ''اے موسیٰ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہم کلامی کے لیے منتخب فرمایا اور اپنے ہاتھ سے آپ کے لیے تورات کو لکھا۔''(۳)

تورات بنی اسرائیل کی ایک عظیم کتاب تھی جس میں ان کی شریعت اور احکام موجود تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء اسی کتاب کے مطابق فیصلے کرتے رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ ﴾ [المائدة: ٤٤] ''ہم نے تورات نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت ونور ہے، یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ماننے والے انبیاء اور اہل اللہ اور علماء فیصلے کرتے تھے

(۱) [بخاری (۷٤۱۰) كتاب التوحيد: باب قول الله تعالىٰ لما خلقت بيدي، مسلم (۱۹۳) كتاب الإيمان: باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها]

(۲) [تفسير معالم التنزيل للبغوي (۲۸۰/۳)]

(۳) [بخاری (٦٦١٤) كتاب القدر: باب تحاج آدم وموسى عند الله، مسلم (۲٦٥۲) كتاب القدر: باب حجاج آدم وموسى]

کیونکہ انہیں اللہ کی اس کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس پر اقراری گواہ تھے۔'' بعد ازاں یہودیوں نے تورات میں تحریف کر ڈالی اور آج یہ اپنی اصل شکل میں موجود نہیں۔ اس کے دلائل آئندہ عنوان ''تورات وانجیل تحریف شدہ جبکہ قرآن محفوظ کتاب ہے'' کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

❷ **انجیل:** اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب (خالدی زبان میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَقَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴾ [المائدة : ٤٦] ''اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور اور ہدایت تھی اور وہ اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی اور وہ سراسر ہدایت و نصیحت تھی پارسا لوگوں کے لیے۔'' کچھ اہل علم کا کہنا ہے کہ انجیل میں تقریباً وہی احکام تھے جو تورات میں تھے، صرف چند احکام ہی مختلف تھے[1] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا ﴿ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ﴾ [آل عمران : ٥٠] ''اور میں اس لیے آیا ہوں کہ تم پر بعض وہ چیزیں حلال کروں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔'' قرآن کریم میں نص موجود ہے کہ تورات وانجیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت موجود تھی۔ فرمایا ﴿ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ ﴾ [الاعراف : ١٥٧] ''جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔''

بعد میں تورات کی طرح انجیل بھی تحریف کا شکار ہو گئی جیسا کہ اس کا بیان آئندہ آئے گا۔

❸ **زبور:** یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے (عبرانی زبان میں) حضرت داود علیہ السلام پر نازل فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ﴾ [النساء : ١٦٣] ''اور ہم نے داود (علیہ السلام) کو زبور عطا فرمائی۔'' قتادہؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ہم اس کتاب کے متعلق یہی بیان کیا کرتے تھے کہ اس میں نہ تو فرائض وحدود کا ذکر تھا اور نہ ہی حلال وحرام کا بلکہ اس میں محض اذکار وادعیہ اور اللہ تعالیٰ کی تمجید وتحمید کا ہی ذکر تھا۔[2]

❹ **صحف ابراهيم و موسٰی:** یعنی ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام پر نازل کیے جانے والے صحیفے۔ ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دو مقامات پر کیا ہے۔ سورۂ نجم میں فرمایا ﴿ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى ، وَ

---

(١) [تفسیر ابن کثیر (٣٦/٢)]

(٢) [كما في اصول الايمان في ضوء الكتاب والسنة (١٧٢/١)] مزید دیکھئے: تفسير فتح القدير للشوكاني (٢٤٨/٢) التفسير الوسيط للطنطاوي (١١٣٨/١)]

﴿ إِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى ، أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ، وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ مَا سَعَى ﴾ [النجم: ٣٦-٣٩] ''کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے اور وفادار ابراہیم کے صحیفوں میں تھا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی۔'' اور سورۃ اعلیٰ میں فرمایا ﴿ إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ، صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى ﴾ [الاعلی: ١٨-١٩] ''یہ باتیں پہلے صحیفوں میں بھی ہیں۔ (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ (علیہما السلام) کے صحیفوں میں۔'' اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان چند باتوں کا ذکر کیا ہے جو ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں تھیں اور باقی علم تو اللہ کے پاس ہی ہے۔

❺ **قرآن عظیم:** یہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو اس نے ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ پر (عربی زبان میں) نازل فرمائی۔ یہ کتاب پہلی تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کی محافظ ہے، یہ نزول کے اعتبار سے آخری، سب سے زیادہ شرف والی، سب سے زیادہ کامل اور سابقہ تمام کتب کی ناسخ ہے اور اس کی دعوت جن وانس سب کے لیے عام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾ [المائدة: ٤٨] ''اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کی محافظ ہے۔'' یعنی سابقہ کتابوں پر گواہ اور حاکم ہے۔ اور فرمایا ﴿ قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ﴾ [الانعام: ١٩] ''آپ کہیے کہ سب سے بڑی چیز گواہی دینے کے لیے کون سی ہے، آپ کہیے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ﴾ [الفرقان: ١] ''بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لیے آگاہ کرنے والا بن جائے۔''

کتابوں پر ایمان کا حکم

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان واجب ہے اور ارکان ایمان میں سے ایک عظیم رکن اور دین اسلام کی نہایت اہم اساس ہے۔ اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جیسا کہ اس کے دلائل ابتدائے باب میں گزر چکے ہیں۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ کے یہ فرامین بھی پیش نظر رہنے چاہییں:

﴿ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ

مُسْلِمُونَ ﴾ [البقرة : ١٣٦]

''اے مسلمانو! تم سب کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر بھی جو ہماری طرف اتاری گئی اور جو چیز ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور جو کچھ اللہ کی جانب سے موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) اور دوسرے انبیاء (علیہم السلام) دیئے گئے۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے، ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَ قُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ ﴾ [الشورى : ١٥]

''اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں میرا ان پر ایمان ہے۔''

کتابوں پر ایمان کی کچھ تفصیل

کتابوں پر ایمان چند اُمور پر مشتمل ہے، ملاحظہ فرمایئے:

1- اس بات کی پختہ تصدیق کہ تمام کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿اللّٰهُ لا إِلَـٰهَ إِلاَّ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ ۝ مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ﴾ [آل عمران : ٢-٤] ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور سب کا نگہبان ہے۔ جس نے آپ پر حق کے ساتھ اس کتاب کو نازل فرمایا ہے، جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والی ہے، اسی نے اس سے پہلے تورات اور انجیل کو اتارا تھا۔ اس سے پہلے، لوگوں کو ہدایت کرنے والی بنا کر، اور قرآن بھی اسی نے اتارا، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، بدلہ لینے والا ہے۔''

2- پختہ طور پر یہ اعتقاد کہ تمام کتابوں میں اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ جیسے اس کی شان کے لائق ہے حقیقی طور پر کلام فرماتا ہے۔ تورات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلاَمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة : ٧٥] ''(مسلمانو!) کیا تمہاری خواہش ہے کہ یہ لوگ ایماندار بن جائیں، حالانکہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو کلام اللہ (یعنی تورات) کو سن کر، عقل وعلم والے ہوتے ہوئے، پھر بھی تحریف (لفظی ومعنوی) کیا کرتے تھے۔'' قرآن کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلاَمَ اللّٰهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ

مَأْمَنَهُ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ ﴾ [التوبة : ٦] ”اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ کلام اللہ (یعنی قرآن کریم) سن لے پھر اسے اپنی جائے امن تک پہنچا دے، یہ اس لیے کہ یہ لوگ بے علم ہیں۔“

3- یہ اعتقاد کہ تمام آسمانی کتب اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ ﴾ [آل عمران : ٧٩] ”کسی ایسے انسان کو جسے اللہ تعالیٰ کتاب و حکمت اور نبوت دے، یہ لائق نہیں کہ پھر بھی وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔“ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جس بندے کو بھی نبوت اور کتاب عطا کی جائے یہ ممکن نہیں کہ وہ لوگوں کو اللہ کے علاوہ اپنی عبادت کی طرف بلاتا پھرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہر کتاب اللہ کے لیے خالص عبادت کا ہی حکم لے کر آئی ہے۔

4- اس بات پر پختہ یقین کہ اللہ تعالیٰ کی تمام کتب ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں، ان میں کوئی تعارض وتناقض نہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾ [المائدة : ٤٨] ”اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کی محافظ ہے۔“ اور فرمایا ﴿ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴾ [المائدة : ٤٦] ”اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور اور ہدایت تھی اور وہ اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی۔“ اللہ کے کلام اور لوگوں کے کلام میں یہی فرق ہے کہ لوگوں کے کلام میں تعارض وتناقض ہوتا ہے جبکہ اللہ کے کلام میں ایسا ممکن نہیں، اسی باعث اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کا یہ وصف بیان فرمایا ہے ﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴾ [النساء : ٨٢] ”اور اگر یہ (قرآن) اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔“

5- جن کتب کا اللہ تعالیٰ نے بطورِ خاص نام ذکر کیا ان پر پختہ ایمان اور ان کی تصدیق جیسے تورات، انجیل، زبور، صحف ابراہیم وموسیٰ اور قرآن کریم (ان کتب کا قدرے تفصیلی تعارف سابقہ اوراق میں گزر چکا ہے)۔

6- پختہ اعتقاد کہ قرآن کریم کے ذریعے سابقہ تمام پیغمبروں پر نازل شدہ کتابیں اور صحیفے منسوخ کیے جا چکے ہیں، اب کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ قرآن کی لائی ہوئی تعلیمات کے بغیر اللہ کی عبادت کرے یا فیصلے کرتا پھرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ﴾

[الفرقان : ۱] ''بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لیے آگاہ کرنے والا بن جائے۔'' اور فرمایا﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ○ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ [المائدة : ۱۵۔۱۶] ''اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا رسول (ﷺ) آچکا جو تمہارے سامنے کتاب اللہ کی بکثرت ایسی باتیں ظاہر کر رہا ہے جنہیں تم چھپا رہے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے، تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے۔ جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ انہیں جو رضائے الٰہی کے درپے ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتا ہے اور اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور راہِ راست کی طرف ان کی رہبری کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ اہل کتاب کے درمیان بھی قرآنی احکام کے مطابق ہی فیصلے کریں۔ فرمایا﴿ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ﴾ [المائدة : ۴۸] ''آپ ان (یعنی اہل کتاب) کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ کی اتاری ہوئی کتاب (یعنی قرآن کریم) کے ساتھ فیصلہ کیجیے، اس حق سے ہٹ کر ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ جائیے۔''

حدیثِ نبوی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! یہ تورات ہے۔ آپ ﷺ خاموش رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات پڑھنے لگے، تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک (غصے سے) بدلنے لگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (نے یہ صورت حال دیکھی) تو کہا، اے عمر! گم کرنے والیاں تجھے گم پائیں۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی طرف نہیں دیکھتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو کہا، میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے غصے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر آج موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں اور تم لوگ میری بجائے ان کی اتباع شروع کر دو تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے، تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔'' (۱)

◄◄ یہ تھے وہ چند اُمور جن پر کتب سماویہ کے حوالے سے ایمان رکھنا واجب ہے۔ البتہ قرآن کریم پر اعتقاد کے حوالے سے مزید کچھ تفصیل آئندہ اَوراق میں پیش کی جائے گی۔

(۱) [حسن: المشكاة (۱۹٤) مسند احمد (۳/۳۸۷) كشف الاستار (۱۳٤) شعب الايمان للبيهقي (۱۷۷)]

تورات وانجیل تحریف شدہ جبکہ قرآن کریم محفوظ کتاب ہے

"تورات" تحریف شدہ ہے[1]۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ﴿ أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة : ٧٥] "(مسلمانو!) کیا تمہاری خواہش ہے کہ یہ لوگ ایماندار بن جائیں، حالانکہ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو کلام اللہ (یعنی تورات) کو سن کر، عقل وعلم والے ہوتے ہوئے، پھر بھی تحریف (لفظی ومعنوی) کیا کرتے تھے۔" اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اس کی دلیل ہے ﴿ قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا وَعُلِّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوا أَنتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللَّهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ﴾ [الانعام : ٩١] "آپ یہ کہئے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ (علیہ السلام) لائے تھے جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لیے وہ ہدایت ہے جس کو تم نے ان متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن کو ظاہر کرتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو اور تم کو بہت سی ایسی باتیں بتائی گئی ہیں جن کو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے نازل فرمایا ہے، پھر ان کو ان کے خرافات میں کھیلتے رہنے دیجئے۔" (۱)۔

"انجیل" بھی تحریف شدہ ہے[2]۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ﴿ وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ٥ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ﴾ [المائدة : ١٤-١٥] "اور جو اپنے آپ کو نصرانی کہتے ہیں ہم نے ان سے بھی عہد و پیمان لیا، انہوں نے بھی اس کا بڑا حصہ فراموش کر دیا جو انہیں نصیحت کی گئی تھی، تو ہم نے بھی ان کے آپس میں بغض وعداوت ڈال دی جو تا قیامت رہے گی اور جو کچھ یہ کرتے تھے عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں سب بتا دے گا۔ اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آ چکا جو تمہارے سامنے کتاب اللہ کی بکثرت ایسی باتیں ظاہر کر رہا ہے جنہیں تم چھپا رہے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے، تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آ چکی ہے۔"

---

(۱) [تورات کے تحریف شدہ ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ موجودہ تورات کے آخری حصے "استثناء" میں موسیٰ علیہ السلام کی بیماری، وفات اور وفات کے بعد کے احوال بھی مذکور ہیں جو یقیناً بعد کا اضافہ ہے۔]

(۲) [انجیل کے تحریف شدہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ عیسائیوں کے ذریعے جو انجیل ہم تک پہنچی ہے وہ ایک نہیں بلکہ چار ہیں (متی، مرقس، لوقا اور یوحنا) حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام پر چار نہیں بلکہ ایک انجیل نازل کی گئی تھی۔]

بعض ائمہ نے اس آیت کے آخری حصے کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یعنی وہ پیغمبر ہر اس بات کی حقیقت ظاہر کرتا ہے جسے انہوں نے بدل ڈالا تھا اور جس میں تحریف، تاویل، افتراء علی اللہ اور سکوت عن الحق کا ارتکاب کیا تھا۔(۱)
یہ آیات اس بات کا ثبوت ہیں کہ تورات وانجیل تحریف شدہ ہیں۔ اسی باعث علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ تورات وانجیل میں تحریف وتغییر داخل ہو چکی ہے۔(۲)

"قرآن کریم" ہر قسم کی تحریف وتبدیلی سے پاک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾ [الحجر : ۹] "ہم نے ذکر نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔" امام طبریؒ نے اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم قرآن کی اس طرح حفاظت کرنے والے ہیں کہ نہ تو اس میں کسی باطل چیز کا اضافہ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کے احکام میں سے کوئی کم کیا جا سکتا ہے۔(۳) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی قابل ذکر ہے ﴿ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴾ [فصلت : ٤٢] "جس کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، یہ ہے نازل کردہ حکمتوں والے خوبیوں والے (اللہ) کی طرف سے۔" ایک اور مقام پر فرمایا کہ ﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ، إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ﴾ [القيامة : ١٦-١٧] "(اے نبی!) آپ قرآن کو جلدی (یاد کرنے) کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں۔ اس کا جمع کرنا (یعنی آپ کے سینے میں) اور (آپ کی زبان سے) پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔" یہ آیات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا کامل ترین بندوبست فرمایا، یہی وجہ ہے کہ آج بھی قرآن کریم من وعن اسی طرح ہمارے پاس موجود ہے جیسے محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا اور تا قیامت اسی طرح محفوظ رہے گا۔

کتبِ سماویہ جن اُمور میں متفق ہیں

① ان سب کا مصدر ایک ہے یعنی تمام کتبِ سماویہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ○ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ﴾ [آل عمران : ٢-٣] "اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو زندہ اور سب کا نگہبان ہے۔ جس نے آپ پر حق کے ساتھ اس کتاب کو نازل فرمایا ہے۔"

② تمام کتب کے نزول کا مقصد ایک ہے یعنی سب اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اور دینِ اسلام کی طرف بلاتی

(۱) [تفسیر ابن کثیر (٦٣/٣)]
(۲) [دیکھیے: اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنۃ (ص : ۱۸۰)]
(۳) [تفسیر طبری (٧/١٤)]

ہیں اور اسلام ہی تمام پیغمبروں کا دین ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ [النحل : ٣٦] ”اور بے شک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (اس لیے) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿ إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴾ [آل عمران : ١٩] ”یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔“ اور اسلام ہی وہ دین ہے جسے اپنانے کا ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ [البقرة : ١٣١] ”جب اس (ابراہیم علیہ السلام) سے اس کے رب نے کہا مطیع ہو جا تو اس نے کہا میں تمام جہانوں کے رب کے لیے مطیع ہو گیا۔“ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ ﴿ يَا قَوْمِ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ ﴾ [یونس : ٨٤] ”اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو، اگر تم مسلمان ہو۔“ اور حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ﴿ آمَنَّا بِاللَّهِ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴾ [آل عمران : ٥٢] ”ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیے کہ ہم مسلمان ہیں۔“ بہر حال مقصود یہ ہے کہ تمام پیغمبر دین اسلام اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت لے کر ہی مبعوث ہوئے۔

③ عقیدہ کے مسائل، یعنی تمام کتب ایمان بالغیب اور مسائل عقیدہ (جیسے رسولوں پر ایمان، موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان اور یوم آخرت پر ایمان وغیرہ) پر مشتمل ہیں۔

④ عمومی قواعد، جو کہ تمام کتب میں ایک ہی طرح موجود ہیں جیسے جزاء و سزا کا قاعدہ کہ ہر انسان کا حساب ہوگا اور پھر اسے نیکیوں کی اچھی جزا اور برائیوں کی سزا دی جائے گی اور ایک کے گناہوں کا بوجھ دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ، وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ، أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ، وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴾ [النجم : ٣٦-٣٩] ”کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے اور وفادار ابراہیم کے صحیفوں میں تھا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی۔“

اسی طرح تزکیہ نفس کی ترغیب اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ، وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ، بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ، وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ، إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ، صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ﴾ [الاعلی : ١٤-١٩] ”یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جس نے تزکیہ کر لیا۔ اپنے رب کے نام کو یاد کیا اور نماز پڑھی۔ بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ اور آخرت ہی بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔ یہ باتیں پہلے صحیفوں میں بھی ہیں۔ (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ (علیہما السلام) کے صحیفوں میں۔“

ان قواعد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ زمین کی وراثت کے مستحق اللہ کے نیک بندے ہی ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴾ [الانبياء: ۱۰۵] ''ہم زبور میں پند و نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہوں گے۔''

اسی طرح ان عمومی قواعد میں یہ بات بھی بدرجہ اُتم شامل ہے کہ اُخروی اچھا انجام صرف متقین کے لیے ہے۔ جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہے کہ ﴿ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴾ [طه: ۱۳۲] ''اور عمدہ انجام تقویٰ (والوں) کے لیے ہے۔'' اور سورۂ اعراف میں ارشاد ہے کہ ﴿ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ [الاعراف: ۱۲۸] ''اور نہایت ہی اچھا انجام متقین کے لیے ہے۔''

⑤ عدل وانصاف، یعنی تمام پیغمبروں پر عدل وانصاف کا حکم نازل کیا گیا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾ [الحديد: ۲۵] ''یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔''

⑥ فساد وانحراف کے خلاف جنگ پر بھی تمام الہامی کتب متفق ہیں۔

⑦ اچھے اخلاق (جیسے عفو و درگزر، تکلیف پر صبر، اچھی بات کہنا، والدین سے حسن سلوک، عہد کی پاسداری، صلہ رحمی، مہمان کی تکریم، تواضع وانکساری اور مساکین پر رحمت وغیرہ) کی دعوت بھی تمام کتب نے ہی دی ہے۔

⑧ بہت سی عبادات ایسی ہیں جو تمام پیغمبروں اور ان کے متبعین کے ہاں معروف تھیں۔ جیسے نماز اور زکوٰۃ۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ﴿ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ ﴾ [الانبياء: ۷۳] ''اور ہم نے ان کی طرف اچھے کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی کی۔'' اسماعیل علیہ السلام کے متعلق قرآن میں موجود ہے کہ ﴿ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ ﴾ [مريم: ۵۵] ''اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے۔'' اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ﴿ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ﴾ [طه: ۱۴] ''اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کر۔'' اور عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ ﴿ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴾ [مريم: ۳۱] ''اور اس (میرے رب) نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی ہے، جب تک میں زندہ رہوں۔''

اسی طرح روزہ جیسے ہم پر فرض ہے پہلوں پر بھی فرض تھا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾ [البقرة : ۱۸۳] ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسے اُن پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے۔''

اسی طرح حج ہے، اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ ﴿ وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ ﴾ [الحج : ۲۷] ''آپ لوگوں میں حج کا اعلان کردیں۔'' وغیرہ وغیرہ۔

کتبِ سماویہ جن اُمور میں مختلف ہیں

آسمانی کتابیں شریعتوں میں مختلف ہیں، لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کچھ اُمور میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے مختلف تھی اور محمد ﷺ کی شریعت کچھ اُمور میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے مختلف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ﴾ [المائدة : ٤٨] ''تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک شریعت (دستور) اور راہ مقرر کردی ہے۔'' مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء کا دین تو ایک ہی تھا جو دعوتِ توحید پر مشتمل تھا مگر ان کی شریعتیں (دستور اور طریقے) مختلف تھے۔ واضح رہے کہ یہ اختلاف کلی نہیں تھا اور اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے اساسی مسائل میں تمام شریعتیں متفق ہی رہی ہیں جیسا کہ اس سلسلے میں کچھ پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے، البتہ تفاصیل میں شریعتوں کا اختلاف ہے جیسے نمازوں کی رکعات، ارکان اور شروط، اسی طرح زکوۃ کی مقادیر وغیرہ۔ اسی طرح اگر ایک شریعت میں اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حرام قرار دیا تھا تو دوسری میں اسے کسی حکمت کے پیش نظر جائز قرار دے دیا۔ چند ایک امثلہ پیشِ خدمت ہیں:

① روزہ پہلی شریعتوں میں غروبِ آفتاب کے وقت افطار کیا جاتا تو کھانا پینا اور عورتوں سے ہم بستری اس وقت تک حلال ہو جاتی جب تک انسان (طلوعِ فجر تک) سو نہ جاتا اور اگر کوئی فجر سے پہلے (رات کے کسی بھی حصے میں) سو جاتا تو پھر یہ ساری اشیاء اس پر اگلے روز کے غروبِ آفتاب تک حرام ہو جاتیں۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرما دی اور اب فجر تک کوئی سوئے یا نہ سوئے یہ اشیاء حلال ہی رہتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ﴾ [البقرة : ۱۸۷] ''روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لیے حلال کیا گیا، وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو، تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے، اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرما لیا، اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے، تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید

دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے۔"

② دورانِ غسل ستر ڈھانپنا بنی اسرائیل کے ہاں واجب نہیں تھا۔ اس لیے بنی اسرائیل کے لوگ ننگے نہاتے اور ایک دوسرے کو دیکھ بھی لیتے جبکہ موسیٰ علیہ السلام اکیلے غسل فرماتے۔(۱) لیکن اب امتِ محمدیہ میں ستر ڈھانپنا واجب قرار دے دیا گیا ہے جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ﴾ "اپنی بیوی اور لونڈی کے سوا ہر ایک سے اپنے ستر کی حفاظت کرو۔"۔(۲)

③ چند حرام کردہ اُمور جو پہلے حلال تھے بعد میں حرام کر دیئے گئے جیسے:

1- آدم علیہ السلام کی شریعت میں بھائی بہن کا نکاح حلال تھا بعد میں اسے حرام کر دیا گیا۔

2- بیوی کی موجودگی میں لونڈی کو ہمخوابی کے لیے مقرر کرنا ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں جائز تھا لیکن تورات میں اسے بنی اسرائیل پر حرام قرار دے دیا گیا۔

3- دو سگی بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا جائز تھا (جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی خالہ زاد دو سگی بہنوں "لیا اور راحیل" سے نکاح کیا تھا) پھر اسے تورات میں حرام کر دیا گیا۔

4- اسی طرح یہودیوں پر کچھ چیزیں حرام کی گئی تھیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے ﴿ وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴾ [الانعام: ۱٤٦]

پھر عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے بنی اسرائیل کے لیے کچھ اشیاء حلال کیں جو ان پر حرام کی گئی تھیں۔

پھر شریعتِ محمدیہ آئی جس نے سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا اور اب تا قیامت حلال وہی ہے جسے اس نے حلال بتایا اور حرام وہی ہے جسے اس نے حرام قرار دیا۔(۳)

قرآن کریم، حدیث قدسی اور حدیث نبوی میں فرق

① "قرآن کریم" اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو جبرئیل علیہ السلام نے سنا اور اسے محمد ﷺ تک پہنچا دیا، وہ لفظی ومعنوی اعتبار سے متواتر ہے، قطعی ویقینی علم کا فائدہ دیتا ہے اور ایسے مصاحف میں مکتوب ہے جو تحریف وتغیر

---

(۱) [مسلم (۳۳۹) کتاب الحیض : باب جواز الاغتسال عریانا فی الخلوة]

(۲) [حسن : المشکاة (۳۱۱۷) أحمد (۳/۵-٤) أبو داود (٤٠١٧) کتاب الحمام : باب ما جاء فی التعری، ترمذی (۲۷٦۹) ابن ماجة (۱۹۲۰) بخاری تعلیقا (۲۷۸) فتح الباری (۱/۵۱۳)]

(۳) [دیکھئے: الایمان بالکتب، از شیخ محمد بن ابراهیم الحمد (ص: ٦-۸)]

سے محفوظ ہیں۔(۱)

② "حدیث قدسی" سے مراد وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے روایت بیان کریں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس میں لفظ یوں ہوتے ہیں ((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْمَا یَرْوِیْهِ عَنْ رَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ ' أَوْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی أَوْ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی)) "رسول اللہ ﷺ نے ایسی چیز کے متعلق فرمایا جسے وہ اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہیں' یا (یہ لفظ ہوتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا' یا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔" یہ خبر واحد بھی ہوتی ہے اور متواتر بھی مگر اس کا تواتر قرآن کے درجہ تک نہیں پہنچتا۔(۲)

③ "حدیث نبوی" ہر وہ قول' فعل اور تقریر یا صفت ہے جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہو۔(۳)

"حدیث قدسی اور قرآن میں فرق" یہ ہے کہ

1- قرآن کریم کے لفظ اور معنی دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں جبکہ حدیث قدسی کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور اس کے لفظ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہوتے ہیں۔

2- قرآن کریم عبادت کے طور تلاوت کیا جاتا ہے مثلاً اس کے ہر حرف پر دس نیکیوں کا اجر ملتا ہے اور نماز میں اس کی قراءت کی جاتی ہے لیکن حدیث قدسی کی تلاوت پر نہ تو اجر ہے اور نہ ہی نماز میں اس کی قراءت ہوتی ہے۔

3- قرآن کریم کے ذریعے سارے عرب کو چیلنج کیا گیا پھر وہ اس کی مثل لانے سے عاجز آ گئے لیکن حدیث قدسی کے ساتھ کوئی چیلنج نہیں کیا گیا۔

4- قرآن کریم سارے کا سارا متواتر منقول ہے جبکہ حدیث قدسی کا اکثر حصہ اخبار آحاد پر مشتمل ہے۔ یہی باعث ہے کہ کبھی حدیث قدسی صحیح ہوتی ہے' کبھی حسن اور کبھی ضعیف۔

"حدیث قدسی اور حدیث نبوی میں فرق" یہ ہے کہ

1- حدیث قدسی لفظاً ومعناً اللہ کا کلام ہے جبکہ حدیث نبوی لفظاً ومعناً نبی ﷺ کا کلام ہے۔

2- حدیث قدسی حدیث نبوی سے افضل ہے کیونکہ اللہ کا کلام مخلوق کے کلام سے برتر ہے۔

قرآن پر ایمان کے خصائص

(1) یہ اعتقاد کہ قرآن کریم کی دعوت جن وانس سب کے لیے ہے اور ان میں سے کوئی بھی اس پر ایمان لائے

(۱) [دیکھئے: مباحث فی علوم القرآن للمناع قطان (ص : ۲۱) الطحاویة (۱/۱۷۲) قواعد التحدیث لجمال الدین القاسمی (ص : ٦٥)]

(۲) [قواعد التحدیث (ص : ٦٥) مباحث فی علوم القرآن للمناع قطان]

(۳) [مصطلح الحدیث لابن عثیمین (ص : ۷) قواعد التحدیث للقاسمی (ص : ٦١ـ٦٢)]

بغیر نجات نہیں پا سکتا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۱] ''بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام جہان والوں کے لیے آگاہ کرنے والا بن جائے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے حوالے سے ذکر فرمایا کہ ﴿وَأُوْحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ﴾ [الانعام : ۱۹] ''اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعے سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں۔'' اور اللہ تعالیٰ نے جنوں کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ ﴿ فَقَالُوْا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ، يَهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ﴾ [الجن : ۱-۲] ''انہوں نے کہا، یقیناً ہم نے عجیب قرآن سنا ہے۔ جو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے، ہم اس پر ایمان لا چکے۔''

(2) یہ اعتقاد کہ قرآن کے ذریعے سابقہ تمام کتب سماویہ منسوخ ہو چکی ہیں۔اب دین صرف وہی ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے، عبادت صرف وہی ہے جسے اس نے مشروع قرار دیا ہے، حلال صرف وہی ہے جسے اس نے حلال کہا ہے اور حرام صرف وہی ہے جسے اس نے حرام بتایا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ مَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ﴾ [آل عمران : ۸۵] ''اور جو بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔'' اور ارشاد ہے کہ ﴿ إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ ﴾ [النساء : ۱۰۵] ''یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے۔'' اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ﴿ وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ مُوْسَى كَانَ حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِيْ ﴾ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے (اور میری نبوت کا زمانہ پاتے) تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔''(۱)

(3) قرآن کریم جو شریعت لے کر آیا ہے وہ آسان اور معتدل ہے جبکہ پہلی کتب میں موجود شرائع بہت سے سخت احکام پر مشتمل تھیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهُ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ﴾ [الاعراف : ۱۵۷] ''جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس

---

(۱) [حسن : المشکاۃ (۱۹٤) مسند احمد (۳۸۷/۳) کشف الاستار (۱۳٤)]

تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔"

(4) تمام آسمانی کتابوں میں قرآن کریم وہ واحد کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اٹھائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾ [الحجر: ۹] "ہم نے ذکر نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

(5) قرآن کریم اعجاز کی بہت سی ایسی وجوہ پر مشتمل ہے جن میں دیگر کتابیں اس کی شریک نہیں۔ جیسے اس کی فصاحت و بلاغت، حسن تالیف اور اس کے ذریعے تمام جن وانس کو چیلنج کہ اس جیسا لا کر دکھاؤ۔ یہ چیلنج اللہ تعالیٰ نے چار طرح سے کیا ہے:

ایک مقام پر فرمایا کہ اس کتاب جیسی کتاب لا کر دکھاؤ۔ ﴿ قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَـٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴾ [الاسراء: ۸۸] "کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔"

دوسری جگہ فرمایا کہ اس جیسی دس سورتیں ہی لے آؤ۔ ﴿ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾ [ھود: ۱۳] "کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اسی نے گھڑا ہے، جواب دیجئے کہ پھر تم بھی اسی کے مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو اپنے ساتھ بلا بھی لو اگر تم سچے ہو۔"

تیسری جگہ فرمایا کہ اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ۔ ﴿ وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴾ [البقرۃ: ۲۳-۲۴] "ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ، تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔ پس اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہیں کر سکتے تو (اسے سچا مان کر) اس آگ سے بچو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

اور چوتھی جگہ فرمایا کہ اس جیسی ایک بات ہی پیش کر کے دکھا دو۔ ﴿ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا

صَادِقِينَ ﴾ [الطور : ۳۳۔۳٤] ''(یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے قرآن خود گھڑ لیا ہے) تو انہیں چاہیے کہ اس جیسی ایک بات ہی لے آئیں، اگر یہ سچے ہیں۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ چیلنج ساری کائنات کے لیے آج بھی اسی طرح باقی ہے، یقیناً آج تک نہ کوئی اس جیسی کوئی چیز لا سکا ہے اور نہ ہی قیامت تک لا سکے گا۔

(6) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر وہ چیز بیان کر دی ہے جس کی لوگوں کو ضرورت تھی خواہ وہ ان کے دین سے متعلقہ ہو یا دنیا سے، معاش سے متعلقہ ہو یا آخرت سے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ ﴾ [النحل : ۸۹] ''اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے۔'' اور فرمایا ﴿ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ [الانعام : ۳۸] ''ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔'' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ''اس قرآن میں ہر علم نازل کر دیا گیا ہے اور اس میں ہمارے لیے ہر چیز بیان کر دی گئی ہے۔''(۱)

(7) نصیحت پکڑنے والے اور غور وفکر کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو آسان بنا دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ [القمر : ۱۷] ''اور بے شک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟'' اور فرمایا ﴿ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴾ [ص : ۲۹] ''یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔''

امام طبریؒ اور دیگر ائمہ مفسرین نے فرمایا ہے کہ قرآن کو آسان کرنے میں تلاوت کے لیے الفاظ کی آسانی اور غور وفکر اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے معانی کی آسانی (دونوں مفہوم ہی) شامل ہیں۔(۲)

(8) قرآن کریم سابقہ کتب کی تعلیمات کے خلاصوں اور سابقہ شرائع کے اصولوں پر مشتمل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾ [المائدۃ : ٤۸] ''اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کی محافظ ہے۔'' اور فرمایا کہ ﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ﴾ [الشوری : ۱۳] ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام)

---

(۱) [تفسیر طبری (۲۷۹/۱۷)]
(۲) [تفسیر طبری (۹٦/۲۷)]

کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دیا ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔"

(9) قرآن کریم میں سابقہ پیغمبروں اور قوموں کے تذکرے ایسے جامع انداز میں ذکر کیے گئے ہیں جو پہلے کسی کتاب میں موجود نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ﴾ [هود: ۱۲۰] "اور رسولوں کے سب احوال ہم آپ کے سامنے آپ کے دل کی تسکین کے لیے بیان فرما رہے ہیں۔" اور فرمایا ﴿ ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْقُرَىٰ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ ﴾ [هود: ۱۰۰] "بستیوں کی یہ بعض خبریں جنہیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں ان میں سے بعض تو موجود ہیں اور بعض (کی فصلیں) کٹ گئی ہیں۔" اور ایک اور مقام پر فرمایا ﴿ كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِن لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴾ [طه: ۹۹] "اسی طرح ہم تیرے سامنے پہلے کی گزری ہوئی خبریں بیان فرما رہے ہیں اور یقیناً ہم تجھے اپنے پاس سے نصیحت عطا فرما چکے ہیں۔"

(10) قرآن کریم نزول کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ ○ مِن قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ ﴾ [آل عمران: ۲-٤] "اس (اللہ) نے آپ پر حق کے ساتھ اس کتاب کو نازل فرمایا ہے، جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرنے والی ہے، اسی نے اس سے پہلے تورات اور انجیل کو اتارا تھا۔ اس سے پہلے، لوگوں کو ہدایت کرنے والی بنا کر، اور قرآن بھی اسی نے اتارا۔"

◄◄ یہ تھیں قرآن کریم کی چند امتیازی خصوصیات جن کی بنا پر قرآن کو دیگر کتب سماویہ پر فوقیت و برتری حاصل ہے، ان پر ایمان لانا واجب ہے۔

☐ شیخ عبداللہ بن عبدالحمید الاثری رقمطراز ہیں کہ قرآن کریم رسول اللہ ﷺ پر ایک ہی مرتبہ نازل نہیں ہوا بلکہ واقعات کے مطابق، یا سوالوں کے جواب کے لیے یا دیگر احوال کے مقتضیٰ کے مطابق 23 سال کے عرصہ میں نازل ہوا۔ قرآن کریم 114 سورتوں پر مشتمل ہے جن میں سے 86 مکہ میں اور 28 مدینہ میں نازل ہوئیں۔ جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں انہیں مکی سورتیں اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی انہیں مدنی سورتیں کہا جاتا ہے۔ 29 سورتیں ایسی ہیں جو حروف مقطعات کے ساتھ شروع ہوتی ہیں۔ عہد رسالت میں ہی سارا قرآن لکھوا دیا گیا تھا، عہد صدیقی میں اسے کتابی صورت میں یکجا کر دیا گیا اور عہد عثمانی میں اسے ایک حرف پر جمع کر دیا گیا۔
اہل السنہ والجماعہ قرآن کریم کی تعلیم، حفظ، تلاوت، تفسیر اور اس پر عمل کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴾ [ص : ٢٩] ''یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لیے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔'' اہل السنہ والجماعہ قرآن کریم کی تلاوت کو عبادت سمجھتے ہیں کیونکہ اس کے ہر حرف پر نیکی ملتی ہے جو دس نیکیوں کے برابر ہے (جیسا کہ حدیث میں ہے)(۱)۔ نیز ان کا موقف ہے کہ مجرد رائے کے ساتھ قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہیں بلکہ قرآن کی تفسیر صرف قرآن کے ساتھ، سنت کے ساتھ، پھر اقوال صحابہ کے ساتھ، پھر اقوال تابعین کے ساتھ اور پھر عربی لغت کے ساتھ کی جائے گی کہ جس لغت میں قرآن نازل ہوا ہے۔(۲)

قرآن کے فضائل

1- قرآن کے ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کا اجر ملتا ہے۔
2- قرآن اپنے پڑھنے والوں کی روزِ قیامت سفارش کرے گا۔(۳)
3- تلاوتِ قرآن سننے کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔(٤)
4- صاحب قرآن کے حق میں رشک جائز ہے۔(٥)
5- قرآن کا حافظ وماہر معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔(٦)

---

(۱) [صحيح : الصحيحة (٦٦٠) صحيح ترمذی' ترمذی (٢٩١٠) كتاب فضائل القرآن : باب ما جاء فيمن قرأ حرفا من القرآن ما له من الأجر]

(۲) [ماخوذ از، الايمان حقيقته ، خوارمه ، نواقضه عند أهل السنة والجماعة (ص: ٧٦)]

(۳) [حسن صحيح : صحيح الترغيب (٩٨٤) كتاب الصوم : باب الترغيب في الصوم مطلقا وما جاء في فضله وفضل دعاء الصائم' هداية الرواة (٣١٣/٢) تمام المنة (ص/٣٩٤) احمد (١٧٤/٢) حاكم (٥٥٤/١) امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔]

(٤) [بخاری (٥٠١٨) كتاب فضائل القرآن : باب نزول السكينة والملائكة عند قراءة القرآن' نسائی فی السنن الكبرى (٨٠١٦)]

(٥) [بخاری (٧٥٢٩) كتاب التوحيد : باب قول النبی ﷺ رجل آتاه الله القرآن' مسلم (٨١٥) ترمذی (١٩٣٦) نسائی فی السنن الكبرى (٨٠٧٢)]

(٦) [مسلم (٧٩٨) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل الماهر في القرآن والذی يتتعتع فيه' بخاری (٤٩٣٧) كتاب تفسير القرآن : باب سورة عبس' ترمذی (٢٩٠٤) نسائی فی السنن الكبرى (٨٠٤٧)]

6- حافظ قرآن جنت میں بلند درجے پر فائز ہوگا۔(۱)

7- قرآن سیکھنے اور سکھانے والا شخص سب سے بہتر ہے۔(۲)

8- قرآن قوموں کے عروج و زوال کا ذریعہ ہے۔(۳)

❁ قرآن کریم کی مختلف سورتوں اور آیات کی فضیلت:

1- سورۂ فاتحہ قرآن کی سب سے عظیم سورت ہے۔(٤)

2- ایک حدیث میں سورۂ فاتحہ کو ایسا نور کہا گیا ہے جو پہلے کسی نبی کو نہیں عطا کیا گیا۔(٥)

3- جس گھر میں سورۂ بقرہ تلاوت کی جاتی ہے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔(٦)

4- جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی کی تلاوت کرتا ہے اسے جنت میں داخلے سے صرف موت نے روک رکھا ہے۔(٧)

5- سوتے وقت آیت الکرسی کی تلاوت کرنے والے پر ساری رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر رہتا

---

(۱) [حسن: الصحيحة (۲۲٤۰) هداية الرواة (۲/۳۷۲) ابو داود (۱٤٦٤) كتاب الصلاة: باب استحباب الترتيل في القراءة ' ترمذى (۲۹۱٤) نسائى فى السنن الكبرى (۸۰۵٦)]

(۲) [بخارى (۵۰۲۷) كتاب فضائل القرآن: باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه ' ابو داود (۱٤۵۲) ترمذى (۲۹۰۷) نسائى فى السنن الكبرى (۸۰۳۷) دارمى (۲/٤۳۷) ابن ماجة (۲۱۲) عبد الرزاق (۵۹۹۵) طيالسى (۷۳) ابن حبان (۱۱۸) احمد (۱/۵۷)]

(۳) [مسلم (۸۱۷) كتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه وفضل من تعلم حكمة ' ابن ماجة (۲۱۸)]

(٤) [بخارى (٤٤٧٤) كتاب تفسير القرآن: باب وسميت أم الكتاب ' ابو داود (۱٤۵۸) نسائى (۲/۱۳۹) ابن ماجة (۳۷۸۵)]

(۵) [مسلم (۸۰٦) كتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة ' نسائى فى السنن الكبرى (۵/۸۰۱٤) وفى عمل اليوم والليلة (۷۲۷) طبرانى كبير (۱۲۲۵۵) ابن حبان (۷۷۸) بغوى فى شرح السنة (۱۲۰۰)]

(٦) [مسلم (۷۸۰) كتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب استحباب صلاة النافلة فى بيته وجوازها فى المسجد ' ترمذى (۲۸۷۷) نسائى فى السنن الكبرى (۵/۸۰۱۵) وفى عمل اليوم والليلة (۹۷۱) ابن حبان (۸۷۳) شرح السنه للبغوى (۱۱۹۲)]

(۷) [صحيح: الصحيحة (۹۷۲) ' (۲/٦۹۷) نسائى (٦/۳۰) ' (۹۹۲۸) طبرانى كبير (۸/۱۳٤) مجمع الزوائد (۲/۱٤۸)]

ہے اور ساری رات شیطان اس کے قریب نہیں آ سکتا۔(۱)

6- ایک حدیث میں آیت الکرسی کو قرآن کی سب سے عظیم آیت قرار دیا گیا ہے۔(۲)

7- جو شخص رات کے وقت سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کرے گا تو یہ اسے (ہر قسم کے نقصان، شیطان اور تمام آفات سے بچاؤ کے لیے) کافی ہو جائیں گی۔(۳)

8- جو سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیات حفظ کرے گا وہ دجال کے فتنہ سے بچا لیا جائے گا۔(٤)

9- جو شخص سورۃ الملک کی تلاوت کرتا رہا تو یہ سورت اس کے حق میں سفارش کرے گی حتی کہ اسے بخش دیا جائے گا۔(٥)

10- سورۃ الاخلاص اجر و ثواب میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔(٦)

11- ایک آدمی کو سورۃ الاخلاص سے بہت محبت تھی اور اس محبت کی وجہ سے وہ اس سورت کو ہر نماز کی قراءت کے اختتام پر پڑھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس سورت سے محبت کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کر دیا۔(۷)

12- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (شیطان سے پناہ مانگنے کے لیے) سورۃ الفلق اور سورۃ الناس جیسی قرآن میں اور کوئی آیات نہیں۔(۸)

---

(۱) [بخاری (۳۲۷۵) ' (۲۳۱۱) کتاب بدء الخلق : باب صفة إبليس وجنوده ' نسائی فی السنن الكبرى (۱۰۷۹۵)]

(۲) [مسلم (۸۱۰) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل سورة الكهف وآية الكرسى ' ابو داود (۱٤٦۰) تحفة الأشراف (۳۸)]

(۳) [مسلم (۸۰۷) کتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة والحث على قراءة الآيتين من آخر البقرة ' بخاری (٤۰۰۸) ابو داود (۱۳۹۷) ترمذی (۲۸۸۱) نسائی فی السنن الكبرى (۸۰۰۳/٥) ابن ماجة (۱۳٦۸) ' (۱۳٦۹) دارمی (۱٤۸۷) ابن حبان (۷۸۱) شرح السنة للبغوی (۱۱۹۹) احمد (۱۷۰٦۷)]

(٤) [مسلم (۸۰۹) کتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل سورة الكهف وآية الكرسى ' ابو داود (٤۳۲۳) ترمذی (۲۸۸٦) نسائی فی السنن الكبرى (۸۰۲٥) وفی عمل اليوم والليلة (۹٥٥)]

(٥) [حسن : هداية الرواة (۲/۳۸۰) ابو داود (۱٤۰۰) کتاب الصلاة : باب فی عدد الآی ' ترمذی (۲۸۹۱)]

(٦) [مسلم (۸۱۱) نسائی فی السنن الكبرى (٦/۱۰٤۳۷) وفی عمل اليوم والليلة (۷۰٦) دارمی (۳٤۳۱)]

(۷) [بخاری تعليقا (۷۷٤) کتاب الأذان : باب الجهر بقراءة صلاة الفجر ' ترمذی (۲۹۰۱)]

(۸) [مسلم (۸۱٤) کتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل قراءة المعوذتين ' ترمذی (۲۹۰۲) نسائی (۹٥۳) وفی السنن الكبرى (٥/۸۰۳۰) بیهقی (۲/۳۹٤) دارمی (۳٤٤۱)]

فصل چہارم:

پیغمبروں پر ایمان

پیغمبروں پر ایمان کا حکم

پیغمبروں پر ایمان دین کے واجبات میں سے ایک واجب اور ارکانِ ایمان میں سے ایک عظیم رکن ہے۔ جیسا کہ اس کے دلائل ابتدائے باب میں گزر چکے ہیں مزید برآں یہ دلائل بھی پیش نظر رہنے چاہییں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾ [النساء: ۱۵۰-۱۵۱] ”جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے اور اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں۔ یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں، اور کافروں کے لیے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔ اور جو لوگ اللہ پر اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے، یہ ہیں جنہیں اللہ پورا ثواب دے گا اور اللہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔“

اور نبی کریم ﷺ کی ایک دعا میں یہ الفاظ مذکور ہیں کہ ﴿ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ ... ﴾ ”اور جنت برحق ہے، دوزخ برحق ہے اور انبیاء برحق ہیں۔“ (۱)

نبی اور رسول میں فرق

لفظِ نبی لغت میں نبا سے مشتق ہے اور اس سے مراد ہے ”عظیم فائدے والی خبر“۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ ﴾ [النبأ: ۱-۲] ”یہ لوگ کس چیز کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں۔ اس بڑی خبر کے بارے میں۔“ اور نبی کو اسی لیے نبی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر لے

---

(۱) [بخاری (۷۴۹۹) کتاب التوحید: باب قول الله تعالى يريدون أن يبدلوا كلام الله]

کرآتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق خبر دیتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ لفظِ نبی نباوۃ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے "بلند مقام"۔ اور نبی کو نبی اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا مقام لوگوں میں سب سے بلند ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ رَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴾ [مریم : ٥٧] "ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھالیا۔"

لفظِ رسول لغت میں ارسال سے مشتق ہے، اس کا معنی ہے "بھیجنا"۔ اللہ تعالیٰ نے ملکۂ سبا کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ﴿ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ﴾ [النمل : ٣٥] "میں انہیں ایک ہدیہ بھیجنے والی ہوں، پھر دیکھ لوں گی کہ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔"

نبی اور رسول میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ رسول اس پیغمبر کو کہلاتا ہے جس پر نئی شریعت اور نئی کتاب نازل ہو اور نبی اس ہستی کو کہا جاتا ہے جس پر وحی تو نازل ہوتی ہو مگر وہ کوئی نئی شریعت نہ لائے بلکہ وہ پہلی شریعت اور کتاب کو ہی برقرار رکھے اور اسی کے مطابق لوگوں کو تبلیغ کرے۔ بالفاظِ دیگر نبوت رسالت سے زیادہ عام ہے لہٰذا ہر رسول نبی بھی ہوگا مگر ہر نبی رسول نہیں۔ (واللہ اعلم) (۱)

پیغمبروں پر ایمان کا مفہوم

پیغمبروں پر ایمان سے مراد ہر اُس خبر پر پختہ طور پر اعتقاد رکھنا ہے جو ان کے متعلق قرآن وسنت میں اجمالاً یا تفصیلاً موجود ہے۔

اجمالاً پیغمبروں پر ایمان یہ ہے کہ

- پختہ طور پر اس بات کی تصدیق کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں رسول بھیجا تھا جو انہیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اور غیر اللہ کی عبادت کے انکار کی دعوت دیتا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ [النحل : ٣٦] "اور بے شک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (تاکہ وہ انہیں یہ دعوت دے) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔"
- اس بات کی تصدیق کہ تمام پیغمبر سچے، نیک، ہدایت یافتہ، معزز، متقی اور امین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿ هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴾ [یس : ٥٢] "یہی ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا" اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ایک گروہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ﴿ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي

(۱) [شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز الحنفي (ص : ١٦٧) النبوات (ص : ٢٢٥) اصول الدين (ص : ١٥٤) محبة الرسول بين الأتباع (ص : ١٥)]

بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ [الأنعام : ۸۷-۸۸] ''اور نیز ان کے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو اور ہم نے ان کو مقبول بنایا اور ہم نے ان کو راہِ راست کی ہدایت کی۔ اللہ کی ہدایت ہی ہے جس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کی ہدایت کرتا ہے۔''

✦ اس بات کی پختہ تصدیق کہ تمام پیغمبر حق پر تھے اور اپنے رب کی طرف سے واضح دلائل لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا قول نقل فرمایا ہے کہ ﴿ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ﴾ [الاعراف : ۴۳] ''یقیناً ہمارے رب کے پیغمبر حق لے کر آئے۔'' اور فرمایا کہ ﴿ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾ [الحدید : ۲۵] ''یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو واضح دلائل دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔''

✦ یہ اعتقاد کہ تمام پیغمبر ایک ہی دعوت (دعوتِ توحید) لے کر آئے، البتہ ان کی شریعتیں مختلف تھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الانبیاء : ۲۵] ''اور تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔'' اور فرمایا کہ ﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ﴾ [المائدۃ : ۴۸] ''تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک شریعت (دستور) اور راہ مقرر کر دی ہے۔''

✦ اس بات کی تصدیق کہ پیغمبروں کو جو بھی پیغام دے کر بھیجا گیا تھا انہوں نے پورے کا پورا آگے پہنچا دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴾ [الجن : ۲۸] ''تاکہ ان کے اپنے رب کے پیغام پہنچا دینے کا علم ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ان کے آس پاس (کی تمام چیزوں) کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز کی گنتی کا شمار کر رکھا ہے۔'' اور فرمایا کہ ﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ﴾ [النساء : ۱۶۵] ''ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوشخبریاں دینے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے۔''

✦ اس بات کا یقین کہ تمام پیغمبر اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور بشر ہیں، ان میں ربوبیت کی کوئی خصوصیت موجود نہیں، وہ تو صرف اللہ کے بندے ہیں جنہیں اس نے شرفِ رسالت عطا فرما کر عزت بخشی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ﴾ [ابراهیم: ۱۱] ''ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ یہ تو سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے متعلق ذکر فرمایا کہ انہوں نے کہا ﴿ وَلَآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَآئِنُ اللَّهِ وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ ﴾ [هود: ۳۱] "میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، (سنو!) میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔" اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ ﴿ قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَآئِنُ اللَّهِ وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ ﴾ [الانعام: ۵۰] "آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کی پیروی کرتا ہوں۔"

✧ یہ اعتقاد کہ پیغمبر درجات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ﴾ [البقرة: ۲۵۳] "یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی ہے اور بعض کے درجے بلند کئے ہیں۔"

✧ اس بات پر یقین بھی واجب ہے کہ تمام پیغمبروں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید وحمایت کی جاتی ہے اور آخرت کا اچھا انجام پیغمبروں اور ان کے پیروکاروں کے لیے ہی ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴾ [غافر: ۵۱] "یقیناً ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی مدد دنیا کی زندگی میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔"

☐ پیغمبروں کے متعلق مذکورہ بالا اور دیگر اُن تمام اُمور پر ایمان واجب ہے جن کا ذکر کتاب وسنت میں علی وجہ العموم ہوا ہے۔

« تفصیلاً پیغمبروں پر ایمان یہ ہے کہ

کتاب وسنت میں جن پیغمبروں کے بھی بطور خاص اسماء وصفات اور فضائل وخصائص ذکر ہوئے ہیں ان پر کامل طور پر اعتقاد رکھا جائے۔ قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں ایک پیغمبر بھیجا[1] اور ایک دوسری جگہ ہے کہ ان میں سے کچھ کا ذکر تو رسول اللہ ﷺ پر کیا گیا ہے اور کچھ کا نہیں[2] اور ایک روایت میں نبی کریم ﷺ

---

(۱) [النحل: ۳۶]

(۲) [غافر: ۷۸]۔

نے تمام پیغمبروں کی تعداد 1 لاکھ 24 ہزار بیان فرمائی ہے۔(۱)

قرآن کریم میں 25 انبیاء ورسل کے نام ذکر ہوئے ہیں، ان میں سے اٹھارہ کا ذکر ان آیات میں ایک ہی جگہ ہے ﴿ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ٥ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ٥ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ٥ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴾ [الانعام: ۸۳-۸٦] "اور یہ ہماری حجت تھی وہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی، ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب بڑا حکمت والا علم والا ہے۔ اور ہم نے ان کو اسحق دیا اور یعقوب، ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی اور پہلے زمانہ میں ہم نے نوح کو ہدایت کی اور ان کی اولاد میں سے داود کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ اور (نیز) اسماعیل کو اور یسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی۔" اور باقی سات (ہود[۲]، صالح[۳]، شعیب[٤]، آدم[٥]، ادریس، ذوالکفل علیہم السلام[٦] اور محمد ﷺ[۷]) کا ذکر مختلف مقامات پر ہے۔ ان تمام انبیاء ورسل پر تفصیلی طور پر ایمان لانا اور ان میں سے ہر ایک کی نبوت ورسالت کا اسی طرح اقرار کرنا جیسے اللہ اور اس کے رسول نے خبر دی ہے، واجب ہے۔

اسی طرح پیغمبروں کے ان فضائل وخصائص کی صحت کا اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے جن پر کتاب وسنت کی نصوص دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا، جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ﴿ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ﴾ [النساء: ۱۲۵] اور محمد ﷺ کو بھی اپنا خلیل بنایا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ إِنَّ اللَّهَ

---

(۱) [صحيح: المشكاة (5737)]

(۲) [الاعراف: ٦٥]

(۳) [الاعراف: ۷۳]

(٤) [الاعراف: ۸٥]

(٥) [آل عمران: ۳۳]

(٦) [الانبياء: ۸٥]

(۷) [الفتح: ۲۹]

اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا ﴾ (۱)، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴾ [النساء : ۱٦٤] ، پہاڑوں اور پرندوں کو داود علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا وہ ان کے ساتھ تسبیح بیان کرتے تھے، جیسا کہ فرمایا ﴿ وَ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَ الطَّيْرَ وَ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ [الانبیاء : ۷۹] ، اور داود علیہ السلام کے لیے لوہے کو نرم کر دیا، جیسا کہ ارشاد ہے کہ ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَ الطَّيْرَ وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴾ [سبا : ۱۰] ، سلیمان علیہ السلام کے لیے ہواؤں کو مسخر کر دیا وہ ان کے حکم کے مطابق چلتی تھیں اور جنوں کو ان کے تابع کر دیا وہ ان کی منشا کے مطابق کام کیا کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد ہے کہ ﴿ وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ وَ اَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ﴾ [سبا : ۱۲] ، اسی طرح سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں بھی سکھا دیں، جیسا کہ فرمایا ﴿ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ [النمل : ۱٦]۔

پیغمبروں پر تفصیلاً ایمان میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن پیغمبروں اور ان کی قوموں کے قصے ذکر فرمائے ہیں ان پر من وعن ایمان رکھا جائے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ، ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ، یونس علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ، یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ، اسی طرح نوح، ہود، صالح، شعیب، لوط علیہم السلام اور ان کی قوموں کے قصے وغیرہ۔ نیز انبیاء کے جو قصے احادیث میں بیان ہوئے ہیں ان پر ایمان لانا بھی بعینہ واجب ہے۔

انسانوں پر انبیاء کے حقوق

❁ اس بات کی تصدیق کرنا کہ تمام پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں، ان کی لائی ہوئی تعلیمات برحق ہیں، ان تمام نے اپنے رب کا دیا ہوا پیغام پورا پورا اپنی امتوں تک پہنچا دیا اور ان میں سے کسی میں بھی تفریق درست نہیں۔(۲) نیز اس بات کی معرفت بھی ضروری ہے کہ محمد ﷺ کی بعثت کے بعد کسی بھی پیغمبر کی اتباع جائز نہیں کیونکہ آپ ﷺ کی شریعت نے سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے۔(۳)

❁ تمام پیغمبروں سے محبت کرنا اور ان سے بغض وعداوت نہ رکھنا، کیونکہ پیغمبر کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بزرگ

---

(۱) [مسلم (۵۳۲) کتاب المساجد : باب النهي عن بناء المساجد على القبور]

(۲) [النساء : ٦٤ ـ المائدة : ۹۲ ـ النساء : ۱۵۰، ۱۵۱]

(۳) [آل عمران : ۸۵ ـ سبا : ۲۸ ـ الاعراف : ۱۵۸]

ترین بندے ہیں اور جو بھی ان سے دشمنی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ان سے دشمنی رکھتا ہے۔(١)

❁ یہ عقیدہ رکھنا کہ پیغمبر انسانوں میں سب سے افضل ہوتے ہیں، مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کے چنیدہ بندے ہوتے ہیں اور وہ تمام جہانوں سے افضل ہیں، فرمایا ﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ﴾ [الحج : ٧٥] اور ایک دوسری جگہ فرمایا ﴿ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الانعام : ٨٦]۔

❁ یہ عقیدہ رکھنا کہ تمام پیغمبر ایک درجہ کے نہیں بلکہ ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔(٢)

❁ پیغمبروں پر صلاۃ و سلام بھیجتے رہنا۔ قرآن میں ہے کہ ﴿ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [الصافات : ١٨١] ''پیغمبروں پر سلام ہے۔'' کیونکہ انہوں نے اللہ کا پیغام اہل دنیا کی طرف پہنچایا، جس پر یقیناً وہ سلام و تبریک کے مستحق ہیں (٣)۔ امام نوویؒ نے علماء کا اجماع نقل فرمایا ہے کہ تمام پیغمبروں پر سلام بھیجنا جائز و مستحب ہے۔(٤)

اولوالعزم پیغمبر

اولوالعزم یعنی حزم و صبر والے پیغمبر۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ﴾ [الاحقاف : ٣٥] ''پس (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسا اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا۔'' اولوالعزم پیغمبروں کے متعلق زیادہ مشہور قول یہی ہے کہ وہ پانچ ہیں نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور محمد ﷺ۔(٥)

قرآن کریم میں دو مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں کا اکٹھا ذکر فرمایا ہے۔ سورۂ احزاب میں فرمایا ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾ [الاحزاب : ٧] ''جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور (بالخصوص) آپ (ﷺ) سے اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہم السلام) سے اور ہم نے ان سے (پکا اور) پختہ عہد لیا۔''

اور سورۂ شوریٰ میں فرمایا ﴿ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا

(١) [المائدة : ٥٦۔ التوبة : ٧١۔ البقرة : ٩٨]
(٢) [البقرة : ٢٥٣]
(٣) [تفسیر احسن البیان (ص : ١٢٧١)]
(٤) [کما فی اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنة (ص : ٢١٩)]
(٥) [تفسیر ابن کثیر (٣٠٥/٧)]

وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ﴾ [الشوریٰ: ۱۳] ''(اے محمد!) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کردیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دیا ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔''

اولوالعزم پیغمبروں میں افضل ترین پیغمبر

اولوالعزم پیغمبروں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ ﴾ ''میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔''(۱)

(فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز الراجحی) اس بات پر ایمان ضروری ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء میں سب سے افضل ہیں۔(۲)

(شیخ محمد بن عبدالوہاب) سطح زمین پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کوئی بندہ نہیں۔(۳)

(شیخ عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر) پیغمبروں میں افضل اولوالعزم پیغمبر ہیں اور اولوالعزم پیغمبروں میں افضل، سب کے امام اور سب سے بہتر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔(٤)

(شیخ سعید بن علی القحطانی) یہ بات معلوم ہے کہ ہمارے نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) انبیاء میں سے افضل و اکمل ہیں۔(٥)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص

① محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تاقیامت جن وانس سب کے لیے عام ہے، اب سب کی نجات صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ﴾ [سبا: ۲۸] ''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' اور فرمایا ﴿ تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ﴾ [الفرقان: ۱] ''بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام جہان والوں کے لیے آگاہ کرنے والا

---

(۱) [مسلم (۲۲۷۸) كتاب الفضائل: باب تفضيل نبينا على جميع الخلائق، ابوداود (٤٦٧٣) كتاب السنة: باب في التخيير بين الانبياء، ابن ماجه (٤٣٠٨) كتاب الزهد: باب ذكر الشفاعة، ترمذی (٣١٤٨) كتاب تفسير القرآن: باب ومن سورة بنی اسرائيل، صحيح الجامع الصغير (١٤٦٧)]

(۲) [شرح العقيدة الطحاوية (ص: ٦٠)]

(۳) [الرسائل الشخصية (ص: ۲۷)]

(٤) [تذكرة المؤتسي شرح عقيدة الحافظ عبد الغني المقدسي (ص: ٣٤١)]

(٥) [نور السنة وظلمات البدعة (ص: ٥٠)]

بن جائے۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جہان والوں سے مراد جن وانس ہیں۔(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے چھ خصائص کی بنا پر دیگر انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے، (ان میں سے ایک آپ ﷺ نے یہ خصوصیت بیان فرمائی کہ) ﴿ أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً ﴾ "مجھے ساری مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔"(۲) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ وَ الَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِيْ أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُوْدِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوْتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِيْ أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴾ "قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے! اس امت کا جو کوئی بھی یہودی یا نصرانی میری خبر سن لے (یعنی میری نبوت ورسالت کی دعوت اس تک پہنچ جائے) اور پھر وہ مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ ضرور دوزخیوں میں ہوگا۔"(۳)

④ نبی کریم ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِنْ رَّسُوْلَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾ [الاحزاب : ٤٠] "(لوگو!) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں، لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے۔" امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ((فَهٰذِهِ الْآيَةُ نَصٌّ فِيْ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ)) "یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔"(٤)

تفسیر احسن البیان میں ہے کہ "خَاتَمٌ" مہر کو کہتے ہیں اور مہر آخری عمل کو ہی کہا جاتا ہے، یعنی آپ ﷺ پر نبوت ورسالت کا خاتمہ کر دیا گیا، آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ نبی نہیں کذاب ودجال ہوگا۔ احادیث میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع واتفاق ہے۔ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، جو صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے، تو وہ نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے بلکہ نبی ﷺ کے امتی بن کر آئیں گے، اس لیے ان کا نزول عقیدۂ ختم نبوت کے منافی نہیں۔(٥)

---

(۱) [تفسیر بغوی (٦٩/٦)]

(۲) [مسلم (٥٢٣) کتاب المساجد ومواضع الصلاة : باب ؛ دلائل النبوة للبیهقی (٨٨/٦) مستخرج ابو عوانة (٩١٢) مسند ابو یعلی (٦٣٦٠) صحیح ابن حبان (٢٣٥٤) مشکل الآثار للطحاوی (١٣/٣) ترمذی (١٦٤٠) مسند احمد (٩٥٧٦)]

(۳) [مسلم (١٥٣) کتاب الایمان : باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد الی جمیع الناس ؛ مسند احمد (٨٨٤١) مستخرج ابو عوانة (٢٠٥٤/١)]

(٤) [تفسیر ابن کثیر (٤٢٨/٦)]

(٥) [تفسیر أحسن البیان (ص : ١١٨٢-١١٨٣)]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَثَلِي وَ مَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ قَصْرٍ أُحْسِنَ بُنْيَانُهُ تُرِكَ مِنْهُ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ فَطَافَ بِهِ النُّظَّارُ يَتَعَجَّبُونَ مِنْ حُسْنِ بُنْيَانِهِ إِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ أَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِيَ الْبُنْيَانُ وَ خُتِمَ بِيَ الرُّسُلُ۔ وَ فِي رِوَايَةٍ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ ﴾ ''میری مثال اور دوسرے نبیوں کی مثال نہایت ہی اعلیٰ تعمیر شدہ محل کی سی ہے، جس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی۔ اس کو دیکھنے والے اس کے اردگرد گھومتے رہے۔ اس عمارت کے حسن کو دیکھ کر عش عش کر اٹھتے۔ سوائے اس اینٹ کی خالی جگہ کے۔ چنانچہ میں نے اس اینٹ کے خلا کو پر کر دیا۔ مجھ پر اس عمارت کی تکمیل ہوئی اور رسولوں کا سلسلہ بھی مجھ پر ہی ختم ہوا۔'' دوسری روایت میں ہے کہ ''میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔'' (۱)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي ﴾ ''عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' (۲)

③ اللہ تعالیٰ نے سب سے عظیم معجزہ ''قرآن کریم'' آپ ﷺ کو عطا فرمایا، جو اللہ تعالیٰ کا تغیر و تبدیلی سے محفوظ کلام اور تا قیامت لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے باقی رہنے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴾ [الاسراء: ۸۸] ''کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَ إِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَى اللّٰهُ إِلَيَّ فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ ''انبیاء کرام میں سے جو نبی بھی گزرا اس کو جس قدر معجزات دیے گئے اسی قدر اس پر لوگ ایمان لاتے۔ خوش ہو جاؤ جو معجزہ مجھے عطا کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا قرآن ہے، جو مجھ پر نازل کیا گیا ہے اور

---

(۱) [بخاری (۳۵۳۵) کتاب المناقب: باب خاتم النبيين، مسلم (۲۲۸۶) کتاب الفضائل: باب ذکر کونه خاتم النبيين]

(۲) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (۱۷۷۳) المشكاة (۵۴۰۶) ابو داود (۴۲۵۲) کتاب الفتن والملاحم: باب ذکر الفتن ودلائلها]

مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن اُن پر سب سے زیادہ ایمان لانے والے ہوں گے۔''(۱)

④ امتِ محمد (ﷺ) کو ساری امتوں میں بہترین قرار دیا گیا ہے اور وہی سب سے زیادہ تعداد میں جنت میں جائیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ﴾ [آل عمران : ۱۱۰] ''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔'' فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ إِنَّكُمْ تَتِمُّونَ سَبْعِينَ أُمَّةً أَنْتُمْ خَيْرُهَا وَ أَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ ﴾ ''بلاشبہ تم ستر (70) امتوں کی تکمیل کرو گے، تم ان میں اللہ کے ہاں سب سے بہترین اور سب سے معزز ہو۔''(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ ﴾ ''روزِ قیامت میرے پیروکاروں کی تعداد تمام انبیاء کے پیروکاروں سے زیادہ ہوگی اور جنت کے دروازے کو جو سب سے پہلے کھٹکھٹائے گا وہ میں ہی ہوں گا۔''(۳) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے متعلق فرمایا ﴿ وَ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ ﴾ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! بلاشبہ مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا نصف ہو گے۔''(٤)

⑤ نبی کریم ﷺ روزِ قیامت اولادِ آدم کے سردار ہوں گے۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ ''میں روزِ قیامت اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔''(٥) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ لَا فَخْرَ وَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ لَا فَخْرَ ﴾

---

(۱) [بخاری (٤٩٨١) کتاب فضائل القرآن : باب کیف نزل الوحی و أول ما نزل ، مسلم (١٥٢) کتاب الایمان : باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد الی جمیع الناس ، دلائل النبوة للبیهقی (٢٠٣/٨) مستخرج ابو عوانة (٢٤٤) مسند احمد (٨٧١٥)]

(۲) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (٢٣٠١) ترمذی (٣٠٠١) کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة آل عمران ، المشکاة (٦٢٨٥)]

(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (١٤٥٠) المشکاة (٥٧٤٢)]

(٤) [بخاری (٦٥٢٨) کتاب الرقاق : باب کیف الحشر ، مسلم (٢٢١) کتاب الایمان : باب کون هذه الامة نصف أهل الجنة]

(٥) [مسلم (٢٢٧٨) کتاب الفضائل : باب تفضیل نبینا علی جمیع الخلائق ، ابو داود (٤٦٧٣) کتاب السنة : باب فی التخییر بین الانبیاء ، ابن ماجه (٤٣٠٨) کتاب الزهد : باب ذکر الشفاعة ، ترمذی (٢١٤٨) کتاب تفسیر القرآن : باب ومن سورة بنی اسرائیل ، صحیح الجامع الصغیر (١٤٦٧)]

''میں روزِ قیامت لوگوں کا سردار ہوں گا اور میں یہ بات بطورِ فخر نہیں کہہ رہا اور روزِ قیامت سب سے پہلے میں ہی جنت میں داخل ہوں گا اور میں یہ بات بطورِ فخر نہیں کہہ رہا۔'' (۱)

⑥ روزِ قیامت آپ ﷺ ہی لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ [الاسراء : ۷۹] ''عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو مقامِ محمود میں کھڑا کرے گا۔'' مقامِ محمود وہ مقام ہے جو قیامت والے دن اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو عطا فرمائے گا اور اس مقام پر ہی آپ ﷺ وہ شفاعتِ عظمیٰ فرمائیں گے' جس کے بعد لوگوں کا حساب کتاب ہوگا۔(۲) ایک طویل حدیث میں ہے کہ روزِ قیامت لوگ آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبروں کے پاس شفاعت کے لیے آئیں گے مگر وہ سب انکار کر دیں گے، بالآخر لوگ محمد ﷺ کے پاس آئیں گے اور پھر آپ ان کی شفاعت فرمائیں گے۔(۳) آپ ﷺ کا ایک فرمان یوں ہے کہ ﴿أُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَلَمْ يُعْطَ نَبِيٌّ قَبْلِيْ﴾ ''مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی۔'' (٤)

⑦ روزِ قیامت لواء الحمد (حمد کا جھنڈا) آپ ﷺ نے ہی اٹھایا ہوا ہوگا اور تمام لوگ آپ ﷺ کے اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿وَبِيَدِيْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ﴾ ''لواء الحمد میرے ہی ہاتھ ہوگا اور اس میں کوئی فخر نہیں۔'' (٥)

◀◀ نبی کریم ﷺ کے مزید چند خصائص یہ ہیں:

1- اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام پیغمبروں سے آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی حمایت و تائید کرنے کا عہد لیا تھا۔

2- اہل کتاب کے پاس آپ ﷺ کی آمد کا مکمل علم تھا۔

3- آپ ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام ابھی اپنی مٹی میں تھے۔

4- آپ ﷺ تمام نبیوں سے زیادہ اپنی امت سے محبت کرنے والے تھے۔

---

(۱) [السلسلة الصحيحة (۱۵۷۱) مسند احمد (۱٤٤/۳) دارمی (۵۳)]

(۲) [تفسير أحسن البيان (صفحه : ۷۸۹)]

(۳) [بخاری (۳۳٤۰) كتاب أحاديث الأنبياء : باب قول الله تعالى انا أرسلنا نوحا الىٰ قومه ، مسلم (۱۹۳) كتاب الايمان : باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها]

(٤) [صحيح : صحيح نسائی ، نسائی (٤۳۲) كتاب الغسل والتيمم : باب التيمم بالصعيد]

(٥) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۱٤٦۸) ابن ماجه (٤۳۰۸) كتاب الزهد : باب ذكر الشفاعة ، ترمذی (۳۱٤۸) كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة بنی اسرائيل]

5- آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات لوگوں کی مائیں ہیں۔
6- آپ ﷺ کو مبعوث فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان فرمایا ہے۔
7- آپ ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔
8- آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا ہے۔
9- آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اٹھائی ہے۔
10- اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اور آپ ﷺ کے شہر مبارک کی قسم اٹھائی ہے۔
11- اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نورِ ہدایت بنایا ہے۔
12- آپ ﷺ پر صلاۃ وسلام کو تا قیامت جاری کر دیا گیا ہے۔
13- آپ ﷺ کو معراج کی صورت میں آسمانوں کی سیر کرائی گئی ہے۔
14- آپ ﷺ کو عظیم معجزات عطا فرمائے گئے ہیں۔
15- آپ ﷺ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے گئے ہیں۔
16- آپ ﷺ کی پیش کی ہوئی دعوت کو قیامت تک مؤخر کر دیا گیا ہے۔
17- آپ ﷺ کو جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں۔
18- آپ ﷺ کو زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں۔
19- آپ ﷺ کے ساتھی جن کو آپ کے تابع کر دیا گیا ہے۔
20- ایک ماہ کی مسافت پر آپ ﷺ کے دشمنوں پر آپ کا رعب ڈالا گیا ہے۔
21- بیت المقدس میں آپ ﷺ کو سابقہ تمام انبیاء کی امامت کا شرف عطا فرمایا گیا۔
22- آپ ﷺ کے زمانے کو بنی آدم کا سب سے بہترین زمانہ قرار دیا گیا ہے۔
23- آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت بنائی گئی تھی۔
24- آپ ﷺ کے لیے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا گیا۔
25- روزِ قیامت سب سے پہلے آپ ﷺ کو ہی اٹھایا جائے گا۔
26- سب سے پہلے آپ ﷺ ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے۔
27- آپ ﷺ کو حوضِ کوثر اور مقامِ محمود عطا کیا جائے گا۔
28- آپ ﷺ کے پیروکار سب سے زیادہ تعداد میں ہوں گے۔

29- آپ ﷺ روز قیامت سید الاولین والآخرین ہوں گے۔

30- آپ ﷺ کی امت کے بہت سے افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔(۱)

نبی کریم ﷺ کے حقوق

امت پر نبی کریم ﷺ کے بہت زیادہ حقوق ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر تو سابقہ اوراق میں ''انسانوں پر انبیاء کے حقوق'' کے عنوان کے تحت ہو چکا ہے، البتہ یہاں آپ ﷺ کے چند خصوصی حقوق ذکر کیے جا رہے ہیں۔

① امت پر آپ ﷺ کا پہلا حق یہ ہے کہ تفصیلی طور پر آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لایا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ آپ کی رسالت نے سابقہ تمام رسالتوں کو منسوخ کر دیا ہے۔ پھر اس کا تقاضا پورا کیا جائے یعنی آپ ﷺ نے جو بھی خبر دی ہے اس کی تصدیق کی جائے، آپ ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے، آپ ﷺ کے ہر منع کردہ کام سے بچا جائے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی طریقے سے کی جائے جو آپ ﷺ نے سکھایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَآمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ﴾ [التغابن : ۸] ''تم اللہ، اس کے رسول اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا۔'' ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر : ۷] ''اور رسول تمہیں جو کچھ دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے رک جاؤ۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''مجھے اس وقت تک لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ یہ گواہی نہ دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں......۔''(۲)

② اس بات پر پختہ ایمان کہ رسول ﷺ نے اللہ کا پیغام کامل طریقے سے پہنچا دیا اور امانت کو ادا کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ [المائدة : ۳] ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔'' اور حدیث میں ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر تمام صحابہ نے متفقہ طور پر یہ کہا کہ ﴿ نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَ اَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ ﴾ ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ نے (اپنے رب کا پیغام) پہنچا دیا اور (امانت کو) ادا کر دیا اور (امت کی) خیر خواہی کر دی۔'' یہ سن کر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف

(۱) [حاشية موسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ (۱٤/۲۔۱٦)]

(۲) [بخاری (۲٥) كتاب الايمان : باب فان تابوا وأقاموا الصلاة ، مسلم (۲۲) كتاب الايمان : باب الامر بقتال الناس حتى يقولوا لا اله الا الله]

انگلی اٹھا کر تین مرتبہ کہا ''اے اللہ! گواہ رہنا۔''(۱)

④ نبی کریم ﷺ سے محبت کرنا اور ساری مخلوق حتی کہ اپنی جان سے بھی زیادہ آپ سے محبت رکھنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴾ [التوبة : ٢٤] ''آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا۔'' امام قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ ''یہ آیت اللہ تعالیٰ اور ان کے (محبوب) رسول اللہ ﷺ کی محبت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ ان کی محبت ہر محبوب کی محبت پر غالب ہو۔''(۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴾ ''کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''(۳) حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَ هُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : لَا وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَ اللَّهِ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : الْآنَ يَا عُمَرُ! ﴾ ''ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے پیارے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس وقت تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اللہ کی قسم! یقیناً اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ

---

(۱) [مسلم (١٢١٨) كتاب الحج : باب حجة النبي]

(۲) [تفسیر قرطبی۔ (۹۵/۸)]۔

(۳) [بخاری (١٥) كتاب الايمان : باب حب الرسول من الايمان ، مسلم (٤٤) كتاب الايمان : باب وجوب محبة رسول الله أكثر من الأهل والولد والوالد]

پیارے ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا، اے عمر! اب بات بنی ہے۔"(۱)

④ نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ﴾ [الفتح : ۹] "(ہم نے آپ ﷺ کو خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا) تا کہ (اے مسلمانو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔"

آپ ﷺ کی تعظیم میں ایک کام تو یہ شامل ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے اپنی آوازیں بلند نہ کی جائیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴾ [الحجرات : ۲۔۳] "اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ اس سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے۔"

دوسرے یہ کہ آپ ﷺ کے لیے کوئی بھی غلط لفظ استعمال نہ کیا جائے (جیسے "عشق" وغیرہ کیونکہ یہ لفظ کتاب وسنت میں تو کہیں استعمال نہیں ہوا البتہ کافر اور ان کی مشابہت کرنے والے اسے ضرور استعمال کرتے ہیں) اور جب بھی آپ ﷺ کو پکارا جائے انتہائی ادب واحترام کے ساتھ پکارا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [البقرة: ۱۰۴] "اے ایمان والو! تم (نبی ﷺ کو) راعنا نہ کہا کرو بلکہ انظرنا کہو یعنی ہماری طرف دیکھیے اور سنتے رہا کرو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

اور یہ بھی کہ آپ ﷺ کی بتائی ہوئی تعلیمات سے آگے مت بڑھا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾ [الحجرات : ۱] "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے۔"

نیز آپ ﷺ کی تعظیم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ ﷺ کی بات کے مقابلے میں کسی نبی، ولی اور امام

(۱) [بخاری : کتاب الایمان والنذور : رقم الحدیث : ۶۶۳۲]

کی بات کو ترجیح نہ دی جائے۔ جیسا کہ ایک طویل روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔''(۱)

⑤ نبی کریم ﷺ پر بکثرت صلاۃ وسلام بھیجنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [الاحزاب: ٥٦] ''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور اچھی طرح سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔'' واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا آپ ﷺ پر رحمت نازل کرنا ہے اور فرشتوں کا آپ ﷺ پر درود بھیجنا آپ ﷺ کے لیے رحمت کی دعا کرنا ہے۔(۲) اس بات کی تائید ایک صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے۔(۳)

حدیث نبوی ہے کہ ''اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔''(۴)

ایک حدیث میں ہے کہ ''وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا (نام) ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔''(۵)

ایک اور روایت میں ہے کہ ''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کی دس غلطیاں معاف ہو جاتی ہیں اور اس کے دس درجات بلند ہو جاتے ہیں۔''(٦)

⑥ اُن تمام مناقب وفضائل اور خصائص کا اقرار کرنا جو آپ ﷺ کے حق میں ثابت ہیں (جن میں سے کچھ کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے)، انہیں دوسروں تک پہنچانا اور بچوں کو ان کی تعلیم دینا۔

---

(۱) [حسن: رواه الدارمي كما في المشكاة (١٩٤)]

(۲) [تفسير أحكام القرآن (٤٦٧/٣)]

(۳) [بخاری (٤٤٥) كتاب الصلاة: باب الحدث في المسجد]

(٤) [حسن صحيح: صحيح ترمذي، ترمذي (٣٥٤٥) كتاب الدعوات: باب قول رسول الله رغم أنف رجل، صحيح الجامع الصغير (٣٥١٠) صحيح الترغيب (١٦٨٠) كتاب الذكر والدعاء: باب الترغيب في اكثار الصلاة على النبي]

(٥) [صحيح: صحيح الترغيب والترهيب (١٦٨٣) كتاب الذكر والدعاء: باب الترغيب في اكثار الصلاة على النبي، ترمذي (٣٥٤٦) كتاب الدعوات: باب قول رسول الله رغم أنف رجل، نسائي في عمل اليوم والليلة (٥٦) مسند احمد (٢٠١/١) صحيح ابن حبان (٩٠٩) مستدرك حاكم (٥٤٩/١) امام حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ سلیم ہلالی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔]

(٦) [صحيح: هداية الرواة (٨٨٢)، (٤١٥/١) نسائي (١٢٩٧) كتاب السهو: باب الفضل في الصلاة على النبي، صحيح الجامع الصغير (٦٣٥٩) صحيح الترغيب (١٦٥٧) كتاب الذكر والدعاء: باب الترغيب في اكثار الصلاة على النبي، مسند احمد (١٠٢/٣) نسائي في عمل اليوم والليلة (٦٢) صحيح ابن حبان (٩٠١) مستدرك حاكم (٥٥٠/١)]

⑥ نبی کریم ﷺ کی ذات میں غلو نہ کیا جائے (1) آپ ﷺ کو صرف اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہا جائے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ ﴾ [الکھف : ۱۱۰] ''آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔ہاں میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''اور فرمایا کہ ﴿ قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ ﴾ [الانعام : ۵۰] ''آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کی پیروی کرتا ہوں۔'' ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ﴾ [الزمر : ۳۰۔۳۱] ''(اے پیغمبر!) یقیناً خود آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں' پھر تم سب کے سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑو گے۔''

ایک فرمانِ نبوی یوں ہے کہ ﴿ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ ﴾ ''میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا تھا۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں' تم بھی مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔''(2) ایک مرتبہ کسی صحابی نے آپ ﷺ کو ان الفاظ میں مخاطب کیا کہ یا مُحمّد ! یا سیّدنا وابنَ سیّدِنا وخَیْرَنا وابْنَ خَیْرِنا ''یعنی اے محمد (ﷺ)! اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے! اے ہم میں سب سے افضل اور سب سے افضل کے بیٹے!'' یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِتَقْوَاكُمْ ' لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ' أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ' عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُوْنِيْ فَوْقَ مَنْزِلَتِيَ الَّتِيْ أَنْزَلَنِيَ اللّٰهُ ﴾ ''اے لوگو! تقویٰ کو لازم پکڑو! دیکھو کہیں شیطان تمہیں میری محبت میں صحیح راستے سے بھٹکا نہ دے۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں' اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' مجھے یہ قطعاً پسند نہیں کہ تم مجھے میرے اُس مقام سے اونچا اٹھاؤ جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مجھے رکھا ہے۔''(3) ایک اور فرمانِ نبوی کے الفاظ یہ ہیں کہ ﴿ إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ

---

(1) [آپ ﷺ کی ذات میں غلو یہ ہے کہ آپ کی مدح میں اس قدر زیادتی کرنا کہ آپ کو رسالت کے مقام سے اٹھا کر ربوبیت کے مقام پر فائز کر دینا' آپ کو عالم الغیب سمجھنا' آپ کو زندہ اور حاضر ناظر سمجھنا' آپ کے نام پر جانور ذبح کرنا اور آپ کی قبر کا طواف کرنا وغیرہ۔]

(2) [بخاری (۳۴۴۵) کتاب أحادیث الأنبیاء : باب قول الله تعالی واذکر فی الکتاب مریم ، المشکاة (۴۸۹۷) صحیح الجامع الصغیر (۷۳۶۳)]

(3) [صحیح السلسلة الصحیحة (۱۰۹۷) غایة المرام (۱۲۷) مسند احمد (۱۵۲/۳) نسائی فی عمل الیوم واللیلة (ص ۲۴۹)]

بِالْغُلُوِّ فِي الدِّيْنِ ﴾ ''دین میں غلو سے بچو کیونکہ دین میں غلو نے ہی تم سے پہلوں کو ہلاک کر دیا تھا۔'' (۱)

⑧ نبی کریم ﷺ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ آپ کے صحابہ، آپ کے اہل بیت، آپ کی ازواج مطہرات اور آزاد کردہ غلاموں سے محبت کی جائے اور ان سے بغض وعناد نہ رکھا جائے، انہیں گالیاں نہ دی جائیں اور ان کی شان میں ہر قسم کی گستاخی سے بچا جائے۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِيْ ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ ﴾ ''میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ تم میں کوئی ایک اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مد اور نصف مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔''(۲) ایک روایت میں آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی مذکور ہے کہ ﴿ أَكْرِمُوْا أَصْحَابِيْ ﴾ ''میرے صحابہ کی تکریم کرو۔'' (۳)

شرح عقیدہ طحاویہ میں مذکور ہے کہ ''صحابہ سے محبت دین، ایمان اور احسان ہے اور صحابہ سے نفرت کفر، نفاق اور سرکشی ہے۔''(۴) فضیلۃ الشیخ صالح آل شیخ فرماتے ہیں کہ ''صحابہ سے محبت فرض اور واجب ہے اور چند امور کی متقاضی ہے: (1) اپنے دل میں صحابہ کی محبت پیدا کی جائے۔ (2) جہاں بھی ان کا ذکر کیا جائے ان کی ثنا بیان کی جائے۔ (3) ان کے تمام افعال کو خیر و بھلائی پر ہی محمول کیا جائے۔ (4) اور جہاں بھی ان کے دفاع کی ضرورت پیش آئے وہاں ان کا دفاع کیا جائے۔'' (۵)

❑ یہ تھا بالاختصار امت پر نبی کریم ﷺ کے چند حقوق کا بیان۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں یہ حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (واللہ الموفق والمستعان)

نبی کریم ﷺ کے معجزات

معجزہ ایسے خرقِ عادت کام کو کہتے ہیں جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے شخص کی صداقت ظاہر ہو جائے کہ وہ واقعتاً اللہ کا پیغمبر ہے۔(۶) ہر پیغمبر کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے ظاہر ہے ﴿ مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ ﴾ ''انبیاء کرام میں سے جو نبی بھی

(۱) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (۲۶۸۰) ابن ماجہ (۳۰۲۹)]
(۲) [بخاری (۳۶۷۳) کتاب المناقب: باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا، ابو داود (۴۶۵۸) کتاب السنة: باب فی النهی عن سب أصحاب رسول الله ﷺ]
(۳) [صحیح: المشکاة (۶۰۰۳) النسائی فی السنن الکبری (۳۸۷/۵)]
(۴) [شرح عقیدة طحاویه (۲۹۹/۲) بتحقیق احمد شاکر]
(۵) [کما فی شرح العقیدة الطحاویة (۶۲۵/۱)]
(۶) [قطف الثمر فی بیان عقیدة أهل الأثر (۱۰۳/۱)]

گزرا اس کو معجزات عطا کیے گئے۔"(۱)

صالح علیہ السلام کے لیے پہاڑ سے ایک عظیم اونٹنی کو ظاہر کیا گیا۔(۲) ابراہیم علیہ السلام کے لیے آگ کو ٹھنڈک اور سلامتی والی بنا دیا گیا۔(۳) موسیٰ علیہ السلام کو ایسا عصا عطا گیا جو سانپ کی شکل اختیار کر لیتا اور جب آپ اپنا ہاتھ بغل سے نکالتے تو انتہائی چمکدار اور روشن ہو کر ظاہر ہوتا۔(٤) عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزات دیے گئے کہ آپ مٹی سے پرندے کی صورت بناتے، پھر اس میں پھونکتے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا، اسی طرح آپ اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھے اور برص کے مریض کو تندرست کر دیتے اور مردوں کو زندہ کر دیتے۔(٥)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے متعلق شیخ عبدالرحمٰن بن حماد آل عمر قمطراز ہیں کہ علمائے سیر نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت ثابت کرنے والے معجزات کو شمار کیا ہے اور ان کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔(٦)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند معجزات کا بیان حسب ذیل ہے:

❶ قرآن کریم (جو علی الاطلاق تمام پیغمبروں کے معجزات سے بڑا معجزہ ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَـٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴾ [الاسراء : ۸۸] "کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔"

❷ قرآن کریم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ "اسراء ومعراج" کا معجزہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ [بنی اسرائیل : ۱] "پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو

---

(۱) [بخاری (٤٩٨١) کتاب فضائل القرآن : باب کیف نزل الوحی وأول ما نزل ، مسلم (۱۵۲) کتاب الایمان : باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد الی جمیع الناس ، دلائل النبوة للبیهقی (۲۰۳/۸) مستخرج ابو عوانة (۲٤٤) مسند احمد (۸۷۱٥)]

(۲) [الاعراف : ۷۳]

(۳) [الانبیاء : ٦۸۔۷۰]

(٤) [طه : ۱۷۔۲۲]

(٥) [المائدة : ۱۱۰]

(٦) [دین الحق : معجزات الرسول (۱ ۔ ۲٥)]

رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا' جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے' اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں' یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے۔''

اسراء کے معنی ہوتے ہیں، رات کو لے جانا۔ آگے لیلاً اس لیے ذکر کیا گیا ہے تاکہ رات کی قلت واضح ہو جائے، اسی لیے وہ نکرہ ہے۔ یعنی رات کے ایک حصے یا تھوڑے سے حصے میں یعنی چالیس راتوں کا یہ دور دراز سفر، پوری رات میں بھی نہیں بلکہ رات کے ایک قلیل حصے میں طے ہوا۔ اقصیٰ دور کو کہتے ہیں، بیت المقدس جو القدس یا ایلیا شہر میں ہے اور فلسطین میں واقع ہے، مکے سے القدس تک مسافت ۴۰ دن کی ہے، اس اعتبار سے مسجد حرام کے مقابلے میں بیت المقدس کو مسجد اقصیٰ (دور کی مسجد) کہا گیا ہے۔ یہ علاقہ قدرتی نہروں اور پھلوں کی کثرت اور انبیاء کا مسکن و مدفن ہونے کے لحاظ سے ممتاز ہے، اس لیے اسے بابرکت قرار دیا گیا ہے۔

''تاکہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں'' یہ اس سیر کا مقصد ہے تاکہ ہم اپنے اس بندے کو عجائبات اور آیات کبریٰ دکھائیں۔ جن میں سے ایک آیت اور معجزہ یہ سفر بھی ہے کہ اتنا لمبا سفر رات کے ایک قلیل حصے میں ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ کو معراج ہوئی یعنی آسمانوں پر لے جایا گیا، وہاں مختلف آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں اور سدرۃ المنتہیٰ پر جو عرش سے نیچے ساتویں آسمان پر ہے، اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے نماز اور دیگر بعض چیزیں عطا کیں۔ جس کی تفصیلات صحیح احادیث میں بیان ہوئی ہیں اور صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک امت کے اکثر علما و فقہا اس بات کے قائل چلے آ رہے ہیں کہ یہ معراج بِجَسَدِهِ الْعُنْصُرِی حالتِ بیداری میں ہوئی۔ یہ خواب یا روحانی سیر اور مشاہدہ نہیں ہے بلکہ عینی مشاہدہ ہے جو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے پیغمبر کو کرایا ہے۔ اس معراج کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ اسراء کہلاتا ہے، جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے اور جو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کا نام ہے، یہاں پہنچنے کے بعد نبی کریم نے تمام انبیا علیہم السلام کی امامت فرمائی۔ بیت المقدس سے پھر آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا، یہ اس سفر کا دوسرا حصہ ہے جسے معراج کہا جاتا ہے۔ اس کا کچھ تذکرہ سورۂ نجم میں کیا گیا ہے اور باقی تفصیلات احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔ عام طور پر اس پورے سفر کو ''معراج'' سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے۔ معراج، سیڑھی کو کہتے ہیں، یہ نبی ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ عُرِجَ بِی اِلَی السَّمَاءِ (مجھے آسمان پر چڑھایا گیا) سے ماخوذ ہے، کیونکہ اس سفر کا دوسرا حصہ پہلے سے بھی زیادہ اہم اور عظیم الشان ہے، اس لیے معراج کا لفظ ہی زیادہ مشہور ہو گیا۔(۱)

شیخ عبداللہ بن عبدالحمید الاثری رقمطراز ہیں کہ قرآن کے بعد سب سے بڑا معجزہ، جس کے ذریعے اللہ

(۱) [تفسیر أحسن البیان (ص: ۷۶۵-۷۶٦)]

تعالیٰ نے اپنے نبی کی تائید وحمایت فرمائی اسراء ومعراج کا معجزہ ہے۔ اہل السنہ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو بیداری کی حالت میں روح وجسم سمیت آسمان کی طرف لے جایا گیا تھا۔ (۱)

❸ آپ ﷺ کا ایک عظیم معجزہ "انشقاقِ قمر" ہے۔ جب مشرکینِ مکہ نے آپ ﷺ سے نشانی کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور اہل مکہ و دیگر سب نے اسے دیکھ لیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ [القمر : ۱] "قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔" حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ انہیں کوئی نشانی دکھائیں۔ تو آپ نے انہیں (انگلی کے اشارے سے) چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائے۔ یہاں تک کہ ان کافروں نے حراء پہاڑ کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔" (۲)

❹ جنگ بدر کے موقع پر جنگ سے پہلے آپ ﷺ نے جس جس مشرک کی ہلاکت کی جگہ کا تعین فرمایا تھا وہ اسی جگہ ہلاک ہوا۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کے رکھے ہوئے ہاتھ کی جگہ سے اِدھر اُدھر نہیں مرا۔" (۳)

❺ جنگ خندق کے موقع پر آپ ﷺ کے لعاب کی برکت سے ہنڈیا میں موجود کھانا اس قدر زیادہ ہو گیا کہ ایک ہزار کے قریب افراد کھانا کھا کر سیر ہو گئے مگر کھانے میں کچھ بھی کمی نہیں آئی۔ (۴)

❻ حدیبیہ کے روز آپ ﷺ کی انگلیوں سے اس قدر پانی جاری ہوا کہ پندرہ سو صحابہ نے سیر ہو کر پیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس روز اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی کفایت کر جاتا۔ (۵)

❼ نبی کریم ﷺ کے حکم سے ایک دیہاتی کے سامنے کھجور کے درخت نے ایسی کھجوریں برسائیں کہ کھجوروں کا ڈھیر لگ گیا اور پھر آپ ﷺ ہی کے حکم سے وہ کھجوریں دوبارہ درخت میں جا کر لگ گئیں۔ (۶)

---

(۱) [الوجيز في عقيدة السلف الصالح (٦٦/١)]

(۲) [بخاری (٣٨٦٨) كتاب المناقب : باب انشقاق القمر]

(۳) [مسلم : كتاب الجهاد والسير : باب غزوة بدر، مصنف ابن ابي شيبة (٤٨٠/٨) السنن الكبرى للبيهقي (١٤٨/٩) السنن الكبرى للنسائي (٦٦٠١) طبراني اوسط (٨٦٨٩) تهذيب الآثار للطبري (١٦٥) دلائل النبوة للبيهقي (٨٩/٣) أبو عوانة (٥٤٣٩) مسند أبو يعلى (١٣٠) صحيح ابن حبان (٤٨٠٨)]

(۴) [بخاری (٤١٠١) كتاب المغازي : باب غزوة الخندق وهي الأحزاب]

(۵) [بخاری (٣٥٧٦) كتاب المناقب : باب علامات النبوة في الاسلام، دلائل النبوة للبيهقي (١٧٠/٤) صحيح ابن حبان (٦٦٥٤) صحيح ابن خزيمة (٢٣٢/١) مسند احمد (١٤٨٩٦)]

(۶) [صحيح : صحيح ترمذی، ترمذی (٣٦٢٨) كتاب المناقب]

❽ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے لیے بطورِ معجزہ ایک پیالے کا دودھ اس قدر زیادہ ہوگیا کہ تمام اصحاب صفہ، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور پھر آپ ﷺ نے اس سے سیر ہو کر پی لیا۔(۱)

❾ سفر ہجرت کے دوران جب سراقہ آپ ﷺ کا تعاقب کرتا ہوا آپ کے قریب آ گیا تو آپ کی دعا سے اس کا گھوڑا بغلوں تک زمین میں دھنس گیا۔(۲)

□ انبیاء کے علاوہ اگر کوئی خرقِ عادت واقعہ کسی نیک انسان کے ساتھ پیش آجائے تو اسے ''کرامت'' کہا جاتا ہے۔ معجزہ اور کرامت میں فرق یہ ہے کہ معجزہ دعویٰ نبوت کی صداقت کے لیے ظاہر کیا جاتا ہے جبکہ کرامت کا ظہور اس لیے نہیں ہوتا اور نہ ہی صاحبِ کرامت نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، بلکہ اسے تو اتباعِ رسول اور شریعتِ محمدی پر استقامت کی وجہ سے کرامت حاصل ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ معجزہ نبی کے لیے اور کرامت ولی کے لیے ہوتی ہے۔ انبیاء کے معجزوں اور اولیاء کی کرامتوں پر من وعن ایمان لانا اور ان کی صحت کا اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ یہاں یہ بات واضح رہنے کہ نہ تو معجزے کا اختیار نبی کے پاس ہوتا ہے اور نہ ہی کرامت کا اختیار ولی کے پاس، بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اپنے حکم سے نبی کے ہاتھ پر معجزہ اور ولی کے ہاتھ پر کرامت ظاہر کر دیتا ہے، اس لیے یہ اعتقاد بالکل غلط ہے کہ اولیاء جب چاہیں کرامتیں ظاہر کر سکتے ہیں۔ یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ اصطلاحِ شرع میں ولی وہ ہے جس میں دو صفات موجود ہوں۔ ایک ایمان اور دوسری تقویٰ، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴾ [یونس:٦٢-٦٣] ''یاد رکھو! اللہ کے اولیاء پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔'' اور اگر کوئی شخص ایمان یا تقویٰ سے عاری ہو تو وہ ولی کہلوانے کا ہرگز حقدار نہیں اور جس میں یہ دونوں صفات موجود ہیں وہ یقیناً اللہ کا ولی ہے خواہ اسے کوئی جانتا ہو یا نہ۔(۳)

---

(۱) [مسند احمد (۲/ ۵۱۲)]

(۲) [بخاری (٣٦١٥) کتاب المناقب : باب علامات النبوة فی الاسلام، مسلم (٢٠٠٩) کتاب الأشربة : باب جواز شرب اللبن]

(۳) [دیکھیے : أصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنة (ص: ٢٧٧-٢٨٠)]

فصل پنجم:



آخرت پر ایمان کا مفہوم

یومِ آخرت پر ایمان سے مراد ہے وفات کے بعد سے لے کر اہل جنت کے جنت میں اور اہل جہنم کے جہنم میں داخل ہو جانے تک کے بارے میں کتاب وسنت میں موجود ہر بات کی مکمل تصدیق اور اس پر پختہ اعتقاد۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یومِ آخرت اور اس پر ایمان کا ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ ایک مقام پر فرمایا ﴿ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ﴾ [البقرة : ٤] ''اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔''

یومِ آخرت کے حوالے سے جن اُمور پر ایمان کو اہل علم نے ضروری کہا ہے ان میں سے چند اہم یہ ہیں:

(1) موت اور اس کے بعد کے احوال پر ایمان
(2) احوالِ قبر پر ایمان
(3) علاماتِ قیامت پر ایمان
(4) یوم البعث پر ایمان
(5) حوضِ کوثر پر ایمان
(6) میزان پر ایمان
(7) شفاعت پر ایمان
(8) پُل صراط پر ایمان
(9) جنت اور جہنم پر ایمان

ان تمام کا مختصر بیان حسب ذیل ہے۔

موت اور اس کے بعد کے احوال پر ایمان

موت اور اس کے بعد کے تمام غیبی اُمور جن کا ذکر کتاب وسنت میں ہوا ہے ان پر کامل ایمان ہونا چاہیے جیسے:

1- موت کے وقت انسان کو انتہائی سخت حالت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔(۱)

2- شہید کو قتل کے وقت اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔(۲)

---

(۱) [بخاری (٦٥١٠) کتاب الرقاق : باب سکرات الموت]

(۲) [حسن : هداية الرواة (١٧/٤)' (٣٧٥٩) ترمذی (١٦٦٨) کتاب فضائل الجهاد : باب ما جاء فی فضل المرابط' ابن ماجة (٢٨٠٢) کتاب الجهاد : باب فضل الشهادة فی سبیل الله' نسائی (٣٦/٦)]

3۔ موت کے وقت فرشتے حاضر ہو جاتے ہیں۔ مومن آدمی کی روح کو لینے کے لیے روشن چہروں والے فرشتے جنت کی خوشبو اور جنت کا لباس لے کر آتے ہیں اور کافر کی روح کو لینے کے لیے سیاہ چہروں والے فرشتے انتہائی بدبودار ٹاٹ لے کر آتے ہیں۔(۱)

4۔ مومن آدمی کی روح کے لیے ہر آسمان کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور پھر اللہ کے حکم سے ہر آسمان کے مقرب فرشتے اسے زمین میں اس کی قبر تک چھوڑنے آتے ہیں۔ جبکہ کافر کی روح کے لیے کسی آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا اور اسے آسمان سے ہی زمین کی جانب پھینک دیا جاتا ہے۔(۲)

5۔ شہداء اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں اور انہیں وہاں رزق دیا جاتا ہے۔(۳)

احوالِ قبر پر ایمان

1۔ اولاً اس بات پر پختہ ایمان ہونا چاہیے کہ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے قبر دی ہے خواہ کسی کو دفن کیا گیا ہو، جلا دیا گیا ہو یا سمندر میں بہا دیا گیا ہو وغیرہ وغیرہ۔ جہاں جہاں کسی کے ذرات موجود ہیں وہیں اس کی قبر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ﴾ [عبس : ۲۱] ''پھر اسے (یعنی انسان کو) مارا اور قبر دی۔'' ایک آدمی کو وفات کے بعد اس کی وصیت کے مطابق جلا دیا گیا، پھر اس کی راکھ کو تیز آندھی کے روز سمندر میں بہا دیا گیا مگر اللہ کے حکم سے اس کا ہر ذرہ اکٹھا ہوا اور وہ انسان بن گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے سوال کیا۔(٤)

2۔ اس بات پر بھی کامل ایمان ہونا چاہیے کہ قبر میں سوال جواب ہوتے ہیں۔ دو فرشتے (منکر اور نکیر) تین سوال کرتے ہیں۔ تیرا دین کیا ہے، تیرا رب کون ہے اور وہ آدمی کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟(٥)

3۔ نیک آدمی کو قبر میں اللہ کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں یعنی اسے جنت کا لباس پہنا دیا جاتا ہے، اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دیا جاتا ہے اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ جبکہ بدکار و فاجر شخص کو قبر میں عذاب ہوتا ہے، اسے آگ کا لباس پہنا دیا جاتا ہے، اس کے لیے آگ کا بستر بچھا دیا جاتا ہے اور اس کے لیے جہنم کی جانب ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اس کی قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے حتی کہ اس کی ایک

---

(۱) [حسن : الترغیب والترهیب لمحی الدین دیب مستو (۵۲۲۱) مسند احمد (۲۸۷/٤) امام ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ [مجمع الزوائد (۵۰/۳)] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔]

(۲) [أیضاً]

(۳) [آل عمران : ۱۶۹]

(٤) [بخاری (۳٤۵۲) کتاب أحادیث الأنبیاء : باب ما ذکر عن بنی اسرائیل]

(۵) [حسن : هدایة الرواة (۱۱٦/۱) صحیح ترمذی ترمذی (۱۰۷۱) کتاب الجنائز]

پسلی دوسری پسلی میں گھس جاتی ہے اور اس پر ایک اندھا اور بہرہ فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جس کے پاس ایسا ہتھوڑا ہوتا ہے کہ اگر وہ پہاڑ پر مارا جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے، وہ فرشتہ اسے اس کے ساتھ عذاب دیتا ہے اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہتا ہے۔(۱)

عذابِ قبر برحق ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ ﴿ وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوْءُ الْعَذَابِ ۝ النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَ عَشِيًّا وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوْا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴾ [غافر : ٤٥ ـ ٤٦] ''اور آل فرعون پر بری طرح کا عذاب الٹ پڑا۔ آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان ہوگا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔'' جمہور کا موقف یہ ہے کہ یہ صبح و شام عذاب انہیں قبر میں ہوتا ہے اور یہ عذاب قبر کے اثبات میں واضح دلیل ہے۔ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت عذابِ قبر کے اثبات کے حوالے سے اہل السنہ کی بہت بڑی دلیل ہے۔ (۲) علاوہ ازیں متعدد احادیث بھی اس پر شاہد ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں یہ واضح الفاظ موجود ہیں کہ ﴿ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ ﴾ ''عذابِ قبر برحق ہے۔''(۳) شیخ ابن عثیمینؒ نے فرمایا ہے کہ واضح سنت' قرآن کے ظاہر اور مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ عذاب قبر ثابت ہے۔(٤)

4- قبر میں ہر شخص کو روزانہ صبح و شام اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے، اگر جنتی ہے تو جنت میں اور اگر جہنمی ہے تو جہنم میں۔ اسے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے جو روزِ قیامت تجھے حاصل ہوگا۔(٥)

5- جب (نیک آدمی کی) میت کو قبر میں اُتارا جاتا ہے تو اسے سورج یوں دکھایا جاتا ہے جیسے غروب ہونے والا ہو۔ وہ اپنی آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔(٦)

6- قبر میں انعام یا عذاب صرف روح کو نہیں بلکہ روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ایک

---

(۱) [صحيح : هداية الرواة (۱۱٦/۱)' (۱۲۷) ابو داود (٤۷۵۳) كتاب السنة ، نسائى (۷۸/٤)]

(۲) [تفسير ابن كثير (۱۳٦/۷)]

(۳) [بخارى (۱۳۷۲) كتاب الجنائز : باب ما جاء فى عذاب القبر]

(٤) [مجموع فتاوى لابن عثيمين (٤۳۳/۱۷)]

(٥) [بخارى (۱۳۷۹) كتاب الجنائز : باب الميت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشى' مسلم (۲۸٦٦) كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها : باب عرض مقعد الميت من الجنة أو النار عليه وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه' احمد (٤٦٥۸) ترمذى (۱۰۷۲) كتاب الجنائز : باب ما جاء فى عذاب القبر]

(٦) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۳٤٤۷) كتاب الزهد : باب ذكر القبر والبلى' ابن ماجة (٤۲۷۲) ابن حبان (۷۷۹) حاكم (۳۸۰/۱) امام حاکمؒ نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔]

روایت ہے کہ جب بندے (کی میت) کو قبر میں اتارا جاتا ہے تو دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے سوال و جواب کرتے ہیں۔...(۱) اور ایک روایت میں تو یہ واضح الفاظ موجود ہیں کہ ﴿ وَتُعَادُ رُوْحُهُ فِيْ جَسَدِهٖ وَيَأْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ ﴾ ''اور اس (میت) کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں، وہ اسے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟''(۲)

علاماتِ قیامت پر ایمان

ائمہ سلف کا عقیدہ یہ ہے کہ وقوعِ قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ﴾ [لقمان: ۳٤] ''یقیناً قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس ہی ہے۔'' البتہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کی کچھ علامات بیان فرمائی ہیں جو قربِ قیامت پر دلالت کرتی ہیں۔ سلف صالحین ان تمام علامات پر مکمل ایمان رکھتے ہیں خواہ ان میں سے کسی کا وقوع ہو چکا ہو یا ہونے والا ہو۔ علاماتِ قیامت کو اہل علم نے دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: (1) قیامت کی چھوٹی علامات (2) قیامت کی بڑی علامات

بالاختصار ان علامات کا بیان حسب ذیل ہے:

قیامت کی چھوٹی علامات:

1- نبی کریم ﷺ کی بعثت قیامت کی ایک نشانی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے اور قیامت کو اتنا قریب بھیجا گیا ہے جتنا انگشت شہادت اور درمیانی انگلی ایک دوسرے کے قریب ہیں۔(۳)

2- عہدِ رسالت میں چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔ جیسا قرآن میں ہے ''قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔''(٤)

3- اس قدر شدید فتنوں کا ظہور کہ آدمی صبح مسلمان ہوگا تو شام کو کافر ہو جائے گا اور اگر شام کو مسلمان ہوگا تو صبح کو کافر ہو جائے گا۔ لوگ دنیا کے کچھ سامان کی خاطر اپنا ایمان بیچ دیں گے۔(٥)

4- ہر آنے والا زمانہ پہلے زمانے سے برا ہوگا۔(٦)

---

(۱) [بخاری (۱۳۳۸) کتاب الجنائز : باب المیت یسمع خفق النعال]

(۲) [صحیح : صحیح ابوداود (٤٧٥٣) کتاب السنة : باب فی المسألة فی القبر وعذاب القبر، صحیح الترغیب والترهیب (۳٥٥۸) کتاب الجنائز، مسند احمد (٤/۲۸۷) مستدرک حاکم (۱/۳۷)]

(۳) [بخاری (٦٥٠٤) کتاب الرقاق : باب بعثت أنا والساعة کهاتین، مسلم (۲۹٥٠) احمد (۲/٦۱)]

(٤) [القمر : ۱]

(٥) [مسلم (۱۱۸) کتاب الایمان : باب الحث علی المبادرة بالأعمال قبل تظاهر الفتن]

(٦) [بخاری (۷۰٦۸) کتاب الفتن : باب لا یاتی زمان الا الذی بعده شر منه]

5- قیامت کے قریب اس قدر حالات خراب ہو جائیں گے کہ آدمی کسی کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش! اس کی جگہ میں قبر میں ہوتا۔(۱)

6- قیامت سے پہلے جھوٹے نبیوں اور دجالوں کا ظہور ہو گا۔(۲)

7- علم ختم ہو جائے گا اور ہر سو جہالت پھیل جائے گی۔(۳)

8- قلم کا ظہور ہو گا (یعنی لکھنے والوں کی بہتات ہو گی اور کتابوں کی نشر و اشاعت کثرت سے ہو گی)۔(٤)

9- مال و دولت کی فراوانی ہو جائے گی حتی کہ آدمی زکوٰۃ لے کر نکلے گا لیکن کوئی لینے والا نہیں ہو گا۔(٥)

10- شراب حلال سمجھ لی جائے گی، لوگ شراب کا نام بدل کر اسے پئیں گے۔(٦)

11- گانے بجانے کا رواج عام ہو جائے گا حتی کہ لوگ شراب پی رہے ہوں گے اور گانے والیاں گا رہی ہوں گی کہ ان پر اللہ کا عذاب آ جائے گا۔(٧)

12- فحاشی و عریانی عام ہو جائے گی حتی کہ عورتیں لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔(٨)

13- زنا کاری عروج پر پہنچ جائے گی۔(٩)

14- امانت ضائع کر دی جائے گی یعنی معاملات نا اہل لوگوں کے سپرد کر دیے جائیں گے۔(١٠)

15- کثرت سے جھوٹ بولا جائے گا۔(١١)

16- جھوٹی گواہی کا رواج چل نکلے گا۔(١٢)

---

(۱) [بخاری (۷۱۱۵) کتاب الفتن : باب لا تقوم الساعة حتى يغبط أهل القبور]

(۲) [بخاری (۳٦۰۹) کتاب المناقب : باب علامات النبوة فی الاسلام]

(۳) [بخاری (٦۷۲۷) کتاب العلم : باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل]

(٤) [صحیح : السلسلة الصحيحة (٦٤۷)]

(٥) [بخاری (۱٤۱۱) کتاب الزکاة : باب الصدقة قبل الرد]

(٦) [بخاری (۷۰٦۱) کتاب الفتن : باب ظهور الفتن ؛ طبرانی کبیر (۹۸/۸) مسند احمد (۲۳۲/٤)]

(۷) [صحیح : صحیح ابن ماجه ، ابن ماجه (٤۰۲۰) کتاب الفتن : باب العقوبات]

(۸) [مسند احمد (۲۱۷/۲) مسلم (۲۱۲۸) کتاب اللباس : باب النساء الكاسيات العاريات]

(۹) بخاری (٥۲۳۱) کتاب النکاح : باب يقل الرجال ويكثر النساء]

(۱۰) [بخاری (٦٤۹٦) کتاب الرقاق : باب رفع الامانة]

(۱۱) [مسند احمد (٥۱۹/۲)]

(۱۲) [مسند احمد (٤۰۸/۱)]

17- انسان کو کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ اس نے حلال ذریعے سے مال حاصل کیا ہے یا حرام ذریعے سے۔(۱)
18- تجارت اس قدر بڑھ جائے گی کہ عورتیں بھی تجارت میں اپنے شوہروں کا تعاون کریں گی۔(۲)
19- لوگ کنجوس، حریص اور بخیل ہو جائیں گے۔(۳)
20- بوڑھے لوگ بالوں میں سیاہ رنگ لگا کر جوانوں کی مشابہت کریں گے۔(٤)
21- شرک بہت بڑھ جائے گا حتی کہ اس امت کے لوگ دوبارہ بتوں کی پوجا شروع کر دیں گے۔(٥)
22- لوگ مساجد کو خوب مزین کر کے ایک دوسرے سے مقابلے کریں گے۔(٦)
23- صرف جان پہچان کے لوگوں کو ہی سلام کیا جائے گا۔(۷)
24- قرآن کو بھیک مانگنے کا ذریعہ بنالیا جائے گا۔(۸)
25- قتل وغارت اور خون ریزی بڑھ جائے گی۔(۹)
26- دین وایمان کو دنیاوی اغراض ومقاصد کی خاطر بیچ دیا جائے گا۔(۱۰)
27- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کر دیا جائے گا۔(۱۱)
28- مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں بڑھ جائیں گی حتی کہ پچاس عورتوں کا صرف ایک نگران ہوگا۔(۱۲)
29- زلزلوں کی کثرت ہو جائے گی اور ہر طرف فتنوں کا ظہور ہوگا۔(۱۳)
30- اسلام اور اہل اسلام دوبارہ اجنبی ہو جائیں گے۔(١٤)

---

(۱) [بخاری (۲۰۸۳) کتاب البیوع : باب قول الله عزوجل یایها الذین آمنوا لا تأکلوا الربا]
(۲) [مسند احمد (٤٠٨/١)]
(۳) [بخاری (۷۰٦۱) کتاب الفتن : باب ظهور الفتن]
(٤) [صحیح : صحیح ابوداود ، ابوداود (٤٢١٢) کتاب الترجل : باب ما جاء فی خضاب السواد]
(٥) [صحیح : صحیح ابوداود ، ابوداود (٤٢٥٢) کتاب الفتن : باب ذکر الفتن ودلائلها]
(٦) [صحیح : صحیح ابوداود ، ابوداود (٤٤٩) کتاب الصلاة : باب فی بناء المساجد]
(۷) [مسند احمد (٤٠٨/١)]
(۸) [حسن : صحیح ترمذی ، ترمذی (۲۹۱۷) کتاب فضائل القرآن]
(۹) [مسلم (۲٦۷۲) کتاب العلم : باب رفع العلم فی آخر الزمان]
(۱۰) [حسن صحیح : صحیح ترمذی ، ترمذی (۲۱۹۷) کتاب الفتن : باب ما جاء ستکون فتن کقطع اللیل]
(۱۱) [صحیح : صحیح ابن ماجه ، ابن ماجه (۳۹٥۷) کتاب الفتن : باب التثبت فی الفتنة]
(۱۲) [بخاری (٥۲۳۱) کتاب النکاح : باب یقل الرجال ویکثر النساء]
(۱۳) [بخاری (۱۰۳٦) کتاب الاستسقاء : باب ما قیل فی الزلازل]
(١٤) [مسلم (١٤٥) کتاب الایمان : باب بیان أن الاسلام بدأ غریبا]

قیامت کی بڑی علامات:

1- دجال کا ظہور ہوگا۔(۱) جس کا فتنہ اتنا عظیم ہوگا کہ ہر نبی نے اپنی قوم کو اس کے فتنے سے ڈرایا ہے۔(۲) دجال شام اور عراق کے درمیان ریگستانی علاقے سے ظاہر ہوگا۔(۳) دجال ایک آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوگا۔(٤) دجال کے ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے میں پانی ہوگا، اس کا پانی حقیقت میں آگ اور آگ حقیقت میں ٹھنڈا پانی ہوگا۔(٥) دجال کا لشکر یہودی ہوں گے۔(٦) دجال پہلے نبوت کا اور پھر خدائی کا دعویٰ کرے گا۔(۷) دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔(۸) عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ دجال کے خلاف جہاد کریں گے اور اسے مقام لُد کے پاس قتل کر دیں گے۔(۹)

2- امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ جو اہل بیت کی نسل سے ہوں گے۔[۱۰] ان کا نام نبی کریم ﷺ کے نام پر اور ان کے والد کا نام نبی کریم ﷺ کے والد کے نام پر ہوگا، وہ دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔(۱۱)

3- عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ وہ عادل حکمران کی حیثیت سے نازل ہوں گے، صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے۔(۱۲) عیسیٰ علیہ السلام دمشق (شام) کے مشرقی حصے میں، سفید مینار کے پاس، زرد رنگ کے دو کپڑوں میں ملبوس، دو فرشتوں کے بازوؤں (پروں) پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔[۱۳] عیسیٰ علیہ السلام جہاد کے ذریعے اسلام کو غالب کر دیں گے اور ہر طرف امن وامان قائم ہو جائے گا۔(۱٤)

---

(۱) [مسلم (۲۹۰۱) كتاب الفتن : باب فى الآيات التى تكون قبل الساعة]
(۲) [بخارى (۷۱۲۷) كتاب الفتن : باب ذكر الدجال]
(۳) [مسلم (۲۹۳۷) كتاب الفتن : باب ذكر الدجال ، ترمذى (۲۲٤۰)]
(٤) [مسلم (۲۹۳۳) كتاب الفتن : باب ذكر الدجال]
(٥) [بخارى (۳٤٥۰) كتاب الفتن : باب ذكر عن بنى اسرائيل ، مسلم (۲۹۳٤)]
(٦) [مسلم (۲۹٤٤) كتاب الفتن : باب فى بقية من أحاديث الدجال]
(۷) [قصة الدجال للألبانى (ص : ۱۳۱)]
(۸) [مسلم (۲۹٤۲) كتاب الفتن : باب قصة الجساسة ، ابن ماجه (٤۰٤٥)]
(۹) [مسلم (۲۹۳۷) كتاب الفتن : باب ذكر الدجال ، مجمع الزوائد (۷/٦٥۱)]
(۱۰) [حسن صحيح : صحيح ترمذى ، ترمذى (۲۲۳۰) كتاب الفتن : باب ما جاء فى المهدى]
(۱۱) [حسن صحيح : صحيح ابوداود ، ابوداود (٤۲۸۲) كتاب المهدى ، ترمذى (۲۲۳۰)]
(۱۲) [بخارى (۳٤٤۸) كتاب أحاديث الأنبياء : باب نزول عيسى بن مريم]
(۱۳) [مسلم (۲۹۳۷) كتاب الفتن : باب ذكر الدجال ، ابوداود (٤۳۲۱)]
(۱٤) [مسند احمد (۲/٦۳۸) وأصله فى البخارى (۲٤۷٦) ومسلم (۲٤۲) ابن ماجة (٤۱۲۹)]

4- یاجوج ماجوج کا ظہور ہوگا، جو نسل انسانی کی ہی دو متحد قومیں ہیں، ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ کوئی بھی ان سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ انہوں نے زمین میں فساد مچا رکھا تھا کہ بادشاہ ذوالقرنین نے لوہے اور تانبے کی مضبوط دیوار بنا کر انہیں پہاڑ کے پیچھے قید کر دیا۔ وہ روزانہ اس دیوار کو توڑنے کی کوشش کرتے ہیں مگر شام کو ناکام ہو کر واپس لوٹ جاتے ہیں مگر قیامت کے قریب وہ اس دیوار سے آزاد ہو جائیں گے اور ہر چیز کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ حَتّٰىٓ اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ O وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ ﴾ [الانبیاء: ۷-۹۶] ''یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے اور سچا وعدہ قریب آ لگے گا۔'' ایک حدیث میں ہے کہ ''تباہی ہے عربوں کے لئے اس برائی سے جو قریب آ چکی ہے، آج یاجوج ماجوج کی دیوار سے اتنا کھل گیا ہے، آپ ﷺ نے اپنے انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی سے ایک حلقہ بنالیا۔''(۱)

5- ہر طرف دھواں چھا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَّغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [الدخان: ۱۰-۱۱] ''آپ اس دن کے منتظر رہیں جب کہ آسمان ظاہر دھواں لائے گا جو لوگوں کو گھیر لے گا یہ دردناک عذاب ہے۔'' نبی کریم ﷺ نے بھی قیامت کی نشانیوں میں دھوئیں کا ذکر فرمایا ہے۔(۲)

6- دابۃ الارض (زمین کے جانور) کا ظہور ہوگا، جو لوگوں سے کلام بھی کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَاۗبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ﴾ [النمل: ۸۲] ''جب ان پر عذاب (الٰہی) کا وعدہ ثابت ہو جائے گا تو ہم زمین سے ان کے لیے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرتا ہوگا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔'' اس جانور کے ظاہر ہونے کے بعد کسی کو بھی ایمان لانے کا فائدہ نہیں ہوگا۔(۳)

7- مغرب سے سورج طلوع ہوگا۔ اور اس کے بعد کسی کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا۔(٤)

8- تین خسف ہوں گے۔ ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں (یعنی ان تین مقامات

---

(۱) [بخاری (۷۱۳۵) کتاب الفتن: باب یاجوج وماجوج، مسلم (۲۸۸۰) ترمذی (۲۱۸۷) احمد (٤۷۷/٦-٤۷۸) المعجم الکبیر (٥١/٣٤) ابن ابی شیبة (٦٠٧/٨) السنن الکبری (٩٣/١٠)]

(۲) [بخاری (۱۰۰۷) کتاب الاستسقاء: باب دعاء النبی اجعلها سنین کسنی یوسف، مسلم (۲۷۸۹)]

(۳) [مسلم (۲٤۹) کتاب الایمان: باب الزمن الذی لا یقبل فیه الایمان، احمد (٥٨٨/٢) ترمذی (۳۰۷۲)]

(٤) [مسلم (۳۹٦) کتاب الایمان: باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیه الایمان]

پر لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا)۔(۱)

9- یمن کی طرف سے ایک آگ ظاہر ہوگی جو لوگوں کو ان کے محشر (جمع ہونے کی جگہ) کی طرف ہانکے گی۔(۲)
جب یہ آگ ظاہر ہوگی تو مقام بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن کر دے گی۔(۳)

10- صرف بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے، جن پر قیامت قائم ہوگی۔(٤)

◀◀ مذکورہ بالا علامات قیامت کی تفصیل کے لیے ہماری آئندہ کتاب **"علامات قیامت کی کتاب"** ملاحظہ فرمائیے۔

یوم البعث پر ایمان

یوم البعث (یعنی دوبارہ اٹھائے جانے کا دن) وہ ہوگا جس دن صور میں پھونکا جائے گا اور حساب وجزا کے لیے ساری کائنات کو ایک میدان میں جمع کر لیا جائے گا۔ اس دن کے متعلق جو کچھ بھی کتاب وسنت میں بیان ہوا ہے اس پر ایمان لانا دین کے نہایت اہم واجبات میں سے ہے۔

صور میں دو مرتبہ پھونکا جائے گا، کچھ اہل علم کا کہنا ہے کہ تین مرتبہ پھونکا جائے گا۔ ایک مرتبہ پھونکنے سے سب پر گھبراہٹ طاری ہو جائے گی، دوسری مرتبہ پھونکنے سے سب بے ہوش ہو جائیں گے اور تیسری مرتبہ پھونکنے سے سب دوبارہ اٹھ کھڑے ہوں گے اور پروردگارِ عالم کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ﴾ [النمل : ۸۷] "جس دن صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب آسمانوں والے اور زمین والے گھبرا اٹھیں گے۔" ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُم قِيَامٌ يَنظُرُونَ﴾ [الزمر : ٦٨] "اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔"

تمام اہل قبور کو زندہ کر کے ان کی قبروں سے نکال لیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ○ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ﴾ [يس : ۵۱-۵۲] "صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں

(۱) [مسلم (۲۹۰۱) كتاب الفتن : باب في الآيات التي تكون قبل الساعة]
(۲) [أيضا]
(۳) [بخاری (۷۱۱۸) كتاب الفتن : باب خروج النار]
(٤) [بخاری (۷۰٦۷) كتاب الفتن : باب ظهور الفتن]

سے اپنے پروردگار کی طرف (تیز تیز) چلنے لگیں گے۔ کہیں گے ہائے ہائے! ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے اٹھادیا؟ یہی ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا۔''

اس روز سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کو اٹھایا جائے گا جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ﴿ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ بُعِثَ ﴾ ''مجھے سب سے پہلے اٹھایا جائے گا۔''(۱)

تمام لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بے ختنہ اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہوں گے اور جسے سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا وہ ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔(۲) عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر سب ننگے ہوں گے تو کیا مرد اور عورتیں ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھیں۔''(۳)

اس روز سورج لوگوں کے انتہائی قریب آجائے گا اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے حساب سے اپنے پسینے میں ڈوب جائیں گے حتی کہ کچھ لوگ گردنوں تک ڈوبے ہوں گے۔(۴)

اس روز اللہ تعالیٰ بلاواسطہ لوگوں سے ہم کلام ہوگا اور اس کے اور لوگوں کے درمیان نہ تو کوئی حجاب ہوگا اور نہ ہی کوئی ترجمان۔(۵) ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے دائیں ہاتھ میں اور زمینوں کو لپیٹ کر دوسرے ہاتھ میں پکڑ لے گا اور یہ اعلان کرے گا کہ میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں بڑے ظالم اور متکبر تھے؟۔(۶)

حوضِ کوثر پر ایمان

حوضِ کوثر وہ عظیم حوض ہے جو میدانِ محشر میں محمد ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ﴾ [الکوثر:۱] ''(اے پیغمبر!) یقیناً ہم نے تجھے (حوضِ) کوثر عطا فرمایا ہے۔'' اس حوض کا پانی

---

(۱) [بخاری (۳٤۱٤) كتاب أحاديث الأنبياء : باب قول الله تعالى وان يونس لمن المرسلين ، مسلم (۲۳۷۳) كتاب الفضائل : باب من فضائل موسى]

(۲) [بخاری (۳۳٤۹) كتاب أحاديث الأنبياء : قول الله تعالى واتخذ الله ابراهيم خليلا]

(۳) [بخاری (٦٥۲۷) كتاب الرقاق : باب كيف الحشر ، مسلم (۲۸٥۹)]

(٤) [مسلم : كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها : باب في صفة يوم القيامة أعاننا الله على أهوالها ، صحيح الترغيب والترهيب (۳٥۸۷)]

(٥) [بخاری (۱٤۱۳) كتاب الزكاة : باب الصدقة قبل الرد]

(٦) [مسلم : كتاب صفة القيامة والجنة والنار : باب ، ابوداود (٤۷۳۲) كتاب السنة : باب في الرد على الجهمية ، ابن ماجه (٤۲۷٥) كتاب الزهد : باب ذكر البعث]

دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوگا۔ یہ حوض بہت ہی زیادہ وسیع ہوگا، اس کی لمبائی اور چوڑائی برابر ہوگی۔ اس میں موجود برتنوں کی تعداد آسمان کے تاروں جتنی ہوگی اور جو بھی اس سے ایک مرتبہ پانی پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔(۱) کتنے ہی خوش نصیب لوگ ہوں گے جو اس حوض کا پانی پئیں گے (یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ بدعتی لوگ اس حوض کے پانی سے محروم رہیں گے۔(۲) کتنے ہی بدنصیب لوگ ہیں یہ)۔

میزان پر ایمان

میزان سے مراد وہ ترازو ہے جو روزِ قیامت بندوں کے اعمال تولنے کے لیے قائم کیا جائے گا، اس کے دو پلڑے ہوں گے۔ جس کا نیکیوں والا پلڑا بھاری ہوگا اس کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا اور وہ کامیاب ہو جائے گا اور جس کا گناہوں والا پلڑا بھاری ہوگا اس کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا اور وہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اثباتِ میزان کے دلائل یہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ﴾ [الانبیاء: ٤٧] ''قیامت کے دن ہم ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو کو درمیان میں لا رکھیں گے، پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔'' ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴾ [المومنون: ١٠٢ـ ١٠٣] ''جن کی ترازو کا پلڑا بھاری ہوگیا وہ نجات والے ہوگئے۔ اور جن کی ترازو کا پلڑا ہلکا ہوگیا یہی ہیں جنہوں نے اپنا نقصان آپ کرلیا جو ہمیشہ کے لیے جہنم واصل ہوئے۔'' اور ایک حدیث میں ہے کہ ''دو کلمے رحمٰن کی طرف محبوب، زبان پر ہلکے مگر میزان میں بھاری ہیں (اور وہ یہ ہیں) سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔(۳) ایک اور روایت میں ہے کہ ایک آدمی کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر ترازو کے ایک پلڑے میں اور کلمہ شہادتین (أشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله) دوسرے پلڑے میں رکھ کر وزن کیا جائے گا تو کلمہ شہادتین بھاری ہو جائے گا۔(٤) مذکورہ بالا تمام دلائل اس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ روزِ قیامت میزان کا قیام برحق ہے اس لیے سب مسلمانوں کا اس پر پختہ ایمان ہونا چاہیے۔

---

(۱) [بخاری (٦٥٧٩، ٦٥٨٠) کتاب الرقاق: باب فی الحوض، مسلم (٢٣٠٣، ٢٢٩٢)]

(۲) [بخاری (٦٥٧٦) کتاب الرقاق: باب فی الحوض]

(۳) [بخاری (٧٥٦٣) کتاب التوحید: باب قول الله تعالى ونضع الموازين القسط ليوم القيامة، مسلم (٢٦٩٤) کتاب الذکر والدعاء: باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء]

(٤) [صحیح: صحیح الجامع الصغیر (١٧٧٦) السلسلة الصحيحة (١٣٥) ابن ماجه (٤٣٠٠) کتاب الزهد: باب ما يرجى من رحمة الله يوم القيامة، مسند احمد (٢١٣/٢) حاكم (٦/١)]

شفاعت پر ایمان

اللہ کے ہاں شفاعت سے مراد ہے "اللہ تعالیٰ سے کسی دوسرے کے گناہوں کی معافی کا سوال کرنا"۔ روزِ قیامت لوگ تمام انبیاء کے پاس جائیں گے مگر کوئی بھی ان کی شفاعت کے لیے تیار نہیں ہوگا اور اپنا کوئی عذر پیش کر کے انہیں اگلے نبی کے پاس بھیج دے گا حتی کہ جب وہ محمد ﷺ کے پاس آئیں گے تو آپ ان کی شفاعت فرمائیں گے۔(۱) ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ أُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ وَلَمْ يُعْطَ نَبِيٌّ قَبْلِي ﴾ "مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئی۔"(۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ عَسَى أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ﴾ [الاسراء: ۷۹] "عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو مقامِ محمود میں کھڑا کرے گا۔" مقامِ محمود ہی وہ مقام ہے جہاں پر آپ ﷺ شفاعتِ عظمیٰ فرمائیں گے۔(۳)

اللہ کے ہاں شفاعت کے درست ہونے کی دو شرطیں ہیں:

1- شفاعت وہی کر سکے گا جسے اللہ تعالیٰ اجازت دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ﴾ [البقرة: ۲۵۵] "کون ہے وہ جو اس کے پاس شفاعت کر سکے مگر اس کی اجازت کے ساتھ ہی۔" اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ﴾ [سبا: ۲۳]۔ "اور اس کے پاس شفاعت فائدہ نہیں دے گی مگر اسی کو جسے وہ اجازت دے۔"

2- شفاعت اسی کو فائدہ دے گی جس کے حق میں شفاعت کے لیے اللہ تعالیٰ راضی ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى ﴾ [الانبیاء: ۲۸] "وہ صرف اسی کے حق میں شفاعت کر سکیں گے جس سے وہ (یعنی اللہ) راضی ہو۔" اور متعدد دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی کافر و مشرک کے حق میں شفاعت کے لیے راضی نہیں ہوں گے۔ کفار کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ﴿ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴾ [المدثر: ۴۸] "انہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔" اور ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کو ایک دعا کا اختیار دیا گیا کہ وہ جو چاہے مانگ لے اسے عطا کر دیا جائے گا تو سب پیغمبروں نے اپنی اپنی دعا مانگ لی مگر محمد ﷺ نے اپنی دعا روزِ قیامت امت کی شفاعت کے لیے روک لی ﴿ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا ﴾ "اب وہ ان شاء اللہ ہر اس شخص کو پہنچے

---

(۱) [بخاری (۴۴۷۶) كتاب التفسير: باب قول الله تعالىٰ وعلم آدم الأسماء]

(۲) [صحيح: صحيح نسائی، نسائی (۴۳۲) كتاب الغسل والتيمم: باب التيمم بالصعيد]۔

(۳) [تفسير أحسن البيان (صفحه: ۷۸۹)]

والی ہے جو آپ ﷺ کی امت میں سے اس حال میں فوت ہو کہ اللہ کے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرتا ہو۔"(۱)

پل صراط پر ایمان

لغت میں صراط کا معنی ہے واضح راستہ۔اصطلاح شرع میں صراط سے مراد وہ پل ہے جو جنت تک پہنچنے کے لیے جہنم کے اوپر بنایا گیا ہے۔پل صراط کے اثبات پر کتاب وسنت کی واضح نصوص شاہد ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴾ [مريم: ۷۱۔۷۲] "تم میں سے ہر ایک وہاں (یعنی آتش جہنم میں) ضرور وارد ہونے والا ہے، یہ تیرے پروردگار کے ذمے قطعی، فیصل شدہ امر ہے۔پھر ہم پرہیز گاروں کو تو بچا لیں گے اور نافرمانوں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔" مفسرین کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ یہاں جہنم میں وارد ہونے سے مراد پل صراط پر سے گزرنا ہے۔(۲) علاوہ ازیں ایک حدیث میں ہے کہ پل صراط پر سے (اپنے اپنے اعمال کے حساب سے) کچھ مومن تو پلک جھپکتے ہی گزر جائیں گے، کچھ بجلی کی کڑک کی طرح گزریں گے، کچھ تیز آندھی کی طرح، کچھ تیز رفتار گھوڑوں کی طرح، کچھ آہستہ آہستہ، کچھ جہنم کی آگ سے زخمی ہو کر حتی کہ ان میں سے آخری گروہ گھسٹ گھسٹ کر پل صراط پر سے گزرے گا۔(۳) اس کے گزرنے کے بعد باقی جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔

☐ پل صراط کے وصف کے بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ پل صراط بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز اور بہت زیادہ پھسلنے والا ہے کہ جس پر صرف اسی کا قدم ثابت رہے گا جسے اللہ تعالیٰ ثابت رکھے گا۔نیز اس پل کو اندھیرے میں نصب کیا گیا ہے، لوگوں کو ان کے ایمان کے لحاظ سے روشنی دی جائے گی اور وہ اپنی اپنی روشنی میں اس پر سے گزریں گے۔

◀◀ قیامت کی ہولناکیوں اور حشر نشر کے متعلق تفصیل کے لیے ہماری آئندہ کتاب **"احوال قیامت کی کتاب"** ملاحظہ فرمائیے۔

---

(۱) [مسلم (۱۹۹) كتاب الايمان: باب اختباء النبي دعوة الشفاعة لأمته، ترمذی (۳۶۰۲) كتاب الدعوات: باب فضل لا حول ولا قوة الا بالله، ابن ماجه (۴۳۰۷) كتاب الزهد: باب ذكر الشفاعة، ابن منده (۹۱۲) أبو عوانة (۱/ ۹۰)]

(۲) [دیکھئے: تفسیر طبری (۲۲۹/۱۸) تفسیر ابن کثیر (۲۵۲/۵) تفسیر بغوی (۲۴۶/۵)]

(۳) [بخاری (۷۴۳۹) كتاب التوحيد: باب قول الله تعالى وجوه يومئذ ناضرة، مسلم (۱۸۳) كتاب الايمان: باب معرفة طريق الرؤية]

جنت اور جہنم پر ایمان

جنت اور جہنم پر ایمان کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونوں بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، جو اس وقت موجود ہیں، کبھی فنا نہیں ہوں گی۔ جنت مومن، موحد اور متقی لوگوں کا ٹھکانہ ہے اور جہنم کافر، مشرک اور منافق لوگوں کا ٹھکانہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَسَارِعُوْا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۳] ''اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔'' اور ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ﴾ [البقرة:۳۹] ''جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہی دوزخ والے ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

جنت کے آٹھ دروازے ہیں جبکہ جہنم کے سات دروازے ہیں۔ حدیث نبوی ہے کہ ﴿ فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ فِيْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُوْنَ ﴾ ''جنت میں آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے جس میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔''(۱) اور قرآن میں ہے کہ ﴿ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴾ [الحجر: ٤٤] ''اس (جہنم) کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان کا ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔''

جنت میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے سو درجے تیار کر رکھے ہیں جن میں سے ہر دو درجوں کا درمیانی فاصلہ زمین و آسمان کے برابر ہے۔ سب سے اعلیٰ جنت ''جنت الفردوس'' ہے، یہ تمام جنتوں کے درمیان میں ہے، اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی تمام نہریں پھوٹتی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ سے اسی جنت کا سوال کرنا چاہیے۔(۲) نیز اہل جنت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں، کسی کان نے سنی نہیں اور کسی دل میں کبھی ان کا خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔(۳)

جہنم میں سب سے ہلکا عذاب نبی کریم ﷺ کے چچا ابوطالب کو ہوگا اور وہ عذاب یہ ہوگا کہ ان کے دونوں قدموں میں آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کی وجہ سے ان کا دماغ اس طرح اُبلے گا جیسے ہنڈیا چولہے پر اُبلتی ہے۔(۴) اور جہنم میں سب سے سخت عذاب منافقین کو ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي

(۱) [بخاری (۳۲۵۷) كتاب بدء الخلق : باب صفة أبواب الجنة]
(۲) [بخاری (۲۷۹۰) كتاب الجهاد والسير : باب درجات المجاهدين في سبيل الله]
(۳) [بخاری (۳۲٤٤) كتاب بدء الخلق : باب ما جاء في صفة الجنة وأنها مخلوقة]
(٤) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۲۵۳۲)]

الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ [النساء : ١٤٥] ''یقیناً منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں جائیں گے۔''
جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ سخت ہے۔(۱)

جنت میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ اور آپ کی امت داخل ہوگی۔فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ أَنَـا أَوَّلُ مَـنْ يَـقْـرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ ﴾ ''سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔''(۲) اور ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿أَنَـا أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ ﴾ ''سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہوں گا۔''(۳) ایک اور فرمان یوں ہے کہ ﴿نَحْنُ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ﴾ ''سب سے پہلے ہم (یعنی امتِ محمد) جنت میں داخل ہوں گے۔''(٤)

جہنم میں سب سے پہلے تین آدمیوں کو پھینکا جائے گا۔وہ شہید جس نے شجاع و بہادر کہلوانے کے لیے جہاد کیا، وہ سخی جس نے لوگوں میں عزت و مقام حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کیا اور وہ قاری جس نے لوگوں میں نام پیدا کرنے کے لیے قرآن سیکھا اور سکھایا۔(۵)

☜ واضح رہے کہ جنت اور جہنم پر ایمان تین اُمور پر مشتمل ہے:

❶ اس بات پر پختہ ایمان کہ جنت اور جہنم برحق ہے اور جنت متقین کا اور جہنم کافروں کا ٹھکانہ ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ○ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ﴾ [النساء : ٥٦-٥٧] ''جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا، انہیں ہم یقیناً دوزخ میں ڈال دیں گے، جب ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے علاوہ اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھتے رہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔اور جو لوگ ایمان لائے اور شائستہ اعمال کئے ہم عنقریب انہیں ان جنتوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

---

(۱) [بخاری (٣٢٦٥) كتاب بدء الخلق : باب صفة النار وأنها مخلوقة]

(۲) [مسلم (١٩٦) كتاب الايمان : باب في قول النبي أنا أول الناس يشفع في الجنة ، مسند احمد (١٢٤٢٦) مصنف ابن أبي شيبة (٥٠٣/١١) مسند أبو يعلى (٣٩٦٤) صحيح ابن حبان (٦٤٨١) ابن منده (٨٨٨) أبو عوانة (١٠٩/١)]

(۳) [صحيح : السلسلة الصحيحة (١٥٧١)]

(٤) [مسلم : كتاب الجمعة : باب هداية هذه الامة ليوم الجمعة ، المشكاة (١٣٥٤)]

(٥) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٢٠١٤) صحيح الترغيب والترهيب (٢٢) السلسلة الصحيحة (٣٥١٨) نسائي (٣١٣٧) كتاب الجهاد : باب من قاتل ليقال فلان جريء]

❷ یہ اعتقاد کہ جنت اور جہنم اس وقت موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے متعلق فرمایا ﴿ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٣٣] ”اسے متقین کے لیے تیار کیا گیا ہے۔“ اور جہنم کے متعلق فرمایا ﴿ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ ﴾ [البقرة : ٢٤] ”اسے کافروں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔“ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ ، وَ اطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ﴾ ”میں نے جنت میں دیکھا تو اس میں اکثر فقراء تھے اور جہنم میں دیکھا تو اس میں اکثر عورتیں تھیں۔“ (١)

❸ یہ ایمان کہ جنت اور جہنم ہمیشہ باقی رہیں گی کبھی فنا نہیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے متعلق فرمایا ﴿ خَالِدِيْنَ فِيْهَا ﴾ [النساء : ١٣] ”وہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے۔“ اور اہل جہنم کے متعلق فرمایا ﴿ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ﴾ [الجن : ٢٣] ”وہ اس (جہنم) میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔“ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿يُدْخِلُ اللّٰهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَ أَهْلَ النَّارِ النَّارَ ، ثُمَّ يَقُوْمُ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ فَيَقُوْلُ : يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ وَ يَا أَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ ، كُلٌّ خَالِدٌ فِيْمَا هُوَ فِيْهِ﴾ ”اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں داخل فرما دے گا، پھر ان کے درمیان اعلان کرنے والا کھڑا ہوگا اور اعلان کرے گا کہ اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل جہنم! اب موت نہیں آئے گی، جو جس میں ہے وہیں ہمیشہ رہے گا۔“ (٢) ایک دوسری روایت میں ہے کہ ”جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو ایک مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا اور اسے جنت اور جہنم کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور یہ اعلان کر دیا جائے گا کہ جنتیو! آج کے بعد موت نہیں، جہنمیو! آج کے بعد موت نہیں۔ یہ اعلان سن کر جنتیوں کی خوشی میں اور جہنمیوں کے غم میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔“ (٣)

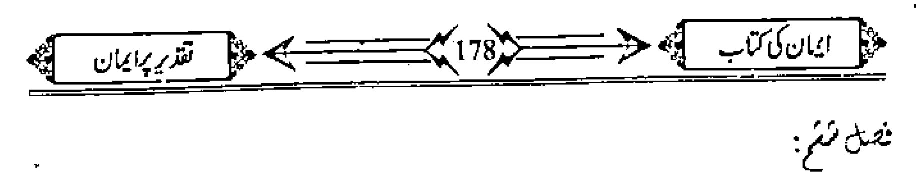
◄◄ جنت کی نعمتوں اور جہنم کے عذابوں کی تفصیل کے لیے ہماری آئندہ کتاب **”جنت اور جہنم کی کتاب“** ملاحظہ فرمائیے۔

---

(١) [بخاري (٣٢٤١) كتاب بدء الخلق : باب ما جاء في صفة الجنة وأنها مخلوقة]

(٢) [بخاري (٦٥٤٤) كتاب الرقاق : باب يدخل الجنة سبعون ألفا بغير حساب ، مسلم (٢٨٥٠) كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها : باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء]

(٣) [مسلم (٢٨٥٠) كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها : باب النار يدخلها الجبارون]



فصل ششم:

اچھی بُری تقدیر پر ایمان

تقدیر پر ایمان کا مفہوم

سلف صالحین اس بات کا پختہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہر خیر وشر اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور تقدیر کے مطابق ہی وجود میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے، ہر چیز اس کے ارادے کے مطابق ہے، کوئی چیز بھی اس کی مشیت وتدبیر سے خارج نہیں، اسے ہر چیز کے ہونے سے پہلے اس کا علم تھا، وہ اپنے بندوں کے آئندہ حالات سے واقف تھا، وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ان کا رزق کتنا ہوگا، عمر کتنی ہوگی اور اعمال کیسے ہوں گے؟ چنانچہ اس نے اپنے علم کے مطابق کائنات کی تخلیق سے پہلے ہی ہر چیز کی تقدیر لکھوا دی۔ اب جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس کے علم، تقدیر اور ارادے کے مطابق ہی ہو رہا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تقدیر اس چیز کا نام ہے ''جو اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم تھا اور اس نے اپنے علم کے مطابق قیامت تک ہونے والے ہر کام کو قلم کے ذریعے لکھوا دیا۔''

اثباتِ تقدیر کے دلائل

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴾ [القمر : ٤٩] ''بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے پر پیدا کیا ہے۔''

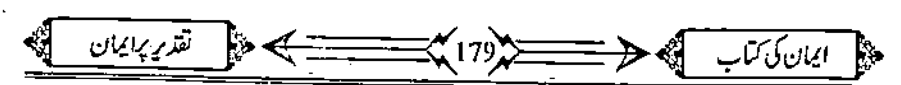
(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ﴾ [الفرقان : ٢] ''اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے۔''

(3) سورۂ احزاب میں ہے کہ ﴿ وَ كَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ﴾ [الاحزاب : ٣٨] ''اللہ تعالیٰ کے کام اندازے پر مقرر کیے ہوئے ہیں۔''

(4) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَ الْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے 50 ہزار سال قبل تمام مخلوقات کی تقدیر لکھ دی تھی۔'' (١)

---

(١) [مسلم (٢٦٥٣) كتاب القدر : باب حجاج آدم وموسى]



(5) طاؤس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اصحابِ رسول ﷺ کو یہ کہتے ہوئے پایا کہ ''ہر چیز تقدیر کے مطابق ہے'' اور فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ﴿ كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ . حَتَّى الْعَجْزِ وَ الْكَيْسِ ﴾ ''ہر چیز تقدیر کے مطابق ہے حتیٰ کہ عجز و نشاط بھی۔''(۱)

(6) رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا ﴿ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ! جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا أَنْتَ لَاقٍ ﴾ ''جسے بھی تو ملنے والا ہے (اسے لکھ کر) قلم خشک ہو چکا ہے۔''(۲)

(نووی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ کتاب و سنت کے قطعی دلائل اور صحابہ وعلمائے سلف وخلف کا اجماع تقدیر الٰہی کے اثبات پر واضح دلیل ہے۔(۳)

تقدیر پر وجوبِ ایمان کے دلائل

(1) ارکانِ ایمان بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے خود ایک رکن یہ ذکر فرمایا کہ ﴿ أَنْ تُؤْمِنَ ... بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَ شَرِّهِ ﴾ ''تم اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔''(٤)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَ شَرِّهِ مِنَ اللّٰهِ ، وَحَتَّى يَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَهُ وَ أَنَّ مَا أَخْطَأَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَهُ ﴾ ''کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اچھی اور بری تقدیر کے اللہ کی طرف سے ہونے پر ایمان نہ لے آئے اور جب تک اسے یہ یقین نہ ہو جائے کہ جو کچھ اسے پہنچنے والا ہے وہ اس سے خطا نہیں ہو سکتا اور جو کچھ اس سے خطا ہونے والا ہے وہ اسے پہنچ نہیں سکتا۔''(٥)

(3) فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿ مَنْ مَاتَ عَلَى غَيْرِ هَذَا فَلَيْسَ مِنِّي ﴾ ''جو اس (تقدیر پر ایمان) کے بغیر فوت ہو گیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''(٦)

(4) ابن دیلمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے عرض کیا کہ میرے دل میں تقدیر

---

(۱) [مسلم (٢٦٥٥) كتاب القدر : باب كل شيء بقدر]
(۲) [بخاری (٥٠٧٦) كتاب النكاح : باب ما يكره من التبتل والخصاء ، نسائی (٥٩/٦)]
(۳) [كما في اصول الايمان في ضوء الكتاب والسنة (ص : ٢٣٤)]
(٤) [مسلم (٨) كتاب الايمان : باب بيان الايمان والاسلام والاحسان ، بخاری (٥٠)]
(٥) [صحیح : صحيح الجامع الصغير (٧٥٨٥) السلسلة الصحيحة (٢٤٣٩) ترمذی (٢١٤٤)]
(٦) [صحیح : صحيح ابو داود ، ابو داود (٤٧٠٠) كتاب السنة : باب في القدر]

کے متعلق کچھ (شبہ وغیرہ) ہے، مجھے کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جس کی وجہ سے میرے دل سے یہ چیز ختم ہو جائے۔انہوں نے فرمایا﴿لَوْ أَنْفَقْتَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا قَبِلَهُ اللّٰهُ مِنْكَ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ... مِنْ أَهْلِ النَّارِ﴾ ''اگر تم اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دو تو اللہ اسے قبول نہیں کرے گا حتی کہ تم تقدیر پر ایمان لے آؤ اور یہ یقین کرلو کہ جو تمہیں پہنچنے والا ہے وہ تم سے خطا نہیں ہوسکتا اور جو تم سے خطا ہونے والا ہے وہ تمہیں پہنچ نہیں سکتا اور اگر تم اس عقیدے کے بغیر فوت ہو گئے تو جہنمیوں میں سے ہو گے۔'' ابن دیلمیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، ان سب نے بھی مجھ سے اسی طرح کی حدیثِ نبوی بیان کی۔(۱)

(5) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ لے آئے، (ان میں سے ایک) تقدیر پر ایمان ہے۔(۲)

(6) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میری امت میں بھی صورتوں کے مسخ ہو جانے، زمین میں دھنسائے جانے اور پتھروں کی بارش کا عذاب ہوگا اور یہ عذاب منکرینِ تقدیر پر نازل ہوگا۔''(۳)

(فضیلۃ الشیخ امام محمد بن عبدالوہابؒ) تقدیر پر ایمان فرض ہے۔(٤)

تقدیر کے مراتب

ائمہ سلف کا کہنا ہے کہ تقدیر پر ایمان چار اُمور کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، یہی اُمور مراتبِ تقدیر یا ارکانِ تقدیر کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں اور یہ اُمور تقدیر کے مسئلے کو سمجھنے کے لیے مدخل (یعنی ابتدائی اور بنیادی معلومات) کی حیثیت رکھتے ہیں، ان تمام ارکان و مراتب کی تصدیق و تحقیق کے بغیر تقدیر پر ایمان مکمل نہیں ہوتا کیونکہ یہ تمام ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص ان تمام کا اقرار کرے گا تو اس کا تقدیر پر ایمان کامل ہوگا اور اگر کوئی ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے گا تو اس کا تقدیر پر ایمان خراب ہو جائے گا۔ان اُمور کا بیان حسب ذیل ہیں۔

---

(۱) [صحیح : صحیح ابو داود، ابو داود (٤٦٩٩) کتاب السنة : باب فی القدر]

(۲) [صحیح : هداية الرواة (۱۰۰) ابن ماجه (۸۱) مقدمة : باب فی القدر، ترمذی (۲۱٤٥)]

(۳) [حسن : صحیح ابن ماجه، ابن ماجه (٤٠٦١) کتاب الفتن : باب الخسوف، ترمذی (۲۱۵۲) کتاب القدر : باب ما جاء فی الرضا بالقضاء، ابو داود (٤٦١٣) کتاب السنة : باب لزوم السنة]

(٤) [کتاب التوحید : باب ماجاء فی منکری القدر]

❶ علم:

اس بات پر پختہ ایمان کہ جو کچھ موجود ہے اور جو کچھ موجود نہیں، جس چیز کا امکان ہے اور جس چیز کا امکان نہیں اللہ تعالیٰ کو سب کا اجمالاً اور تفصیلاً علم ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ کامل علم حاصل ہے کہ جو کچھ موجود نہیں اگر وہ وجود میں آئے تو اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ مخلوق کی تخلیق سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو ان کے رزق، عمر، اعمال اور حرکات وسکنات کا علم تھا، وہ یہ بھی جانتا تھا کہ کون نیک بخت ہوگا اور کون بد بخت۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ لِتَعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾ [الطلاق: ۱۲]

''تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو بہ اعتبار علم گھیر رکھا ہے۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [التوبۃ: ۱۱۵] ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔''

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ: اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ ﴾

''نبی کریم ﷺ سے مشرکین کے نابالغ (فوت ہونے والے) بچوں کے بارے میں سوال کیا گیا (کہ ان کا اُخروی ٹھکانہ کیا ہے؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں جو وہ عمل کرنے والے تھے۔'' (۱)

❷ کتابت:

اس بات پر پختہ ایمان کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق قیامت تک ہونے والے ہر کام اور وجود میں آنے والی ہر چیز کے متعلق لکھوا دیا۔ لہٰذا جو کچھ بھی ہو چکا ہے اور تا قیامت جو کچھ بھی ہوگا سب اللہ کے ہاں لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِيْ إِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [یس: ۱۲]

''اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) میں ضبط (تحریر) کر رکھا ہے۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ

---

(۱) [بخاری (۱۳۸٤) کتاب الجنائز: باب ما قیل فی أولاد المشرکین' مسلم (۲٦٥۸) کتاب القدر: باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة وحکم موت أطفال الکفار و أطفال المسلمین' ترمذی (۲۱۳۸) کتاب القدر: باب ما جاء کل مولود یولد علی الفطرة' ابن حبان (۱۲۸) عبد الرزاق (۲۰۰۸۷)]

﴿ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ إِنَّ ذَالِكَ فِيْ كِتَابٍ ﴾ [الحج : ٧٠]

''کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے، یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے۔''

(3) فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿ إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ اكْتُبْ ، قَالَ رَبِّ ! مَاذَا أَكْتُبُ ؟ قَالَ اكْتُبْ مَقَادِيْرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ ﴾ ''بے شک جو چیز اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کی وہ قلم تھا اور اس سے کہا کہ لکھو۔ اس نے عرض کیا، اے میرے پروردگار! میں کیا لکھوں؟ فرمایا' قیامت تک آنے والی ہر چیز کی تقدیر لکھ دو۔''(۱)

❸ ارادہ ومشیت:

اس بات پر پختہ ایمان کہ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو اللہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ اور اللہ کی مشیت اللہ کے اس علم کے مطابق ہی ہے جو لوحِ محفوظ میں تحریر کیا جا چکا ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [یس : ۸۲]

''وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا (کافی ہے) کہ ہو جا، وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔''

(2) ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ

﴿ وَ مَا تَشَاءُوْنَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ [التکویر : ۲۹]

''اور تم پروردگارِ عالم کے چاہے بغیر کچھ نہیں چاہ سکتے۔''

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَقُلْ أَحَدُكُمُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ إِنْ شِئْتَ ، ارْحَمْنِيْ إِنْ شِئْتَ ، ارْزُقْنِيْ إِنْ شِئْتَ ، وَ لْيَعْزِمْ مَسْأَلَتَهُ إِنَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ لَا مُكْرِهَ لَهُ ﴾ ''(دعا کرتے وقت) تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے' اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما' اگر تو چاہے تو مجھے رزق دے۔ بلکہ بالجزم (پختہ کر کے) سوال کرے کیونکہ یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔''(۲)

(4) اور فرمانِ نبوی ہے کہ

---

(۱) [صحیح: صحیح ابو داود، ابو داود (۴۷۰۰) کتاب السنة : باب فی القدر، ترمذی (۲۱۵۵)]

(۲) [بخاری (۷۴۷۷) کتاب التوحید : باب فی المشیئة والارادة' مسلم (۲۶۷۸) کتاب الذکر والدعاء : باب العزم بالدعاء ولا یقل ان شئت' الأدب المفرد (۶۰۸) نسائی فی الکبری (۱۰۴۲۰/۶)]

﴿ إِنَّ قُلُوبَ بَنِيْ آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ ، كَقَلْبٍ وَاحِدٍ ، يَصْرِفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ ﴾
''یقیناً تمام اولادِ آدم کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان، ایک دل کی مانند ہیں، وہ انہیں جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔''(۱)

❹ تخلیق:

اس بات پر پختہ ایمان کہ ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے، اس کے علاوہ ہر چیز مخلوق ہے۔ وہ ہر عامل اور اس کے عمل، ہر متحرک اور اس کی حرکت اور ہر ساکن اور اس کی سکونت کا خالق ہے۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ
﴿ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴾ [الزمر: ٦٢]
''اللہ ہر چیز کا خالق اور ہر چیز کا کارساز ہے۔''

(2) دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ
﴿ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴾ [الصافات: ٩٦]
''اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تمہیں اور جو تم عمل کرتے ہو۔''

(3) فرمانِ نبوی ہے کہ
﴿ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ وَخَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ ... ﴾ ''اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس کے علاوہ کوئی چیز موجود نہیں تھی، اس کا عرش پانی پر تھا، اس نے ہر چیز لوحِ محفوظ میں لکھ دی اور آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔''(۲)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کا بھی خالق ہے اور بندوں کے افعال کا بھی، یعنی ہر خیر و شر، کفر و ایمان اور اطاعت و معصیت اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کے ساتھ خود پیدا فرمائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ﴾ [التوبة: ٥١] ''آپ کہہ دیجیے کہ ہمیں ہرگز نہیں کچھ پہنچا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے (پہلے سے) لکھا ہوا ہے۔''

مگر اللہ تعالیٰ اطاعت کو پسند اور معصیت کو ناپسند کرتا ہے اور اپنے فضل سے جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور اپنے عدل سے جسے چاہے گمراہ کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا

---

(۱) [مسلم: كتاب القدر: باب تصريف الله القلوب كيف يشاء، السلسلة الصحيحة (١٦٨٩)]
(۲) [بخاري (٣١٩١) كتاب بدء الخلق: باب ما جاء في قول الله تعالى وهو الذي يبدأ الخلق ثم يعيده]

يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ﴾ [الزمر : ۷] ''اگر تم ناشکری کرو تو (یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ تم (سب سے) بے نیاز ہے، اور وہ اپنے بندوں کی ناشکری سے خوش نہیں اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کرے گا اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی (کہ مجھے تو اللہ نے گمراہ کیا تھا) اور نہ ہی کوئی عذر ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیج کر قطعی حجت قائم کر دی ہے اور بندے کے عمل کو اسی کی طرف منسوب کیا ہے، اسے اسی کی کمائی کہا ہے اور اسے صرف اسی کام کا مکلف بنایا ہے جس کی وہ طاقت رکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ﴾ [غافر : ۱۷] ''آج ہر نفس کو اسی کے مطابق بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمائی کی، آج کوئی ظلم نہیں ہوگا۔'' اور فرمایا ﴿ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ﴾ [الانسان : ۳] ''ہم نے اسے راہ دکھادی اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکرا۔'' اور فرمایا کہ ﴿ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ﴾ [النساء : ۱٦٥] ''(ہم نے پیغمبروں کو بھیجا) تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے۔'' اور یہ بھی فرمایا کہ ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة : ۲۸٦] ''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔''

تاہم شر کو اللہ کی کمال رحمت کی وجہ سے اس کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ خیر کا حکم دیتا ہے اور شر سے روکتا ہے، شر تو محض اللہ کی حکمت کی وجہ سے وجود میں آتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَ مَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ﴾ [النساء : ۷۹] ''تجھے جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک اور عدل کے ساتھ متصف ہے، وہ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا اور اس کے تمام افعال عدل و رحمت پر مبنی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ مَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴾ [ق : ۲۹] ''اور میں اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔'' اور فرمایا کہ ﴿ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ﴾ [الکھف : ٤۹] ''اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔'' اور ایک مقام پر فرمایا کہ ﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ﴾ [النساء : ٤۰] ''یقیناً اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔''

اور اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے اور جس کام کا ارادہ کرتا ہے اس کے لیے وہ کسی کے آگے جواب دہ نہیں (کہ اس نے یہ کیوں کیا ہے؟)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْأَلُونَ ﴾ [الانبیاء : ۲۳] ''وہ اپنے کاموں کے لیے (کسی کے آگے) جوابدہ نہیں اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی پیدا کیا ہے اور اس کے افعال کو بھی اور اسے ارادہ، قدرت، اختیار اور مشیت بھی عطا کی ہے تا کہ اس کے افعال اس کی طرف سے حقیقی طور پر سرزد ہوں مجازی طور پر نہیں، مزید اسے عقل جیسی عظیم نعمت بھی عطا فرمائی ہے جو خیر وشر کے درمیان تمیز کرنے والی ہے اور انسان سے صرف انہی اعمال کا حساب لیا جائے گا جو اس نے اپنے ارادے اور اختیار کے ساتھ کیے ہوں گے۔ لہٰذا انسان مجبور نہیں بلکہ صاحبِ اختیار ہے اور اپنے افعال وعقائد میں خود مختار ہے، البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس کا اختیار اور چاہت اللہ کی چاہت کے تابع ہے (یعنی انسان جو بھی چاہتا ہے اور پھر جو بھی کرتا ہے وہ سب اللہ کی مشیت کے ساتھ ہی ہوتا ہے) کیونکہ صرف وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے اور جو اللہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ اس لیے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے اور بندے وہ افعال اختیار کرنے والے ہیں یعنی اللہ کی طرف افعالِ عباد کی نسبت تخلیق وتقدیر کی ہے جبکہ بندوں کی طرف افعال کی نسبت کسب وعمل کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ○ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ○ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴾ [التكوير: ۲۷۔۲۹] ”یہ تو تمام جہان والوں کے لیے نصیحت نامہ ہے۔ (بالخصوص) اس کے لیے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے۔ اور تم پروردگارِ عالم کے چاہے بغیر کچھ نہیں چاہ سکتے۔“

روزِ قیامت کوئی بھی شخص یہ کہہ کر نہیں بچ سکے گا کہ میں نے کفر وشرک اس لیے کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھا ہوا تھا یا اللہ کی یہی مشیت تھی۔ مشرکین نے جب تقدیر کو حجت بنانے کی کوشش کی اور کہا ﴿ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا ﴾ [الانعام: ۱٤۸] ”اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے آباؤ اجداد۔“ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید یوں فرمائی کہ ﴿ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴾ [المرجع السابق] ”آپ کہہ دیجئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو۔ تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو۔“

❑ علاوہ ازیں مذکورہ بالا چاروں مراتبِ تقدیر کو ہم یوں جمع کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز اور اس کے عمل وکردار کو پیدا کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہر چیز کو پیدا کرنا اس کی مشیت وارادے کے مطابق ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کے اس علم کے مطابق ہے جو لوحِ محفوظ میں مکتوب ہے۔

❑ ائمہ سلف کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی اچھی بری (ہر طرح کی) تقدیر کو مطلقاً تسلیم کرنا چاہیے اور ہر قسم کے پیش آمدہ حالات کو تقدیرِ الٰہی کا حصہ سمجھنا چاہیے اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ ((الْخَيْرُ مَا اخْتَارَهُ اللَّهُ)) ”خیر اسی میں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اختیار فرمایا۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ﴾ [النساء:

۷۸] ''آپ کہہ دیجئے کہ سب اللہ کی طرف سے ہی ہے۔'' لہٰذا جب بھی کوئی مصیبت پہنچے اس پر جزع فزع کر کے اور دیگر ایمان بالقدر کے خلاف باتیں کر کے شیطان کو خوش نہیں کرنا چاہیے۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ فَـإِنْ أَصَـابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّيْ فَعَلْتُ كَذَا وَ كَذَا وَ لَكِنْ قُلْ قَدَرُ اللّٰهِ وَ مَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ ﴾ ''اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں اس طرح اور اس طرح کرتا (تو اس طرح ہوتا) بلکہ یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو تقدیر میں لکھا تھا اور جو چاہا کر دیا، بلاشبہ ''لو'' (یعنی اگر کا لفظ) شیطان کا عمل شروع کر دیتا ہے۔'' (۱)

اگر سب کچھ پہلے ہی لکھا ہوا ہے تو عمل چھوڑ دینا چاہیے؟

سب کچھ پہلے سے لکھا جا چکا ہے (کہ جنتی کون ہے اور جہنمی کون؟ وغیرہ)، اس سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ یہ اشکال عہدِ رسالت میں بھی پیدا ہوا تھا اور آپ ﷺ نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ عمل کرتے رہو، جس کا جو ٹھکانہ ہے اسے ویسے ہی اعمال کی توفیق دی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ ، وَ مَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ ، قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَ نَدَعُ الْعَمَلَ ؟ قَالَ : لَا ، اعْمَلُوْا ؛ فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ ، أَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَ أَمَّا مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ ، ثُمَّ قَرَأَ " فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَ اتَّقَى ، وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى " ﴾

''تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانہ دوزخ یا جنت میں لکھا جا چکا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل کرنا چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا عمل کرتے رہو ہر شخص کو اس عمل کی توفیق دی جائے گی جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ جو شخص (اللہ کے علم میں) سعادت والوں سے ہے اس کو سعادت کے عمل کی توفیق حاصل ہوگی اور جو شخص (اللہ کے علم میں) بدبخت لوگوں سے ہے اس کو بدبخت بننے کی توفیق ملے گی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی (جس کا ترجمہ یہ ہے) ''جس شخص نے عطیہ دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور نیک بات کی تصدیق کی۔'' (۲)

---

(۱) [مسلم : كتاب القدر : باب في الامر بالقوة وترك العجز والاستعانة بالله ، ابن ماجه (۷۹) مقدمة : باب في القدر ، المشكاة (۵۲۹۸)]

(۲) [بخاری (۱۳۶۲) كتاب الجنائز : باب موعظة المحدث عند القبر وقعود أصحابه حوله ، مسلم (۲۶۴۷) كتاب القدر : باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه وكتابة رزقه وأجله ، ابو داود (۴۶۹۴) ترمذی (۲۱۳۶) نسائی في السنن الكبرى (۱۱۶۷۹)]

(حافظ ابن حجرؒ) نبی کریم ﷺ نے نہایت ہی حکمت سے بھرپور جواب دیا کہ عمل کرو یعنی تم پر جو عبودیت واجب ہے اسے لازم پکڑو اور ربوبیت کے کاموں میں دخل اندازی مت دو۔(۱)

گناہ کے ارتکاب پر دلی تسلی کے لیے تقدیر کا سہارا لینا درست ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ احْتَجَّ آدَمُ وَ مُوسٰی عِنْدَ رَبِّهِمَا ، فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰی ، قَالَ مُوسٰی : أَنْتَ آدَمُ الَّذِیْ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِیَدِهٖ ، وَنَفَخَ فِیْكَ مِنْ رُوْحِهٖ ، وَ أَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهٗ وَ أَسْكَنَكَ فِیْ جَنَّتِهٖ ، ثُمَّ أَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِیْئَتِكَ إِلَی الْأَرْضِ ؟ قَالَ آدَمُ : أَنْتَ مُوسٰی الَّذِیْ اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَ بِكَلَامِهٖ ، وَ أَعْطَاكَ الْأَلْوَاحَ فِیْهَا تِبْیَانُ كُلِّ شَیْءٍ وَ قَرَّبَكَ نَجِیًّا ، فَبِكَمْ وَجَدْتَ اللّٰهُ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ ؟ قَالَ مُوسٰی : بِأَرْبَعِیْنَ عَامًا ، قَالَ آدَمُ : فَهَلْ وَجَدْتَ فِیْهَا " وَ عَصٰی آدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی " ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : أَفَتَلُوْمُنِیْ عَلٰی أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیَّ أَنْ أَعْمَلَهٗ قَبْلَ أَنْ یَخْلُقَنِیْ بِأَرْبَعِیْنَ سَنَةً ؟ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰی ﴾

"آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار کے ہاں جھگڑا کیا تو آدم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا اور کہا، آپ وہ آدم ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا اور آپ کو اپنی جنت میں آباد کیا، پھر آپ نے اپنی غلطی سے لوگوں کو زمین پر اتار دیا۔ آدم علیہ السلام نے جواب دیا، آپ وہ موسیٰ ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام کے ساتھ منتخب کیا اور آپ کو کتاب کی تختیاں عطا کیں جن میں ہر چیز کی وضاحت تھی اور آپ کے ساتھ سرگوشی کر کے آپ کو اپنا قرب عطا کیا۔ آپ کتنا عرصہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تورات کو میرے پیدا کرنے سے پہلے تحریر فرمایا؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا، چالیس سال پہلے۔ آدم علیہ السلام نے دریافت کیا، بھلا آپ نے اس میں پایا ہے کہ "آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور راہِ صواب سے بھٹک گیا"؟ انہوں نے جواب دیا، جی ہاں۔ انہوں نے کہا، کیا آپ مجھے ایسے عمل پر ملامت کرتے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے تحریر کر دیا تھا کہ میں وہ کام کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "پس آدم علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ حاصل ہو گیا۔"(۲)

---

(۱) [فتح الباری (تحت الحدیث : ۱۳۶۲)]

(۲) [مسلم (۲۶۵۲) کتاب القدر : باب حجاج آدم و موسی ، بخاری (۶۶۱۴) کتاب القدر : باب تحاج آدم و موسی عند اللہ]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اپنی پریشانی دور کرنے اور قلبی اطمینان کے لیے تقدیر کا سہارا لے سکتا ہے (کہ یہ گناہ تو پہلے ہی میری تقدیر میں لکھا ہوا تھا) جیسا کہ آدم علیہ السلام نے اپنے آپ کو تسلی دی۔ البتہ یہ قطعاً جائز نہیں کہ تقدیر کا سہارا لے کر کسی گناہ کے ارتکاب پر دلیری حاصل کی جائے۔ بالفاظِ دیگر تقدیر کا سہارا لینا مصائب میں درست جبکہ ارتکابِ گناہ میں ناجائز ہے۔

تقدیر پر ایمان کے فوائد

(1) تقدیر پر ایمان کا ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان جب بھی کسی کام کے لیے کوئی اسباب اختیار کرتا ہے تو ان اسباب پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے کیونکہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ ان اسباب کے ذریعے بھی مقصد تب ہی حاصل ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی چاہت ہوگی۔

(2) تقدیر پر ایمان کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں اطمینان وراحت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی ہوگا سب اللہ کے فیصلے اور لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق ہی ہوگا۔

(3) مراد حاصل ہو جائے تو انسان خود پسندی کا مظاہرہ نہیں کرتا کیونکہ اسے یہ علم ہوتا ہے کہ اسے جو بھی نعمت حاصل ہوئی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے، جو اس نے پہلے ہی اپنے فضل سے اس کے لیے لکھ رکھی تھی اور پھر وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔

(4) مراد حاصل نہ ہو یا کسی ناپسندیدہ چیز کا سامنا کرنا پڑ جائے تو انسان پریشانی اور قلق واضطراب کا مظاہرہ نہیں کرتا کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ سب اللہ کے فیصلے اور تقدیر کے مطابق ہی ہوا ہے اور پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے اور اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھتا ہے۔

فصل ہفتم:



جنات وشیاطین پر ایمان کا مفہوم اور حکم

جنات وشیاطین پر ایمان سے مراد ہے قرآن وسنت میں ان کے بارے میں جو کچھ بھی ذکر ہوا ہے اس پر من وعن بلا تاویل وتغییر کامل یقین رکھنا۔ شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے کہ جنات پر بھی ایمان واجب ہے کیونکہ ان کا ذکر قرآن میں ہوا ہے اور درحقیقت قرآن پر ایمان میں جنات پر ایمان بھی شامل ہے۔(۱)

(امام قرطبیؒ) کافر فلاسفہ واطباء کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرتے ہوئے جنات کے (خارجی) وجود کا انکار کیا ہے (اور انہیں محض بدی کی ایک طاقت قرار دیا ہے) حالانکہ قرآن وسنت ان کی تردید کرتے ہیں۔(۲)

(شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ) اہل السنہ والجماعہ اور ہر مسلمان گروہ نہ تو جنات کے وجود کی مخالفت کرتا ہے اور نہ ہی اس بات کی مخالفت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو جنات کی طرف بھی مبعوث فرمایا ہے۔(۳)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ جنات کا وجود کتاب وسنت اور سلف امت کے اجماع سے ثابت ہے۔(٤)

(ابن حزمؒ) جس نے جنات (کے خارجی وجود) کا انکار کیا یا ظاہر کے خلاف ان کی کوئی تاویل کی تو وہ کافر ومشرک ہے اور (دوسرے مسلمانوں کے لیے) اس کا خون اور مال حلال ہے۔(٥)

(شیخ صالح بن فوزان) جس نے جنات کے وجود کا انکار کیا وہ کافر ہے کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والا ہے اور جنات کے وجود پر امت کا اجماع ہے۔(٦)

---

(۱) [شرح العقيدة الطحاوية (ص: ٣٢٣)]

(۲) [تفسير قرطبي (٦/١٩)]

(۳) [مجموع فتاوی ابن تيمية (١٨٢/٤)]

(٤) [أيضا (٤٤٤/٥)]

(٥) [الفصل (١٧٩/٣)]

(٦) [اعانة المستفيد شرح كتاب التوحيد (٣٣/١)]

(شیخ محمد صالح المنجد) جنات کا وجود کتاب وسنت سے ثابت ہے۔(۱)

(ابو محمد عصام بشیر مراکشی) جنات کا وجود اور ان کے بہت سے احوال وصفات کتاب وسنت سے ثابت ہیں۔(۲)

□ واضح رہے کہ لفظِ جن کا ایک معنی ہے "چھپی ہوئی چیز"۔ چونکہ جنات چھپی ہوئی مخلوق ہے اس لیے انہیں یہ نام دیا گیا ہے۔ جنات بھی انسانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے(۳)۔ ان کا وجود انسانوں سے بھی قدیم ہے۔ ان میں نیک بھی ہیں اور بد بھی، البتہ ان کی اکثریت سرکش ہی ہوتی ہے اسی لیے انہیں کتاب وسنت میں اکثر مقامات پر شیاطین کے نام سے ہی موسوم کیا گیا ہے (بالفاظِ دیگر سرکش جنوں کو ہی شیاطین کہا گیا ہے کیونکہ لفظِ شیطان عربوں میں ہر سرکش اور باغی کے لیے بولا جاتا ہے(٤))۔ ایک جن (جس کا نام ابلیس ذکر کیا گیا ہے) فرشتوں کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا مگر جب اسے دوسرے فرشتوں کے ساتھ آدم علیہ السلام کو سجدے کا حکم دیا گیا تو اس نے انکار کر دیا اور شیطان مردود کہلایا۔ چونکہ اس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کے لیے مہلت حاصل کر لی ہے اس لیے اس شیطان کو شیطانِ اکبر کہنا زیادہ مناسب ہے۔ اس شیطان کے علاوہ بھی بہت سے شیطان ہیں جو اس کے چیلے چانٹے ہیں اور ہمہ وقت لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں حتی کہ ہر انسان کے ساتھ بھی ایک شیطان مقرر ہے جو ہر وقت اسے برائی کی ترغیب دلاتا رہتا ہے۔(۵)

جنات وشیاطین کا مختصر تعارف

جنات وشیاطین کے حوالے سے کتاب وسنت میں جو اُمور بیان ہوئے ہیں ان میں سے چند کا ذکر پیشِ خدمت ہے:

❁ جنات کی تخلیق کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ [الذاريات : ٥٦] "اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا تا کہ وہ میری عبادت کریں۔"

❁ جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ الْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَارِ السَّمُوْمِ ﴾ [الحجر : ٢٧] "اور اس

(۱) [فتاوى الاسلام سؤال وجواب (٥٢٧/١)]

(۲) [شرح منظومة الايمان (ص : ٢٠٣)]

(۳) [سورة الذاريات : ٥٦]

(٤) [لسان العرب (ماده : شطن)]

(٥) [مسلم ؛ كتاب صفة القيامة والجنة والنار : باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه]

سے پہلے جنات کو ہم نے لو والی آگ سے پیدا کیا۔'' ایک حدیث میں ہے کہ ﴿ خُلِقَتِ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ ﴾ ''جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا ہے۔''(1)

❁ شیطانِ اکبر یعنی ابلیس بھی جن ہی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ﴾ [الکھف : ۵۰] ''(ابلیس) جنوں میں سے تھا اور اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔'' ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ابلیس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کا سبب یہ بیان کیا کہ ﴿ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَ خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴾ [الاعراف :۱۲] ''میں اس سے بہتر ہوں (کیونکہ) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے جبکہ اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔''

❁ ابلیس نے ہی آدم وحواء علیہما السلام کو جنت سے نکلوایا تھا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِن سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَـٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَن تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ۝ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ۝ فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَن تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴾ [الاعراف ۲۰ـ۲۵] ''پھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا تا کہ ان کی شرمگاہیں جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھیں دونوں کے روبرو بے پردہ کردے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا، مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور ان دونوں کے روبرو قسم کھالی کہ یقین مانو میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ سو ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا، پس ان دونوں نے جب درخت کو چکھا دونوں کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہو گئیں اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے اور ان کے رب نے ان کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے؟ دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا

(1) [مسلم : كتاب الزهد والرقائق : باب في أحاديث متفرقة، صحيح الجامع الصغير (۳۲۳۸) المشكاة (۵۷۰۱) السلسلة الصحيحة (۴۵۸)]

نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ہے ایک وقت تک۔ فرمایا تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر نکالے جاؤ گے۔''

❁ ابلیس کی وجہ سے ہی دنیا میں شرک و بت پرستی کا آغاز ہوا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قوم نوح میں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر نامی پانچ نیک صالح بزرگ تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے کسی طرح سے ان کی (اگلی نسل یا قوم) کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تم ان پانچوں بزرگوں کے بت بنا کر اپنی مجلسوں (اور اجتماعات وغیرہ) میں رکھو اور ان بتوں کے نام بھی اپنے بزرگوں کے ناموں پر رکھو۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا (اور اپنے بزرگوں کے بت بنا لیے مگر) اس وقت ان بتوں (کو محض بزرگوں کی یاد کے لیے بنایا گیا تھا ورنہ قوم نوح کے نیک صالح لوگ ان) کی عبادت و پرستش نہیں کرتے تھے لیکن جب یہ لوگ بھی مر گئے جنہوں نے بت بنائے تھے اور لوگوں میں علم بھی نہ رہا (کہ یہ بت تو محض بزرگوں کی یاد کا ایک ذریعہ تھے) تو پھر ان بتوں کی پوجا شروع ہو گئی۔(۱)

❁ ابلیس کا ٹھکانہ پانی پر ہے:

اور وہ وہاں سے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنے چیلوں کو روانہ کرتا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَأَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ مَا صَنَعْتَ شَيْئًا قَالَ ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ امْرَأَتِهِ قَالَ فَيُدْنِيهِ مِنْهُ فَيَقُولُ نِعْمَ أَنْتَ ﴾ ''ابلیس اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے، پھر وہاں سے اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے (تاکہ وہ لوگوں کو گمراہ کریں)، اس کے لشکر میں سے اس کے سب سے زیادہ قریب وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے لشکر میں ایک شیطان آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں برائی کروائی ہے۔ ابلیس کہتا ہے کہ نہیں، تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ایک دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اسے اس وقت تک نہیں چھوڑا حتی کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی۔ ابلیس اسے کہتا ہے، تم نے واقعی بڑا کام کیا ہے اور اسے اپنے قریب کر لیتا ہے۔''(۲)

---

(۱) [بخاری (۴۹۲۰) کتاب تفسیر القرآن : باب ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق]

(۲) [مسلم (۲۸۱۳) کتاب صفة القیامة والجنة والنار : باب تحریش الشیطان وبعثه سرایاه]

ہر انسان کے ساتھ ایک جن مقرر ہے:

جو ہر وقت اسے گناہوں پر آمادہ کرتا رہتا ہے، مگر جو جن نبی کریم ﷺ کے ساتھ مقرر تھا اسے آپ کے تابع کر دیا گیا تھا۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ اللّٰهُ بِهِ قَرِيْنَهُ مِنَ الْجِنِّ قَالُوْا وَ إِيَّاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؟ قَالَ : وَ إِيَّايَ إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِيْ إِلَّا بِخَيْرٍ ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک جن کو اس کے ساتھی کے لیطور مقرر کر رکھا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ کے ساتھ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں میرے ساتھ بھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ میرے تابع ہو گیا ہے، اس لیے وہ مجھے صرف خیر و بھلائی کا ہی حکم دیتا ہے۔'' (۱)

جنات کے لیے بالعموم شیاطین کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمِنَ الشَّيَاطِيْنِ مَنْ يَغُوْصُوْنَ لَهُ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظِيْنَ ﴾ [الانبیاء : ۸۲] ''اسی طرح بہت سے شیاطین (یعنی جنات) بھی ہم نے ان (یعنی سلیمان علیہ السلام) کے تابع کیے تھے جو ان کے حکم سے (سمندر سے موتی نکالنے کے لیے) غوطے لگاتے تھے اور اس کے علاوہ بھی بہت سے کام کرتے تھے۔'' اسی طرح اُن جنات کو بھی قرآن کریم میں شیاطین ہی کہا گیا ہے (۲) جو آسمانوں تک پہنچ تک اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور تقدیر کے متعلق خبریں چرانے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اللہ کی طرف سے ان پر آگ برسائی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں کچھ ہلاک ہو جاتے ہیں اور کچھ بچ جاتے ہیں۔

جنات بے پناہ قوت و طاقت کے مالک ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيْكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَإِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِيْنٌ ﴾ [النمل : ۳۸-۳۹] ''جب آپ (یعنی سلیمان علیہ السلام) نے کہا اے سردارو! تم میں سے کوئی ہے جو ان (اہل یمن) کے مسلمان ہو کر پہنچنے سے پہلے ہی اس (ملکۂ سبا) کا تخت مجھے لا دے؟ ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا کہ آپ کے اپنی اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں اور یقین مانیے کہ میں اس پر قادر ہوں اور ہوں بھی امانت دار۔'' ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَمَنْ

---

(۱) [مسلم (۲۸۱٤) كتاب صفة القيامة والجنة والنار : باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه]

(۲) [الجن : ۸-۱۰]

یَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ○ يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِن مَّحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَاتٍ ﴾ [سبا : ١٢-١٣] ''اور اس (یعنی سلیمان علیہ السلام) کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم کی سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ جو کچھ سلیمان (علیہ السلام) چاہتے جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے، مجسمے، بڑے بڑے حوض جیسے لگن اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں۔''

❁ جنات کو انسانی اجسام میں داخل ہونے کی طاقت حاصل ہے:

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ ﴾ ''بلاشبہ شیطان انسان میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔'' (۱)

❁ جنات اپنی شکل وصورت تبدیل کر سکتے ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ○ وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴾ [الانفال : ٤٧-٤٨] ''ان لوگوں جیسے نہ بنو جو اتراتے ہوئے اور لوگوں میں خودنمائی کرتے ہوئے اپنے گھروں سے چلے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اسے گھیر لینے والا ہے جبکہ ان کے اعمال، شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا کہ میں تو تم سے بری ہوں۔ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب والا ہے۔'' ان آیات کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر مشرکین جب مکہ سے روانہ ہوئے تو انہیں اپنے حریف قبیلے بنی بکر بن کنانہ سے اندیشہ تھا کہ وہ پیچھے سے انہیں نقصان نہ پہنچائے، چنانچہ شیطان سراقہ بن مالک کی صورت بنا کر آیا، جو بنی بکر بن کنانہ کے ایک سردار تھے، اور انہیں نہ صرف فتح وغلبہ کی بشارت دی بلکہ اپنی حمایت کا بھی پورا یقین دلایا۔ لیکن

---

(۱) [بخاري (۲۰۳۸) كتاب الاعتكاف : باب زيارة المرأة زوجها في اعتكافه ، ابو داود (۲٤٧٠) كتاب الصوم : باب المعتكف يدخل البيت لحاجته ، ابن ماجه (۱۷۷۹) كتاب الصيام : باب في المعتكف يزوره أهله في المسجد ، ترمذى (۱۱۷۲) كتاب الرضاع]

جب ملائکہ کی صورت میں امدادِ الٰہی اسے نظر آئی تو ایڑیوں کے بل بھاگ کھڑا ہوا۔(۱)

معلوم ہوا کہ جنات انسانی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔اس کا ثبوت وہ روایت بھی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو صدقہ کی کھجوروں کی نگرانی کے لیے مقرر فرمایا تو شیطان ایک آدمی کی شکل بن کر آیا اور چوری کی کوشش کی مگر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا، پھر اس نے منت سماجت کی تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔(۲) ایک فرمانِ نبوی کے مطابق جنات سانپوں کی صورت بھی اختیار کر سکتے ہیں۔(۳)

❁ جنات نبی کریم ﷺ کی صورت اختیار نہیں کر سکتے:

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي ﴾ "یقیناً شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔" (٤)

❁ جنات کی خوراک ہڈی اور گوبر ہے:

ایک حدیث میں ہے کہ جنوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی خوراک کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ﴿لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَقَعُ فِي أَيْدِيكُمْ أَوْفَرَ مَا يَكُونُ لَحْمًا وَكُلُّ بَعَرَةٍ عَلَفٌ لِدَوَابِّكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَلَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامُ إِخْوَانِكُمْ﴾ "تمہاری خوراک ہر وہ ہڈی ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور وہ تمہارے ہاتھ میں آتے ہی گوشت سے بھرپور ہو جائے گی اور تمہارے جانوروں کا چارہ مینگنیاں ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے (صحابہ سے) فرمایا کہ تم ان دونوں اشیاء کے ساتھ استنجاء مت کرو کیونکہ یہ تمہارے (مسلمان جن) بھائیوں کی خوراک ہے۔" (٥)

❁ جنات کی شادیاں ہوتی ہیں اور اولاد بھی:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ﴾ [الكهف: ٥٠] "(ابلیس) جنوں میں سے تھا، اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے۔"

معلوم ہوا کہ شیطان کی اولاد ہے اور یہ بات محتاجِ بیان نہیں کہ اولاد بیوی سے ہی ہوتی ہے۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے آکر مجھ سے پوچھا، کیا ابلیس کی بیوی ہے؟ تو میں نے یہ آیت تلاوت

---

(۱) [تفسير احسن البيان (ص: ٤٩٤)]

(۲) [بخاری (٥٠١٠) كتاب فضائل القرآن : باب فضل سورة البقرة]

(۳) [مسلم (٢٢٣٦) كتاب السلام : باب قتل الحيات وغيرها]

(٤) [بخاری (٦٩٩٤) كتاب التعبير : باب من رأى النبي في المنام ، مسلم (٢٢٦٦)]

(٥) [مسلم (٤٥٠) كتاب الصلاة : باب الجهر بالقراءة في الصبح والقراءة على الجن]

کی ''کیا پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنا رہے ہو؟'' اور کہا کہ تمہیں علم ہے کہ اولاد صرف بیوی سے ہی ہوتی ہے، اس پر اس نے کہا جی ہاں۔ علاوہ ازیں قتادہؒ فرمایا کرتے تھے کہ جنات میں بھی اسی طرح توالد وتناسل کا سلسلہ جاری ہے جیسے اولادِ آدم میں ہے۔ (۱)

جنات نر اور مادہ ہوتے ہیں، اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں بیت الخلاء جاتے وقت یہ دعا پڑھنے کا ذکر ہے کہ ''اے اللہ! میں خبیث جنوں اور چڑیلوں سے بچاؤ کے لیے تیری پناہ میں آتا ہوں۔'' (۲)

❁ جنات کو جانور بھی دیکھ لیتے ہیں:

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْأَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا وَ إِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ رَأَى شَيْطَانًا ﴾ ''مرغ کی اذان سنو تو اللہ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔'' (۳)

❁ اللہ کے کچھ نیک بندوں سے جنات ڈرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ﴿ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ ﴾ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب بھی شیطان تجھے کسی راستے سے آتا ہوا دیکھتا ہے تو وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔'' (٤) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ﴿ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ ! ﴾ ''اے عمر! شیطان تجھ سے ڈرتا ہے۔'' (٥)

❁ قرآن کریم انسانوں کی طرح جنات کے لیے بھی معجزہ ہے:

یعنی جنات بھی اس جیسی کتاب لانے سے قاصر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ﴾ [الاسراء : ۸۸] ''کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ (آپس میں) ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔''

---

(۱) [دیکھیے : تفسیر ابن کثیر (۱۷۹/۵)]
(۲) [بخاری (۱٤۲) کتاب الوضوء : باب ما یقول عند الخلاء]
(۳) [بخاری (۳۳۰۳) کتاب بدء الخلق : باب خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبال]
(٤) [بخاری (۳۲۹٤) کتاب بدء الخلق : باب صفة ابلیس وجنوده]
(٥) [صحیح : السلسلة الصحیحة (۲۲٦۱) ترمذی (۳٦۹۰) کتاب المناقب : باب فی مناقب عمر]

❁ جنات میں انسانوں کی طرح مومن بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ ﴾ [الجن : ١٤] ''(جنات نے کہا) ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض ظالم ہیں۔''

❁ نیک جن دوسرے جنوں کو دین کی تبلیغ بھی کرتے ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَى قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ۝ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءُ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴾ [الاحقاف : ۲۹۔۳۲] ''اور یاد کرو! جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں، پس جب (نبی کے) پاس پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے خاموش ہو جاؤ، پھر جب پڑھ کر ختم ہو گیا (یعنی آپ ﷺ نے اپنی تلاوت ختم کر لی) تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لیے واپس لوٹ گئے۔ کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو، اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے گا۔ اور جو شخص اللہ کے بلانے والے کا کہا نہ مانے گا پس وہ زمین میں کہیں (بھاگ کر اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتا، نہ اللہ کے سوا اور کوئی اس کے مددگار ہوں گے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔''

❁ انسانوں کی طرح جنوں کے پیغمبر بھی محمد ﷺ ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ﴾ [الفرقان : ١] ''بہت با برکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تا کہ وہ تمام جہان والوں کے لیے آگاہ کرنے والا بن جائے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ جہان والوں سے مراد جن و انس ہیں۔(١)

---

(١) [تفسیر بغوی (٦٩/٦)]

❁ مومن جن جنت میں اور کافر جن جہنم میں جائیں گے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ﴾ [الاعراف : ۱۷۹] ''اور یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے بہت زیادہ تعداد کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔'' ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴾ [الجن : ۱۴۔۱۵] ''(جنات نے کہا ہم میں) جو فرمانبردار ہو گئے انہوں نے تو راہ راست کا قصد کیا اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں کی طرح جنات بھی دوزخ اور جنت دونوں میں جانے والے ہوں گے، ان میں جو کافر ہوں گے وہ جہنم میں اور مسلمان جنت میں جائیں گے۔(۱) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ کافر جنوں کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور جمہور اہل علم یہ کہتے ہیں کہ مسلمان جن جنت میں داخل ہوں گے۔(۲)

❑ یہاں کسی کے ذہن میں اگر یہ اشکال پیدا ہو کہ جنات تو خود آگ سے پیدا ہوئے ہیں پھر انہیں آگ کا عذاب کیسے ہوگا؟ تو اس کے بہت سے جوابات ہیں جن میں سے زیادہ مناسب اور مختصر جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خود یہ ذکر فرمایا ہے کہ سرکش جنوں کو آتشِ جہنم میں عذاب دیا جائے گا تو اس پر ہمارا کامل ایمان ہونا چاہیے کہ انہیں عذاب ہوگا، البتہ اس عذاب کی صورت و کیفیت اور حقیقت کیا ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ نے ہم سے مخفی رکھا ہے اس لیے ہمیں بھی اس سلسلے میں خاموشی ہی اختیار کرنی چاہیے۔

جنات وشیاطین کے حملے

❁ شیطان نے انسانوں کو گمراہ کرنے کی قسم اٹھا رکھی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ﴾ [الاعراف : ۱۶۔۱۷] ''(شیطان نے اللہ تعالیٰ سے تا قیامت مہلت حاصل کرنے کے بعد) کہا، جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا، میں بھی تیرے سیدھے راستے پر ان (تیرے بندوں کو گمراہ کرنے کے لیے) بیٹھوں گا، پھر انسانوں کو آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے، الغرض ہر طرف سے گھیروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔''

---

(۱) [تفسیر احسن البیان (ص : ۱۶۴۰)]

(۲) [مجموع الفتاوی لابن تیمیة (۳۸/۱۹)]

❁ شیطان تمام انسانوں کو جہنم میں داخل کرانا چاہتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيْرِ ﴾ [الفاطر : ٦] ’’وہ تو اپنے پیروکاروں کو اپنی راہ پر اس لیے بلا رہا ہے تا کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔‘‘

❁ شیطان کی کوشش ہے کہ تمام انسانوں کو کافر ومشرک بنا دے:

کیونکہ کافر ومشرک ابدی جہنمی ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنْكَ ﴾ [الحشر : ١٦] ’’ان کی مثال شیطان کی سی ہے کہ پہلے وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر اور جب انسان کفر کر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بری ہوں۔‘‘ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿ إِنِّيْ خَلَقْتُ عِبَادِيْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا أَحْلَلْتُ لَهُمْ وَأَمَرَتْهُمْ أَنْ يُشْرِكُوْا بِيْ مَا لَمْ أُنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا ﴾ ’’بے شک میں نے اپنے بندوں کو (شرک سے پاک) یکطرفہ دین پر پیدا کیا ہے، پھر ان کے پاس شیطان آئے جنہوں نے انہیں ان کے دین سے برگشتہ کر دیا اور ان پر وہ چیزیں حرام کر دیں جو میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں اور انہیں میرے ساتھ شرک کرنے پر آمادہ کیا جبکہ میں نے اس کی کوئی دلیل نازل نہیں کی۔‘‘ (۱)

❁ اگر کافر ومشرک نہ بنا سکے تو انہیں گناہوں میں مبتلا کرتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوْءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٦٨ـ١٦٩] ’’اور شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور تمہیں یہ سکھاتا ہے کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں۔‘‘ ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴾ [المائدة : ٩١] ’’شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد اور نماز سے روک دے، پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟۔‘‘

---

(۱) [مسلم : كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها : باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا ، المشكاة (٥٣٧١) السلسلة الصحيحة (٣٥٩٩) صحيح الجامع الصغير (٢٦٣٧)]

❁ شیطان بندوں کو اللہ کی اطاعت سے روکتا ہے:

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی انسان اللہ کے کسی حکم پر عمل کرنے لگتا ہے تو شیطان اس کے تمام راستوں پر بیٹھ جاتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ اسلام لانا چاہتا ہے یا ہجرت کرنا چاہتا ہے یا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہے تو وہ اسے ہر ممکن طریقے سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن جو انسان شیطان کی ہر بات ٹھکرا کر اللہ کے حکم پر عمل کر گزرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔(۱)

❁ شیطان بندوں کی عبادت خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے:

ایک مرتبہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! شیطان میرے اور میری نماز کے درمیان حائل ہو کر نماز خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خِنْزَب ، فَإِذَا أَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ ، وَ اتْفُلْ عَلَى يَسَارِكَ ثَلَاثًا ﴾ ''وہ خنزب شیطان ہے، جب تمہیں اس کا احساس ہو تو اس سے اللہ کی پناہ پکڑو اور اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوکو۔'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز مجھ سے ختم کر دی۔'' (۲)

❁ ایک جن نے نبی کریم ﷺ کی نماز خراب کرنے کی کوشش کی:

مگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس پر قدرت دے دی اور آپ نے اسے پکڑ لیا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میری خواہش تو یہ تھی کہ میں اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں تا کہ صبح کے وقت تم سب اسے دیکھو مگر مجھے اپنے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کی دعا یاد آ گئی کہ ''اے میرے رب! مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے بعد کسی کے بھی لائق نہ ہو۔'' تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔(۳)

❁ شیطان ہر پیدا ہونے والے بچے کو تکلیف پہنچاتا ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَا مِنْ بَنِيْ آدَمَ مَوْلُوْدٌ إِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِيْنَ يُوْلَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا ﴾ ''مریم اور ان کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کے علاوہ ہر پیدا ہونے والے بچے کو شیطان چھوتا ہے اور شیطان کے چھونے کی وجہ سے وہ چیختا ہے۔'' (۴) ایک دوسری روایت

---

(۱) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (۱٦٥۲)]

(۲) [مسلم (۲۲۰۳) كتاب السلام : باب التعوذ من شيطان الوسوسة في الصلاة]

(۳) [بخاري (٤٦۱) كتاب الصلاة : باب الاسير أو الغريم يربط في المسجد]

(٤) [بخاري (۳٤۳۱) كتاب أحاديث الانبياء : باب قول الله تعالى واذكر في الكتاب مريم ، مسلم (۲۳٦٦) كتاب الفضائل : باب فضائل عيسى]

میں ہے کہ ''پیدائش کے وقت بچہ شیطان کے چوکے کی وجہ سے ہی چیختا ہے۔'' (۱)

شیطان بندوں کو برے خواب دکھاتا ہے:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَ الْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ ﴾ ''اچھا خواب اللہ کی طرف سے اور رنجیدہ و پریشان کن خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔'' (۲)

طاعون کی بیماری کا سبب جنات ہی ہیں:

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ الطَّاعُونُ وَخْزُ أَعْدَائِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَ هُوَ لَكُمْ شَهَادَةٌ ﴾ ''طاعون (کی بیماری) تمہارے دشمن جنوں کے چوکے کا نتیجہ ہے، اور اس میں تمہارے لیے شہادت ہے۔'' (۳)

شیطان موت کے وقت بھی بندوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے:

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ ﴿ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ التَّرَدِّيْ وَ الْهَدَمِ وَ الْغَرَقِ وَ الْحَرَقِ وَ أَعُوْذُبِكَ أَنْ يَتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ ... ﴾ ''اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں گر کر ہلاک ہونے سے، عمارت میں دب جانے سے، ڈوبنے سے، جل جانے سے اور موت کے وقت شیطان کے خبطی بنا دینے سے۔'' (٤)

جنات و شیاطین اور وساوس

وساوس کا معنی و مفہوم:

وساوس جمع ہے وسوسہ کی۔ وسوسہ مخفی آواز کو کہتے ہیں۔ شیطان بھی نہایت غیر محسوس طریقوں سے انسان کے دل میں بری باتیں ڈال دیتا ہے، اسی کو وسوسہ کہا جاتا ہے... وسوسہ ڈالنے والوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شیاطین الجن جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو گمراہ کرنے کی قدرت دے رکھی ہے۔ دوسرے ہر انسان کے ساتھ

---

(۱) [مسلم (۲۳٦۷) کتاب الفضائل : باب فضائل عیسی]

(۲) [بخاری (٦۹۸٦) کتاب التعبیر : باب الرؤیا الصالحة جزء من ستة وأربعین جزءا من النبوة ، ابو داود (۵۰۲۱) کتاب الأدب : باب ما جاء فی الرؤیا ، ابن ماجه (۳۹۰۹) کتاب تعبیر الرؤیا : باب من رأی رؤیا یکرهها ، ترمذی (۲۲۷۷) کتاب الرؤیا : باب اذا رأی فی المنام ما یکره]

(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳۹۵۱)]

(٤) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۱۲۸۲) نسائی (۵۵۳۱) کتاب الاستعاذة : باب الاستعاذة من التردی والهدم]

ایک شیطان اس کا ساتھی ہوتا ہے جو اس کو گمراہ کرتا رہتا ہے۔(۱)

شیطان اولادِ آدم کے دل میں وسوسے پیدا کرتا ہے:

1- ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ o مَلِكِ النَّاسِ o إِلَٰهِ النَّاسِ o مِن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ o الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ o مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾ [الناس : ١ - ٦] ''(اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں۔لوگوں کے مالک کی۔لوگوں کے معبود کی (پناہ میں)۔وسوسہ ڈالنے والے، پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے۔جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔(خواہ) وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔''

2- حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿ أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ تَزُورُهُ فِي اعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ، فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ مَعَهَا يَقْلِبُهَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ لَهُمَا النَّبِيُّ ﷺ : عَلَى رِسْلِكُمَا ، إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ ، فَقَالَا : سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا ﴾ ''وہ رمضان کے آخری عشرے میں' جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے' آپ ﷺ سے ملنے کے لیے مسجد میں آئیں۔کچھ دیر تک آپ ﷺ سے باتیں کیں پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں۔نبی کریم ﷺ بھی انہیں (گھر) چھوڑنے کے لیے کھڑے ہوئے۔جب وہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں تو دو انصاری آدمی اُدھر سے گزرے اور نبی ﷺ کو سلام کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا'' کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہیں۔''انہوں نے کہا سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول! (گویا) ان پر آپ ﷺ کا یہ جملہ نہایت گراں گزرا۔آپ ﷺ نے فرمایا''شیطان خون کی مانند جسم میں دوڑتا ہے۔مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال جائے۔''(۲)

---

(۱) [دیکھئے: تفسیر احسن البیان (ص : ۱۷۵۷)]

(۲) [بخاری (۲۰۳۵' ۲۰۳۸) کتاب الاعتکاف : باب هل يخرج المعتكف لحوائجه إلى باب المسجد ' مسلم (۲۱۷۵) أبو داود (۲٤۷۰) ابن ماجة (۱۷۷۹) أحمد (۳۳۷/٦) عبد الرزاق (۸۰٦٥) دارمی (۲۷/۲) مشكل الآثار (۱۰٦) ابن خزيمة (۲۲۲۳) ابن حبان (۳٦۷۱) شرح السنة (۳۹۷/۷) بيهقى (۳۲۱/٤)]

3- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً بِابْنِ آدَمَ وَ لِلْمَلَكِ لَمَّةً ، فَأَمَّا لَمَّةُ الشَّيْطَانِ فَإِيْعَادٌ بِالشَّرِّ وَ تَكْذِيْبٌ بِالْحَقِّ وَ أَمَّا لَمَّةُ الْمَلَكِ فَإِيْعَادٌ بِالْخَيْرِ وَ تَصْدِيْقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذَالِكَ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ مِنَ اللّٰهِ ، فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَ مَنْ وَجَدَ الْأُخْرٰى ، فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ، ثُمَّ قَرَأَ : الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَ اللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا ﴾ ''شیطان آدم کے بیٹے کے دل میں خیال ڈالتا ہے اور فرشتہ بھی۔ شیطان یوں خیال ڈالتا ہے کہ انسان کے دل میں برائی اور حق کی تکذیب پیدا کرتا ہے اور فرشتہ یوں خیال ڈالتا ہے کہ انسان کے دل میں اچھائی اور حق کی تصدیق پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا جسے یہ (فرشتے والے معاملے کا) احساس ہو تو وہ جان لے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور وہ اللہ کی تعریف کرے اور جسے دوسری بات (یعنی شیطان والے معاملے کا) احساس ہو تو وہ شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''شیطان تم کو فقر کا وعدہ دیتا ہے اور تمہیں بے حیائی پر آمادہ کرتا ہے۔'' (۱)

4- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ﴿ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّ أَحَدَنَا يَجِدُ فِيْ نَفْسِهِ يُعَرِّضُ بِالشَّيْءِ ، لَأَنْ يَكُوْنَ حُمَمَةً أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ ، فَقَالَ : اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ رَدَّ كَيْدَهُ إِلَى الْوَسْوَسَةِ ﴾ ''ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! یقیناً ہم میں سے کوئی ایک (بعض اوقات) اپنے دل میں ایسا برا خیال پاتا ہے کہ اسے (کسی کے سامنے) بیان کرنے سے کوئلہ ہو جانا بہتر سمجھتا ہے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ کہا اللہ اکبر اور پھر فرمایا ''سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے شیطان کے مکر کو وسوسہ کی طرف لوٹا دیا۔'' (۲)

معلوم ہوا کہ شیطان ابن آدم کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور جو بھی ایسا محسوس کرے اسے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑنی چاہیے۔

شیطان کے وسوسے پیدا کرنے کے طریقے:

1- کبھی شیطان لوگوں کے ایمان و عقائد خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

---

(۱) [صحیح : هداية الرواة (۷۰) ترمذی (۲۹۸۸) كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة البقرة ، نسائی فی السنن الكبرى (۱۱۰۵۱) احمد (۲۳۵/۱) ابن حبان (٤٥)]

(۲) [صحيح : صحيح ابوداود ، ابوداود (۵۱۱۲) كتاب الأدب : باب فی رد الوسوسة ، نسائی فی السنن الكبرى (۱۰۵۰۳)]

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُولُ : مَنْ خَلَقَ كَذَا ؟ مَنْ خَلَقَ كَذَا ؟ حَتَّى يَقُولَ : مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ ؟ فَإِذَا بَلَغَهُ ، فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَ لْيَنْتَهِ۔ وَ فِي رِوَايَةٍ : لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يُقَالَ : هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ ، فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ ؟ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ : آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ﴾ ''شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور اسے اس وسوسہ میں مبتلا کرتا ہے کہ فلاں چیز کا خالق کون ہے؟ فلاں کا خالق کون ہے؟ حتی کہ وہ کہتا ہے کہ تیرے پروردگار کا خالق کون ہے؟ جب کوئی شخص اس قول تک پہنچ جائے تو أعوذ باللہ پڑھے اور اس سوچ سے باز آ جائے۔''(۱) اور ایک روایت میں ہے کہ ''لوگ ہمیشہ سوال کرتے رہیں گے حتی کہ کہا جائے گا کہ یہ اللہ ہے جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ پس جو شخص اس خیال کو پائے وہ کہے کہ میرا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان ہے۔''(۲)

2- کبھی نماز خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ فَإِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ أَقْبَلَ ، حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ ، حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ ، يَقُولُ : اذْكُرْ كَذَا وَاذْكُرْ كَذَا۔ لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ۔ حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِي كَمْ صَلّٰى ﴾ ''جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پادتا ہوا تیزی کے ساتھ اذان کی جگہ سے بھاگ جاتا ہے تا کہ اذان (کے کلمات) نہ سن سکے۔ جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو شیطان (وسوسہ ڈالنے) آتا ہے اور جب نماز کی تکبیر کہی جاتی ہے تو بھاگ جاتا ہے اور جب تکبیر اختتام پذیر ہوتی ہے تو آ جاتا ہے یہاں تک کہ انسان اور اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ (اسے) کہتا ہے کہ فلاں فلاں بات یاد کرو، جو باتیں اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں، یہاں تک کہ انسان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اسے کچھ علم نہیں ہوتا کہ اس نے کتنی رکعات نماز ادا کی ہے۔''(۳)

3- اور کبھی تمام نیکی اور فرمانبرداری کے کاموں سے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ حضرت سبرہ بن ابی فاکہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ﴿ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَعَدَ لِابْنِ آدَمَ بِأَطْرُقِهِ فَقَعَدَ لَهُ بِطَرِيقِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ : تُسْلِمُ

---

(۱) [بخاری (۳۲۷٦) كتاب بدء الخلق : باب صفة ابليس و جنوده ، مسلم (۱۳۲) كتاب الايمان : باب بيان الوسوسة في الايمان و ما يقوله من وجدها]

(۲) [مسلم (۱۳٤) كتاب الايمان : باب بيان الوسوسة في الايمان وما يقوله من وجدها ، بخاری (۷۲۹٦) ابو داود (٤۷۲۱) نسائي في السنن الكبرى (۱۰٤۹۸)]

(۳) [بخاری (٦۰۸) كتاب الاذان : باب فضل التاذين ، مسلم (۳۸۹) كتاب الصلاة : باب فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه]

وَ تَذَرُ دِيْنَكَ وَ دِيْنَ آبَائِكَ فَعَصَاهُ فَأَسْلَمَ ، ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيْقِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ : تُهَاجِرُ أَرْضَكَ وَ سَمَاءَكَ ، فَعَصَاهُ فَهَاجَرَ ، ثُمَّ قَعَدَ لَهُ بِطَرِيْقِ الْجِهَادِ فَقَالَ : تُجَاهِدُ فَهُوَ جُهْدُ النَّفْسِ وَ الْمَالِ فَتُقَاتِلُ فَتُقْتَلُ فَتُنْكَحُ الْمَرْأَةُ وَيُقَسَّمُ الْمَالُ ، فَعَصَاهُ فَجَاهَدَ ، فَمَنْ فَعَلَ ذَالِكَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ ﴾ ''شیطان آدم کے بیٹے کے تمام راستوں میں بیٹھ جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اس کے اسلام کے راستے میں بیٹھتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ کیا تم اسلام کے لیے اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دو گے؟ بندہ اس کی بات ٹھکرا کر اسلام قبول کر لیتا ہے۔ پھر وہ اس کے ہجرت کے راستے میں بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ تم ہجرت کے لیے اپنا وطن اور اپنا علاقہ چھوڑ دو گے؟ بندہ اس کی بات ٹھکرا کر ہجرت کر جاتا ہے۔ پھر وہ اس کے جہاد کے راستے میں بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ تم جہاد پر جاؤ گے تو تمہاری جان اور مال کو خطرہ ہے اور اگر تم قتل کر دیے گئے تو تمہاری بیوی کسی دوسرے سے شادی کر لے گی اور تمہارا مال (اوروں میں) تقسیم کر دیا جائے گا۔ وہ اس کی بات کو ٹھکرا کر جہاد کے راستے پر نکل جاتا ہے۔ جو شخص بھی ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔'' (۱)

❁ شیطانی وساوس معاف کر دیے جاتے ہیں الا کہ ان پر عمل کر لیا جائے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ إِنَّ اللّٰـهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِيْ مَا وَسْوَسَتْ بِهِ صُدُوْرُهَا ، مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهِ أَوْ تَتَكَلَّمْ ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے ان وسوسوں کو معاف کر دیا ہے جو ان کے دلوں میں رونما ہوتے ہیں جب تک کہ وہ وسوسہ کے مطابق عمل نہیں کرتے یا اس کے ساتھ کلام نہیں کرتے۔'' (۲)

جنات و شیاطین سے بچاؤ کے طریقے

1- گھروں میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جس گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔'' (۳)

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۱۶۵۲)]

(۲) [بخاری (۲۵۲۸) کتاب العتق : باب الخطا والنسیان فی العتاقة والطلاق ونحوه ، ابوداود (۲۲۰۹) کتاب الطلاق : باب فی الوسوسة بالطلاق ، ترمذی (۱۱۸۳) کتاب الطلاق واللعان : باب ما جاء فیمن یحدث نفسه بطلاق امرأته ، نسائی (۱۵۶/۶)]

(۳) [مسلم (۷۸۰) کتاب صلاة المسافرین وقصرها : باب استحباب صلاة النافلة فی بیته وجوازها فی المسجد ، ترمذی (۲۸۷۷) نسائی فی السنن الکبری (۸۰۱۵/۵) وفی عمل الیوم واللیلة (۹۷۱) ابن حبان (۸۷۳) شرح السنه للبغوی (۱۱۹۲)]

2۔ رات کے وقت سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت کی جائے۔ کیونکہ فرمانِ نبوی ہے کہ ''جو شخص رات کے وقت سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کرے گا تو یہ اسے (ہر قسم کے نقصان' جنات' شیاطین اور جادو وغیرہ سے بچاؤ کے لیے) کافی ہو جائیں گی۔''(۱)

3۔ سوتے وقت آیت الکرسی پڑھی جائے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جو شخص سوتے وقت آیت الکرسی کی تلاوت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر ایک محافظ فرشتہ ساری رات مقرر رہتا ہے اور ساری رات وہ شخص شیطان کے حملے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔''(۲)

4۔ سورۃ الاخلاص اور معوذتین سورتوں کی تلاوت کی جائے۔ کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ جنات سے اور انسانوں کی نظر سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ معوذتین سورتیں (الفلق اور الناس) نازل ہوئیں' پس جب وہ نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ دم کرنا شروع کیا اور ان کے علاوہ تمام دموں کو چھوڑ دیا۔''(۳)

5۔ گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھی جائے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو شخص ایسا نہیں کرتا شیطان اس کے گھر میں داخل اور کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔(٤)

6۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھی جائے ﴿ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ بِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَ سُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ﴾۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں داخلے کے وقت یہ دعا پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے یہ شخص سارا دن مجھ سے محفوظ ہو گیا ہے۔(٥)

---

(۱) [مسلم (۸۰۷) كتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل الفاتحة و خواتيم سورة البقرة والحث على قراءة الآيتين من آخر البقرة ' بخاری (٤٠٠٨) ابو داود (۱۳۹۷) ترمذی (۲۸۸۱) نسائی فی السنن الكبرى (٨٠٠٢/٥) ابن ماجة (١٣٦٨) ' (١٣٦٩) دارمی (١٤٨٧) ابن حبان (٧٨١) شرح السنة للبغوی (۱۱۹۹) احمد (۱۷۰٦۷)]

(۲) [بخاری (۳۲۷٥) ' (۲۳۱۱) كتاب بدء الخلق : باب صفة إبليس وجنوده ' نسائی فی السنن الكبرى (۱۰۷۹٥)]

(۳) [صحيح : هداية الرواة (٢٨٢/٤) ترمذی (۲۰٥۸) كتاب الطب : باب ما جاء فی الرقية بالمعوذتين]

(٤) [مسلم (۲۰۱۸) كتاب الأشربة : باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما ' ابو داود (۳۷٦٥) كتاب الأطعمة : باب التسمية على الطعام ' ابن ماجه (۳۸۸۷) كتاب الدعاء : باب ما يدعو به اذا دخل بيته ' مسند احمد (۱٥۱۱۰) نسائی فی السنن الكبرى (٦٧٥٧/٤) وفی عمل اليوم والليلة (۱۷۸)]

(٥) [صحيح : صحيح ابو داود ' ابو داود (٤٦٦) كتاب الصلاة : باب فيما يقوله الرجل عند دخوله المسجد]

7- بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھی جائے ﴿ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ ﴾ ''اے اللہ! میں خبیث جنوں اور خبیث چڑیلوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔'' (۱)

8- بیوی سے ہم بستری کے وقت یہ دعا پڑھی جائے ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ، اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا ﴾ ۔کیونکہ فرمانِ نبوی ہے کہ ''اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس جاتے وقت یہ دعا پڑھے تو یقیناً اس جماع سے ان کے مقدر میں اولاد ہوگی تو شیطان اسے کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' (۲)

9- دن میں سو مرتبہ یہ دعا پڑھی جائے ﴿ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ ۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جو شخص دن میں سو مرتبہ یہ دعا پڑھے گا وہ اس دن شیطان کے حملے سے محفوظ رہے گا۔'' (۳)

10- ہمہ وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے کی کوشش کی جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿ إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ﴾ [الاعراف: ۲۰۱] ''یقیناً جو لوگ پرہیز گار ہیں جب ان کو کوئی شیطان کا خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہ ذکر میں لگ جاتے ہیں اور وہ فوراً سمجھ جاتے ہیں۔''

---

(۱) [بخاری (۱٤۲) کتاب الصلاة : باب ما یقول عند الخلاء، الأدب المفرد (٦۹۲) مسلم (۳۷٥) أبو داود (٤) نسائی (۲۰/۱) ترمذی (٦،٥) ابن ماجة (۲۹۸) دارمی (۱۷۱/۱) ابن أبی شیبة (۱/۱) أبو یعلی (۳۹۰۲) ابن حبان (۱٤۰٤) بیهقی (۹٥/۱)]

(۲) [بخاری (۱٤۱) کتاب الوضوء : باب التسمیة علی کل حال وعند الوقاع، مسلم (۱٤۳٤) کتاب النکاح: باب ما یستحب أن یقوله عند الجماع، ابو داود (۲۱٦۱) کتاب النکاح : باب فی جامع النکاح، ترمذی (۱۰۹۲)]

(۳) [بخاری (٦٤۰۳) کتاب الدعوات : باب فضل التهلیل، مسلم (۲٦۹۱) کتاب الذکر والدعاء : باب فضل التهلیل والتسبیح والدعاء، موطا (٤۸٦) کتاب القرآن : باب ما جاء فی ذکر الله، مسند احمد (۸۰۱٤) ترمذی (۳٤٦۸)]

باب شعب الایمان — ایمان کے شعبوں کا بیان

ایمان کو تین مرکزی شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

① عقائد　② اسلام　③ محاسن اخلاق

عقائد میں اللہ تعالیٰ، فرشتوں، الہامی کتابوں، پیغمبروں، یومِ آخرت، اچھی بری تقدیر اور جنات وشیاطین پر ایمان شامل ہے۔ ان کا قدرے تفصیلی بیان سابقہ باب ''ارکانِ ایمان کا بیان'' میں گزر چکا ہے۔ آئندہ اُوراق میں اسلام اور محاسنِ اخلاق کا ذکر پیشِ خدمت ہے۔



(2): اسلام

اسلام کا معنی ومفہوم

لغوی اعتبار سے اسلام کا معنی "انقیاد و استسلام" کیا گیا ہے یعنی جھک جانا، مطیع ہو جانا اور تابعدار ہو جانا وغیرہ۔ (۱) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ لفظِ اسلام کے معنی میں استسلام وانقیاد کے ساتھ اخلاص بھی شامل ہے۔ (۲)

شرعاً اسلام کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ'' عقیدۂ توحید اپنا کر اور شرک سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو جانا، اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کے لیے جھک جانا اور اللہ کے دشمنوں یعنی مشرکوں سے عداوت رکھنا۔''(۳) ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴾ [الانعام: ١٦٢۔ ١٦٣] ''(اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجیے کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مطیع ہونے والا ہوں۔'' ایک دوسری جگہ فرمایا ﴿ وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ﴾ [لقمان: ۲۲] ''اور جو (شخص) اپنے آپ کو اللہ کے لیے مطیع کر لے اور وہ ہو بھی نیکوکار یقیناً اس نے مضبوط کڑا

---

(۱) [اعتقاد اهل سنة (ص ۸۰)]

(۲) [اقتضاء الصراط المستقيم (۲/۳۷۲)]

(۳) [دیکھئے: اصول الایمان في ضوء الكتاب والسنه (ص: ۳٤۷)]

تھام لیا۔'' ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ﴾ [الحج : ٣٤] ''تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پس تم اسی کے لیے مطیع ہو جاؤ۔''

شیخ بکر بن عبداللہ ابوزید رقمطراز ہیں کہ اسلام میں خالصتاً اللہ کے لیے استسلام (یعنی مطیع ہو جانا) ضروری ہے، یہی ہمارے اس قول ''لا الٰہ الا اللہ'' کی حقیقت ہے اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور کے لیے بھی مطیع ہو گیا وہ مشرک ہے اور اللہ مشرک کو کبھی معاف نہیں فرمائے گا اور جو اللہ کے لیے مطیع نہ ہوا وہ اللہ کی عبادت سے تکبر کرنے والا ہے اور متکبر قیامت کے روز جہنم میں جائے گا۔ فرمانِ نبوی کے مطابق جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہوا وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔(۱)

☐ علاوہ ازیں اہل علم نے اسلام اور ایمان میں فرق یہ بیان کیا ہے کہ اگر یہ دونوں الفاظ الگ الگ استعمال ہوں تو ہر ایک سے دونوں ہی مراد ہوتے ہیں اور جب اکٹھے آئیں تو ایمان سے اعتقادات اور باطنی اعمال جبکہ اسلام سے ظاہری اعمال مراد ہوتے ہیں، جیسا کہ اس کا تفصیلی بیان گزشتہ باب ''ایمان کی حقیقت کا بیان'' میں عنوان ''ایمان اور اسلام میں فرق'' کے تحت گزر چکا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

اللہ کے ہاں دین صرف اسلام ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴾ [آل عمران : ١٩] ''بلاشبہ اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ ﴿ وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾ [المائدۃ : ۳] ''اور میں نے تمہارے لیے بطورِ دین اسلام کو پسند کیا ہے۔''

فرمانِ نبوی ہے کہ ''اس شخص نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا۔''(۲)

اسلام سابقہ تمام انبیاء کا دین ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ﴾ [الشوریٰ : ۱۳] ''(اے محمد!) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس

---

(۱) [ماخوذ از ، الابطال لنظرية الخلط بين دين الاسلام وغيره من الاديان (ص : ٥١)]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغير (٣٤٢٥)]

کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دیا ہے اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا۔"

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ الْأَنْبِيَاءُ ... دِيْنُهُمْ وَاحِدٌ ﴾ "(تمام) انبیاء کا دین ایک ہے۔" (۱)

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے متعلق ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے کہا ﴿ وَ أُمِرْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [یونس : ۷۲] "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہو جاؤں۔"

ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ذکر فرمایا کہ ﴿ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ [البقرة : ۱۳۱] "جب اس کے پروردگار نے اسے کہا کہ مطیع ہو جا تو اس نے کہا کہ میں تمام جہانوں کے پروردگار کے لیے مطیع ہو گیا۔"

موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ذکر فرمایا کہ ﴿ وَقَالَ مُوْسٰى يَا قَوْمِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا إِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴾ [یونس : ۸۴] "اور موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر توکل کرو اگر تم مسلمان ہو۔"

عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ذکر فرمایا کہ ﴿ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّيْنَ أَنْ آمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ قَالُوْا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴾ [المائدة : ۱۱۱] "اور جب کہ میں نے حواریین کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ شاہد رہیے کہ ہم مسلمان ہیں۔"

ملکۂ سبا کے متعلق ذکر فرمایا کہ اس نے کہا ﴿ رَبِّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ [النمل : ٤٤] "اے میرے رب! یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں سلیمان (علیہ السلام) کے ساتھ اس اللہ کے لیے اسلام لے آئی جو دو جہانوں کا رب ہے۔"

سابقہ انبیاء اور تورات کے متعلق فرمایا ﴿ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ أَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا ﴾ [المائدة : ٤٤] "اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرمانبردار انبیاء فیصلے کرتے ہیں۔"

اس آیت میں (اللہ تعالیٰ نے) أَسْلَمُوْا کہیں کی صفت بیان کی کہ وہ سارے انبیاء دینِ اسلام ہی کے پیروکار تھے جس کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دے رہے ہیں، یعنی تمام پیغمبروں کا دین ایک ہی رہا ہے "اسلام" جس کی بنیادی دعوت یہ تھی کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ (۲)

---

(۱) [بخاري (۳٤٤۳) كتاب أحاديث الأنبياء : باب قول الله تعالى واذكر في الكتاب مريم، ابن أبي شيبة (٦٦٠/٨) عبد الرزاق (۲۰۸٤٥) صحيح ابن حبان (٦٩٤٠)]

(۲) [تفسير أحسن البيان (ص : ۳۰٤)]

شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے کہ تمام انبیاء کا دین اسلام ہی ہے۔ نوح علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ سب اسلام کے ساتھ ہی مبعوث کیے گئے، البتہ ان کی شریعتیں مختلف تھیں۔(۱)

دنیا میں ہر پیدا ہونے والا بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ﴾ [الروم: ۳۰]

''اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی تخلیق کو بدلنا نہیں۔''

عکرمہ، مجاہد، حسن، ابراہیم، ضحاک اور قتادہ رحمہم اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ''اللہ کی فطرت'' سے مراد دین اسلام اور ''اللہ کی خلقت'' سے مراد دین اللہ ہے۔ امام ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ اللہ کی فطرت سے مراد اللہ کی معرفت اور توحید ہے یعنی ہر مخلوق اللہ کی معرفت و توحید پر پیدا ہوتی ہے۔(۲)

فرمان نبوی ہے کہ ﴿ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ ﴾ ''ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت (یعنی فطرتِ اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔''(۳)

اسلام کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ﴾ [آل عمران: ۸۵] ''اور جو بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔''

ایک آدمی کو اسلام میں داخل کرنا قیمتی مال و متاع سے بہتر ہے

خیبر کے روز نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا دیا اور ان سے فرمایا:

﴿ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ ... فَوَاللّٰهِ لَأَنْ يُّهْدَى بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ ﴾ ''انہیں اسلام کی طرف بلانا، اللہ کی قسم! اگر تمہاری وجہ سے ایک آدمی کو بھی (اسلام کی) ہدایت دے دی جائے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں (جو عربوں کا قیمتی اور نفیس مال ہوتا تھا) سے بھی بہتر ہے۔''(۴)

---

(۱) [ماخوذ از، شرح العقيدة الطحاوية (ص: ۱۰۱)]
(۲) [تفسير ابن كثير (۳/۱۳۲۶)]
(۳) [بخاری (۴۷۷۵) كتاب تفسير القرآن: باب لا تبديل لخلق الله، مسلم (۲۶۵۸)]
(۴) [بخاری (۲۹۴۲) كتاب الجهاد والسير: باب دعاء النبي الناس الى الاسلام، ابوداود (۳۶۶۱)]

کسی کو جبراً اسلام میں داخل نہیں کیا جا سکتا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ، قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ﴾ [البقرة : ۲۵۶]
''دین (اسلام) کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، یقیناً ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔''
اس آیت کے شانِ نزول میں بتایا گیا ہے کہ انصار کے کچھ نوجوان یہودی یا عیسائی ہو گئے تھے، پھر جب یہ انصار مسلمان ہو گئے تو انہوں نے اپنی نوجوان اولاد کو بھی جو یہودی یا عیسائی بن چکے تھے، زبردستی مسلمان بنانا چاہا، جس پر یہ آیت نازل ہوئی... یہ آیت حکم کے اعتبار سے عام ہے یعنی کسی پر بھی قبولِ اسلام کے لیے جبر نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی دونوں کو واضح کر دیا ہے۔(۱)

اسلام میں داخل ہونے والے ہر شخص پر غسل فرض ہے

حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
﴿ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أُرِيْدُ الْإِسْلَامَ فَأَمَرَنِيْ أَنْ أَغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ ﴾ ''میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، میں اسلام قبول کرنا چاہتا تھا تو آپ ﷺ نے مجھے پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل کرنے کا حکم دیا۔''(۲)

اسلام سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ الْإِسْلَامُ يَجُبُّ مَا كَانَ قَبْلَهُ ﴾ ''اسلام سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔''(۳)

اسلام سے مرتد ہونے والے کی سزا قتل ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو جلا دیا، وہ اسلام سے مرتد ہو گئے تھے۔ جب یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ (اگر میں ہوتا) تو انہیں آگ کے ذریعے نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب (یعنی آگ) کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو، البتہ میں رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے ان سے قتال ضرور کرتا ﴿ مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهُ فَاقْتُلُوْهُ ﴾ ''جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔''(۴)

ہر مسلمان کی یہی کوشش ہونی چاہیے کہ اسے حالتِ اسلام میں موت آئے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۰۲] ''اور (یاد رکھو!)

---

(۱) [تفسیر احسن البیان (ص : ۱۱۱)]
(۲) [صحیح : صحیح ابوداود ، ابوداود (۳۵۵) کتاب الطهارة : باب فی الرجل یسلم فیؤمر بالغسل]
(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۲۷۷۷)]
(۴) [صحیح : صحیح ابوداود ، ابوداود (۴۳۵۱) کتاب الحدود : باب الحکم فیمن ارتد]

مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔''

نبی کریم ﷺ کی ایک دعا میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ ﴿ اللّٰهُمَّ ... مَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ ﴾ ''اے اللہ! تو ہم میں سے جسے فوت کرے اُسے حالتِ اسلام میں فوت کرنا۔''(۱)

اہل اسلام زمین پر اللہ کے گواہ ہیں

ایک مرتبہ صحابہ کرام کے قریب سے ایک جنازہ گزرا تو انہوں نے اس کی تعریف کی، اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''واجب ہو گئی'' پھر ایک دوسرا جنازہ گزرا تو صحابہ کرام نے اس کی برائی بیان کی، اس پر آپ ﷺ نے پھر فرمایا ''واجب ہو گئی''۔ عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا چیز واجب ہو گئی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا، جس میت کی تم لوگوں نے تعریف بیان کی ہے اس پر جنت واجب ہو گئی اور جس کی تم نے برائی بیان کی ہے اس پر جہنم واجب ہو گئی (کیونکہ) ﴿ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ ﴾ ''تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔''(۲)

حاملینِ اسلام کے لیے خوشخبری ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَ سَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ ﴾ ''اسلام اجنبی شروع ہوا تھا اور عنقریب وہ پھر اسی طرح اجنبی ہو جائے گا جیسے شروع ہوا تھا، پس اجنبیوں (یعنی حاملینِ اسلام) کے لیے خوشخبری ہے۔''(۳)

اسلام کے ارکان پانچ ہیں

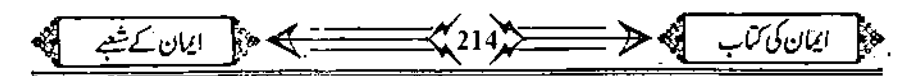
(1) کلمہ شہادتین کہنا (2) نماز قائم کرنا (3) زکوٰۃ ادا کرنا
(4) روزے رکھنا (5) بیت اللہ کا حج کرنا

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود یہ وضاحت فرمائی ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے جبرئیل علیہ السلام نے انسانی صورت میں آکر سوال کیا کہ اسلام کیا ہے؟ تو جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿ الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ وَ تُقِيمَ الصَّلَاةَ وَ تُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَ تَصُومَ رَمَضَانَ وَ تَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ﴾ ''اسلام یہ کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور بلاشبہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر

---

(۱) [صحیح : صحیح ابوداود، ابوداود (۳۲۰۱) کتاب الجنائز، ترمذی (۱۰۲۴) ابن ماجۃ (۱۴۹۸)]
(۲) [بخاری (۱۳۶۷) کتاب الجنائز : باب ثناء الناس علی المیت، ابن ماجہ (۱۴۹۲) ترمذی (۱۰۵۸)]
(۳) [مسلم (۱۴۵) کتاب الایمان : باب بیان أن الاسلام بدأ غریبا و سیعود غریبا، ابن ماجہ (۳۹۸۶)]



استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔" (۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ ﴾ "اسلام کی بنیاد پانچ اشیاء پر رکھی گئی ہے: یہ شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں' نماز قائم کرنا' زکوۃ ادا کرنا' حج کرنا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔" (۲)

◀◀ مذکورہ بالا ارکانِ اسلام کی تفصیل کے لیے اس کتاب کے ساتھ راقم الحروف کی اِن پانچ کتب کا بھی مطالعہ کیجئے: توحید کی کتاب، نماز کی کتاب، زکوۃ کی کتاب، روزوں کی کتاب اور حج وعمرہ کی کتاب۔



(3) محاسنِ اخلاق

راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا اور حیاء کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ الْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَ سَبْعُوْنَ أَوْ بِضْعٌ وَ سِتُّوْنَ شُعْبَةً ، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَ الْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ ﴾ "ایمان کی ستر یا (راوی کو شک ہے) ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں، ان میں سب سے افضل کلمہ (لا الہ الا اللہ) کہنا ہے اور سب سے کم تر راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔" (۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيْمَانِ ﴾ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے پاس سے گزرے، وہ اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا (کہ اتنی حیا بھی اچھی نہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسے چھوڑ دو، بلاشبہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔" (٤)

---

(۱) [مسلم (۸) کتاب الایمان : باب بیان الایمان والاسلام والاحسان ، بخاری (۵۰) ابو داود (٤٦٩٥)]۔

(۲) [بخاری (۸) کتاب الایمان : باب دعائکم ایمانکم ، مسلم (۱٦) ترمذی (۲٦۱۲) ابن خزیمة (۳۰۸)]

(۳) [مسلم (۳۵) کتاب الایمان : باب بیان عدد شعب الایمان وأفضلها وأدناها ، بخاری (۹)]

(٤) [بخاری (۲٤) کتاب الایمان : باب الحیاء من الایمان ، ابو داود (٤۷۹۵) نسائی (۵۰۳۳) ترمذی (۲٦۱۵) الادب المفرد (٦۰۲)]

کھانا کھلانا اور سلام کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ ؟ قَالَ : تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَ تَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَ مَنْ لَمْ تَعْرِفْ ﴾ ''ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کونسا اسلام بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا (یہ کہ) تم (دوسروں کو) کھانا کھلاؤ اور سلام کرو جسے تم جانتے ہو اور جسے نہیں جانتے۔'' (۱)

پڑوسی کو تکلیف نہ دینا، مہمان کا اکرام کرنا اور ہمیشہ خیر کی بات کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ ﴾ ''جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ (ہمیشہ) خیر کی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔'' (۲)

رسول ﷺ سے محبت کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ ﴾ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور بیٹے سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔'' (۳)

مسلمان بھائیوں کے لیے بھی وہی پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ ﴾ ''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔'' (۴)

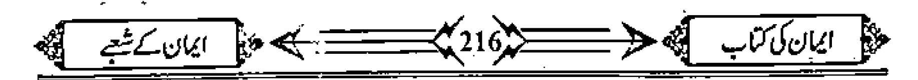
---

(۱) [بخاری (۱۲) کتاب الایمان : باب اطعام الطعام من الإسلام، ابو داود (۵۱۹۴) کتاب الادب : باب فی افشاء السلام، ابن ماجه (۳۲۵۳) کتاب الاطعمة : باب اطعام الطعام، نسائی (۵۰۰۰)]

(۲) [بخاری (۶۰۱۸) کتاب الأدب : باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، ابو داود (۵۱۵۴)]

(۳) [بخاری (۱۴) کتاب الایمان : باب حب الرسول من الایمان]

(۴) [بخاری (۱۳) کتاب الایمان : باب من الایمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه]



مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے سے بچنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَ يَدِهٖ ﴾ ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔'' (۱)

اللہ کے ربّ ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہونا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿ ذَاقَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا ﴾ ''اس شخص نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا۔'' (۲)

دوسروں کے ساتھ ہمیشہ اچھے اخلاق سے پیش آنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَ خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ ﴾ ''ایمان کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل مومن وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہے اور تم میں بہترین وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہیں۔'' (۳)

عہد پورا کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ﴾ [المائدۃ : ۱] ''اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔''

اور صحیح حدیث میں منافق کی ایک علامت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ جب وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ (٤)

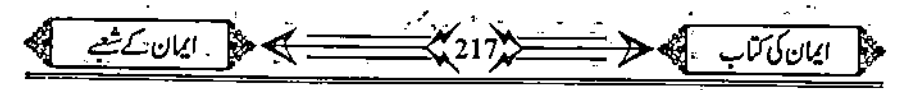
---

(۱) [بخاری (۱۰) کتاب الایمان : باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده]

(۲) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۳٤۲٥) المشکاۃ (۹) ترمذی (۲٦۲۳) کتاب الایمان]

(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۱۲۳۲) ابوداود (٤٦۸۲) کتاب السنة : باب الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانه ، ترمذی (۱۱٦۲) کتاب الرضاع : باب ما جاء فی حق المرأة علی زوجها ، صحیح الترغیب والترهیب (۱۹۲۳)]

(٤) [بخاری (۳۳) کتاب الایمان : باب علامة المنافق]



حرام کاموں پر مشتمل مجالس سے بچنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَجْلِسْ عَلٰى مَائِدَةٍ يُدَارُ عَلَيْهَا بِالْخَمْرِ ﴾ ”جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پیش کی جاتی ہو۔“ (۱)

باہم حسد، بغض اور قطع تعلقی سے بچنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا تَحَاسَدُوْا وَ لَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَ كُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا ﴾ ”ایک دوسرے سے حسد مت کرو، باہمی بغض سے بچو، ایک دوسرے سے قطع تعلقی نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔“ (۲)

بدکاری، چوری اور شراب خوری سے بچنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ ، وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ ﴾ ”زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، چور جب چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔“ (۳)

تکلفاً سادگی اختیار کرنا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيْمَانِ ﴾ ”بلاشبہ تکلف سے رَدّی قسم کی حالت بنائے رکھنا ایمان کا حصہ ہے۔“ (۴)

پاکدامنی اختیار کرنا

حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ اَلْعِفَّةُ مِنَ الْإِيْمَانِ ﴾ ”عفت و پاکدامنی (اختیار کرنا) ایمان کا حصہ ہے۔“ (۵)

---

(۱) [حسن : صحیح ترمذی ، ترمذی (۲۸۰۱) کتاب الادب : باب ما جاء فی دخول الحمام]
(۲) [بخاری (۶۰۶۴) کتاب الأدب : باب ما ینهی عن التحاسد والتدابر ، ابو داود (۴۹۱۰)]
(۳) [مسلم (۵۷) کتاب الایمان : باب بیان نقصان الایمان بالمعاصی ، بخاری (۲۴۷۵)]
(۴) [صحیح : صحیح ابوداود ، ابو داود (۴۱۶۱) کتاب الترجل ، صحیح الجامع الصغیر (۲۸۷۹)]
(۵) [صحیح : صحیح الترغیب والترهیب (۲۶۳۰) کتاب الادب ، السلسلة الصحیحة (۳۳۸۱)]

باب نواقض الایمان ایمان کے نواقض کا بیان

نواقضِ ایمان کا معنی ومفہوم

لفظ نواقض لغوی طور پر ناقض کی جمع ہے اور ناقض اسم فاعل کا صیغہ ہے باب نَقَضَ یَنْقُضُ (بروزن نصر) سے، اس کا معنی ہے "توڑنا"۔(۱)

شرعاً نواقض سے مراد وہ عقائد واعمال ہیں جو ایمان کو فاسد کر دیتے ہیں، انسان کو اسلام سے کفر کی طرف منتقل کر دیتے ہیں اور اس کی جان اور مال دوسرے مسلمانوں کے لیے حلال بنا دیتے ہیں۔ ان نواقض کو کفر اکبر یا دین سے خارج کر دینے والا کفر بھی کہا جاتا ہے۔(۲)

نواقضِ ایمان

آئندہ سطور میں ان عقائد واعمال کا بالاختصار ذکر کیا جا رہا ہے جو دین سے خارج کر دینے والے ہیں۔ یہاں یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ دین وایمان سے خارج کرنے والے اُمور وہی ہیں جن کا ذکر کتاب وسنت میں ہوا ہے، کسی آدمی کے قول ورائے کو اس میں کوئی دخل نہیں۔(۳)

(1) اللہ کی عبادت میں شرک کرنا:

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس دنیا میں شرک ہی سب سے بڑا گناہ ہے اور مشرک اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴾ [النساء: ۱۱٦] "یقیناً اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جسے چاہے معاف فرما دے گا اور جو بھی اللہ کے ساتھ شرک کرے گا یقیناً وہ دور کی گمراہی میں ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ

---

(۱) [لسان العرب (۲٤۲/۷)]

(۲) [نواقض الایمان، از ابو حسام الدین الطرفاوی (ص: ۱)]

(۳) [یاد رہے کہ یہ نواقضِ ایمان شیخ ابو حسام الدین الطرفاوی کی کتاب "نواقض الایمان" سے نقل کیے گئے ہیں اور ان میں تقریباً وہ تمام نواقض بھی شامل ہیں جو امام محمد بن عبد الوہاب نے اپنی کتاب "نواقض الاسلام" میں اور شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن بازؒ نے اپنے ایک مضمون "نواقض الاسلام" میں ذکر کیے ہیں۔]

وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴾ [المائدة : ۷۲] ''بلاشبہ جس نے بھی اللہ کے ساتھ شرک کیا اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

واضح رہے کہ یہاں شرک سے مراد شرکِ اکبر ہے (یعنی غیر اللہ سے مدد مانگنا، غیر اللہ کے لیے قربانی کرنا اور غیر اللہ کے لیے رکوع و سجود کرنا وغیرہ) شرکِ اصغر نہیں (جیسے ریاکاری وغیرہ)۔(۱)

(2) مشرکین کو کافر نہ کہنا یا ان کے کفر میں شک کرنا :

یعنی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کے پیروکار کو کافر خیال نہ کرنا یا اس کے کفر میں شک کرنا یا دیگر مذاہب کو بھی صحیح سمجھنا، انسان کو کافر بنا دیتا ہے اور اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے (کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ نے خود کافر کہا ہے، جو اسے کافر نہیں سمجھتا وہ خود کافر ہو جاتا ہے)۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَ مَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۸۵] ''اور جو بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔''

ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَن يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ﴾ [المائدة : ۱۷] ''یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح بن مریم ہے، آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم اور اس کی والدہ اور روئے زمین کے سب لوگوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟۔''

ایک اور مقام پر فرمایا کہ ﴿ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِؤُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴾ [التوبة : ۳۰] ''یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے۔ اگلے کافروں کی بات کی یہ بھی نقل کرنے لگے، اللہ انہیں غارت کرے وہ کیسے پلٹائے جاتے ہیں۔''

(3) مسلمانوں کے خلاف مشرکین کا تعاون کرنا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ أَن تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴾ [النساء : ۱۴۴] ''اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم

---

(۱) [شرک کی تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''توحید کی کتاب'' ملاحظہ فرمائیے۔]

یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی صاف حجت قائم کر لو۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَائَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الإِيمَانِ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾ [التوبة : ٢٣] ''اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست مت بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں، تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا وہ پورا گناہگار ظالم ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا کہ ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَائَهُمْ أَوْ أَبْنَائَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ...... هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [المجادلة : ٢٢] ''آپ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہیں پائیں گے گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ کے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے (یعنی ایمان راسخ و مضبوط کر دیا ہے) اور جن کی تائید اپنی روح (یعنی نصرتِ خاص) سے فرمائی ہے اور جنہیں اُن جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے راضی ہیں، یہ خدائی لشکر ہیں اور خبردار! یقیناً اللہ کے لشکر والے ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔''

(4) اعتقادی نفاق:

یعنی کفر و شرک چھپانا اور اسلام کا اظہار کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ○ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُم وَمَا يَشْعُرُونَ ﴾ [البقرة : ٨-٩] ''بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو ہی دھوکہ دے رہے ہیں مگر شعور نہیں رکھتے۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَى يُرَاؤُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴾ [النساء : ١٤٢] ''بے شک منافق اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور اللہ انہیں اس دھوکے کا بدلہ دینے والا ہے اور وہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یادِ الٰہی تو صرف برائے نام ہی کرتے ہیں۔''

اور فرمایا کہ ﴿ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴾ [النساء: ١٤٥] ''منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں جائیں گے، ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مددگار پائے۔''

واضح رہے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ اعتقادی اور عملی۔ اعتقادی نفاق کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ عملی نفاق یہ ہے کہ کوئی شخص اسلام تو دل سے قبول کر چکا ہو مگر عملی طور پر اس میں منافقین کی علامات پائی جاتی ہوں۔ جیسے ایک حدیث میں منافق کی یہ علامات ذکر کی گئی ہیں کہ وہ جب بھی بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب بھی وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے، جب بھی اسے امانت دی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے اور جب بھی جھگڑتا ہے تو گالی گلوچ کرتا ہے۔(۱)

(5) اللہ کے دین سے اعراض :

یعنی دین سے اتنی لاپرواہی اور غفلت کہ دین کے وہ مبادیات اور اعتقادی مسائل بھی نہ سیکھے کہ جن کے ذریعے کوئی انسان مسلمان بنتا ہے یا کفریہ عقیدے سے خارج ہوتا ہے۔ نہ تو اللہ کے دین کو سیکھنا اور نہ ہی اللہ کی عبادت کرنا انسان کو کافر بنا دیتا ہے اور ایسی حالت میں انسان شیطان کا عبادت گزار ہوتا ہے کیونکہ جو اللہ کی عبادت نہیں کرتا وہ شیطان کی عبادت کر رہا ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ﴾ [الکهف: ٥٧] ''اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جسے اللہ کی آیات کا وعظ کیا گیا پھر اس نے اعراض کر لیا (یعنی منہ پھیر لیا) اور بھول گیا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴾ [السجدة: ٢٢] ''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جسے اللہ کی آیات کا وعظ سنایا گیا پھر اس نے ان سے منہ پھیر لیا، یقیناً ہم (ان) مجرموں سے انتقام لیں گے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُعْرِضُونَ ﴾ [الاحقاف: ٣] ''اور کافر لوگ جس بات سے ڈرائے جاتے ہیں منہ پھیر لیتے ہیں۔''

(امام ابن قیمؒ) انہوں نے فرمایا ہے کہ کفرِ اعراض یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے قلب و عمل سے اقوالِ رسول سے منہ پھیر لے۔ نہ آپ ﷺ کی تصدیق کرے نہ تکذیب، نہ آپ ﷺ سے دوستی رکھے نہ دشمنی اور جو کچھ آپ ﷺ

---

(۱) [بخاری (٣٤) کتاب الایمان: باب علامة النفاق، مسلم (٥٨) کتاب الایمان: باب بیان خصال المنافق، مسند احمد (٦٧٨٢) ابو داود (٤٦٨٨) ترمذی (٢٦٣٢) نسائی (٥٠٣٥) ابن حبان (٢٥٤)]

لائے ہیں اس کی طرف مائل نہ ہو۔(۱)

(6) **شک:**

یعنی تصدیق وتکذیب کے درمیان تردد۔ بندے کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک شک کا خاتمہ اور کامل تصدیق حاصل نہ ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ﴾ [التوبة : ٤٥] ''یہ (جہاد سے پیچھے رہنے کی) اجازت تو تجھ سے وہی طلب کرتے ہیں جن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شک میں ہی سرگرداں ہیں۔''

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيهِمَا إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ ﴾ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو بندہ بھی ان دونوں (گواہیوں) کے ساتھ اللہ کو ملے گا (اس حال میں کہ) ان میں شک نہ کرتا ہو تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔''(۲)

لہٰذا قرآن کریم کے ایک حرف میں بھی شک کرنے والا دین وایمان سے خارج ہو جائے گا، اسی طرح کسی نبی کی نبوت میں شک کرنے والا اور ارکانِ اسلام وغیرہ میں شک کرنے والا ایمان سے خارج ہو جائے گا۔

(7) **انکار:**

یعنی جانتے بوجھتے انکار۔ یہ دل کی تصدیق کے ساتھ زبان کی تکذیب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو دین کی کسی بات کا علم ہو جائے اور یہ یقین ہو جائے کہ یہ دین کی بات ہے پھر بھی وہ اس کا انکار کر دے تو وہ ایمان سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

﴿ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللّٰهِ يَجْحَدُونَ ﴾ [الانعام : ٣٣] ''ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کی باتیں غمگین کرتی ہیں، پس یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں اہل علم نے نقل فرمایا ہے کہ مشرکین کو آپ ﷺ کی امانت ودیانت اور صداقت کا یقین تھا اور وہ آپ کی نبوت کا بھی علم رکھتے تھے مگر محض ہٹ دھرمی اور بغض وعناد کی وجہ سے انکار کرتے تھے۔ اس کی ایک

---

(۱) [مدارج السالكين (٣٣٧/١)]

(۲) [مسلم (٢٧) كتاب الايمان : باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعا ، مسند احمد (١١٠٨٠) ابن حبان (٦٥٣٠) ابن منده (٣٥) أبو يعلى (١١٩٩)]

دلیل وہ آیت بھی ہے جس میں ہے کہ یہ لوگ آپ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (یعنی انہیں پورا یقین ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں مگر حسد کی وجہ سے اعتراف کی بجائے انکار کرتے ہیں)۔(۱)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ ﴾ [العنکبوت: ۴۷] ''اور صرف کافر ہی ہماری آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کے متعلق فرمایا ﴿ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴾ [فصلت: ۱۵] ''وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔''

فرعون اور اس کی قوم کے متعلق فرمایا ﴿ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴾ [النمل: ۱۴] ''انہوں نے صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے، پس دیکھ لیجئے کہ ان فتنہ پرداز لوگوں کا انجام کیسا ہوا۔''

جہنمیوں کے متعلق فرمایا کہ ﴿ ذَٰلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارُ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءً بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴾ [فصلت: ۲۸] ''اللہ کے دشمنوں کی سزا یہی دوزخ کی آگ ہے جس میں ان کا ہمیشگی کا گھر ہے (یہ) بدلہ ہے ہماری آیتوں سے انکار کرنے کا۔''

معلوم ہوا کہ جانتے بوجھتے دین کی کسی بات کا انکار انسان کو ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔ انکار کی دو قسمیں ہیں۔ انکارِ مطلق، انکارِ معین۔ انکارِ مطلق جیسے اللہ کی نازل کردہ ساری تعلیمات کا ہی انکار کر دینا اور انکارِ معین جیسے فرائضِ اسلام میں سے کسی فرض یا حرام اشیاء میں سے کسی چیز کی حرمت وغیرہ کا انکار کرنا۔ واضح رہے کہ انکار مطلق ہو یا معین ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جو بات ضروری طور پر دین میں ثابت ہو اس کا انکار اسلام سے خارج کر دیتا ہے جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ یا حج وغیرہ کی فرضیت کا انکار۔(۲)

(8) اللہ کا یا اللہ کی آیات کا یا اللہ کے رسول کا مذاق اڑانا:

کتاب وسنت کی نصوص اور مسلمانوں کے اجماع کے ساتھ یہ کفر ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی اسلام کے خلاف کوئی ایسی بات کرے جس سے مقصود لوگوں کو ہنسانا ہو یا اسلام کی تنقیص و توہین مقصود ہو (جیسے داڑھی اور پردے کو مذاق بنانا وغیرہ) یا عملاً کسی ایسے کام کا مظاہرہ کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ

---

(۱) [دیکھئے تفسیر طبری (۷/۱۸۰) احسن البیان (ص: ۳۵۱)]

(۲) [فتاوی اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (۲/۲۳۴)]

تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ﴾ [التوبة : ٦٥-٦٦] ''اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لیے رہ گئے ہیں۔ تم عذر پیش نہ کرو یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد کفر کر چکے ہو۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوْا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴾ [النساء : ١٤٠] ''اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں، (ورنہ) تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔''

(امام ابن حزمؒ) انہوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کا، اللہ کے کسی فرشتے کا، اللہ کے کسی رسول کا، اللہ کی کسی آیت کا یا اللہ کے کسی بھی حکم کا مذاق اڑائے تو وہ کافر و مرتد ہو جاتا ہے اور اس کے لیے مرتد کا حکم ہی ہے۔(۱)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) دین کا مذاق اڑانے سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔(۲)

(9) اللہ کو یا اللہ کے رسول کو یا اللہ کے دین کو گالی دینا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴾ [الاحزاب : ٥٧] ''بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اس نے ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [التوبة : ٦١] ''اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

(شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ) انہوں نے نقل فرمایا ہے کہ امام اسحٰق بن راہویہؒ نے فرمایا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو بھی اللہ اور اس کے رسول کو گالی دے وہ اس عمل کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے خواہ وہ اللہ کی نازل کردہ تمام تعلیمات کا اقرار ہی کرتا ہو۔(۳)

---

(۱) [المحلى (٤١٣/١١)]

(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٢٢٦/٢)]

(۳) [الصارم المسلول (ص : ١٥)]

(خطابیؒ) فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے اتفاق کے ساتھ نبی ﷺ کو گالی دینے والا کافر اور واجب القتل ہے۔(۱)
(امام ابن حزمؒ) فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کو، اللہ کے کسی فرشتے کو، اللہ کے کسی رسول کو، اللہ کی کسی آیت کو یا اللہ کے کسی بھی حکم کو گالی دے تو وہ کافر و مرتد ہے۔(۲)
(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کو گالی دینے والا مرتد، خارج از اسلام اور واجب القتل ہے، جبکہ وہ توبہ نہ کرے (جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے)۔(۳)
ایک دوسرا فتویٰ یوں ہے کہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ ثابتہ کو گالی دینا ایسا کفر ہے جو اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔(٤)

(10) اللہ اور اس کی شریعت کے مقابلے میں تکبر کرنا:

یعنی تکبر کی وجہ سے رسول کی لائی ہوئی تعلیمات کا اعتراف نہ کرنا اور خود کو اللہ کی اطاعت کے لیے نہ جھکانا۔
ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ
﴿ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴾ [البقرة : ٣٤] ''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا، آدم کے لیے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔''
نوح علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی قوم کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا کہ ﴿ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴾ [نوح : ٧] ''میں نے جب کبھی انہیں تیری بخشش کے لیے بلایا انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیا اور اَڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔''
مشرکین کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿ إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴾ [الصافات : ٣٥] ''جب بھی ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں۔''
اور فرمایا کہ ﴿ سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ذَٰلِكَ

(۱) [أيضاً]
(۲) [المحلى (١١/٤١٣)]
(۳) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٢/٢١)]
(٤) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٢/٢٨)]

بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴾ [الاعراف : ١٤٦] ''میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں، جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں اور اگر تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی وہ ان پر ایمان نہ لائیں، اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا طریقہ بنالیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے۔''

(شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ) جو اللہ کی عبادت سے تکبر کرے اور اس کا مطیع وفرمانبردار نہ بنے تو وہ اللہ کی عبادت کو معطل کرنے والا ہے اور فرعون وغیرہ جیسے مشرکین سے بھی بدتر ہے۔(۱)

(امام ابن قیمؒ) کفرِ استکبار ابلیس کے کفر کی طرح ہے، اس نے اللہ کے حکم کا محض انکار ہی نہیں کیا تھا بلکہ تکبر کی وجہ سے انکار کیا تھا۔ اسی طرح اس شخص کا کفر ہے جو پیغمبر کی لائی ہوئی تعلیمات کی صداقت کا یقین رکھنے کے باوجود محض تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کرے۔ پیغمبروں کے اکثر دشمن اسی کفر کے مرتکب ہوا کرتے تھے۔ یہود نے بھی یہی کفر کیا اور ابوطالب کا کفر بھی یہی تھا۔(۲)

(11) تکذیب:

پیغمبروں کو (اللہ کی طرف سے لائے ہوئے احکام میں) جھٹلانا یا اللہ کی شریعت میں سے کسی چیز کو جھٹلانا جیسے قرآن کی کسی آیت کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں وغیرہ وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ﴾ [الاعراف : ٣٧] ''اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَى رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴾ [هود : ١٨] ''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کیے جائیں گے اور سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا، خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا کہ ﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴾ [العنكبوت : ٦٨] ''اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا جب حق اس کے پاس آجائے وہ اسے جھٹلائے، کیا ایسے کافروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہ ہوگا۔''

---

(۱) [العقيدة الصفدية (٢/٣١٤)]

(۲) [ماخوذ از، مدارج السالكين (٣٣٧/١)]

اورفرمایا کہ ﴿ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴾ [الزمر : ٣٢] ''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولے اور سچا دین جب اس کے پاس آئے تو اسے جھوٹا بتائے، کیا ایسے کفار کے لیے جہنم ٹھکانہ نہیں ہے؟''

اورفرمایا﴿ بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللّٰهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ﴾ [الزمر : ٥٩۔٦٠] ''ہاں بے شک تیرے پاس میری آیتیں پہنچ چکی تھیں جنہیں تو نے جھٹلایا اور غرور و تکبر کیا اور تو کافروں میں تھا۔ اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے آپ دیکھیں گے کہ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں؟''

(امام ابن قیمؒ) کفرِ تکذیب یہ ہے کہ پیغمبروں کے جھوٹا ہونے کا اعتقاد رکھا جائے (وغیرہ وغیرہ)۔ کفر کی یہ قسم کفار و مشرکین میں بہت کم تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو ایسے معجزات عطا فرمادیتے تھے جن کے ذریعے انہیں ان کی صداقت کا یقین ہو جاتا تھا (مگر پھر بھی وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہوئے یا حسد کی وجہ سے یا تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کر دیتے تھے)۔(۱)

(12) کہانت اور عرافت:

''کاہن'' وہ ہوتا ہے جو مستقبل میں ہونے والے کاموں، مخفی راز اور علمِ غیب کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کی اکثر باتیں جھوٹی جبکہ کچھ صحیح بھی ہوتی ہیں۔ یہ علم اسے جنات وغیرہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

''عراف'' وہ ہوتا ہے جو گزرے ہوئے کام کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے جیسے چور کون ہے؟ چوری کہاں ہوئی؟ اب وہ چیز کہاں ہے؟ کس کے پاس ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس کے دعووں کے پیچھے بھی جنات کا ہی دخل ہوتا ہے۔(۲)

جو شخص کاہن و عراف بنے یا کاہن و عراف کی تصدیق کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿ مَنْ أَتَى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ ﴾ ''جو شخص کسی عراف یا کاہن کے پاس آیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل کردہ (تمام) تعلیمات کے ساتھ کفر کر دیا۔''(۳)

---

(۱) [مدارج السالکین (۳۳۷/۱)]

(۲) [مزید دیکھئے: فتح الباری (۱۰/ ۲۱٦۔۲۱۷)]

(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (۵۹۳۹) ابوداود (۳۹۰٤) کتاب الطب : باب فی الکاهن، ابن ماجه (٦۳۹) کتاب الطهارة وسننها : باب النهی عن اتیان الحائض، ترمذی (۱۳۵)]

ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿ مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ﴾ ''جو کسی عراف کے پاس آیا اور اس سے کچھ پوچھا تو چالیس روز اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔'' (۱)

(13) جادو کرنا اور کرانا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ [البقرة : ۲ : ۱۰۲]

''سلیمان (علیہ السلام) نے کفر نہیں کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔''

فرمان نبوی ہے کہ ﴿ لَيْسَ مِنَّا ... سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ ﴾ ''وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے جادو کیا یا جس کے لیے جادو کیا گیا۔'' (۲)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے سات ہلاک کر دینے والی اشیاء میں جادو کا ذکر فرمایا ہے۔ (۳)

(ائمہ اربعہ) جادوگر واجب القتل ہے۔ (۴)

(14) اللہ اور رسول یا ان کے کسی حکم سے بغض رکھنا:

اس کے کفر ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴾ [محمد : ۸-۹] ''اور جو لوگ کافر ہوئے ان کے لیے ہلاکت ہو، اللہ ان کے اعمال غارت کر دے۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی نازل کردہ چیز کو ناپسند کیا، پس اللہ نے (بھی) ان کے اعمال برباد کر دیے۔''

(امام رازیؒ) ''اللہ کی نازل کردہ چیز'' یعنی قرآن کریم یا عقیدۂ توحید یا عقیدۂ آخرت کو ناپسند کیا۔ (۵)

(15) اللہ اور رسول کے حلال کردہ کو حرام اور حرام کردہ کو حلال بنا لینا:

یعنی مسلمان اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کسی چیز کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھے جیسے کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ شراب

---

(۱) [مسلم : كتاب السلام : باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان ، صحيح الترغيب (۳۰٤٦) صحيح الجامع الصغير (۵۹٤۰)]

(۲) [صحيح : الصحيحة (۲٦۵۰) صحيح الترغيب (۳۰٤۱) غاية المرام (۲۸۹) رواه البزار بإسناد جيد]

(۳) [بخاری (۲۷٦٦) كتاب الوصايا : باب قول الله تعالى الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما]

(٤) [كما في "كيف تتخلص من السحر" از عبد الله بن محمد بن احمد الطيار]

(۵) [دیکھئے: تفسير مفاتيح الغيب (۱٤/۸۸)]

حلال ہے یا بدکاری حلال ہے وغیرہ وغیرہ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ﴾ [التوبة : ٢٩] ''ان لوگوں سے قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول کے حرام کردہ کاموں کو حرام نہیں سمجھتے۔''

(امام شوکانیؒ) جس نے کسی حرام کام کو حلال سمجھا وہ بالاجماع کافر ہے۔(۱)

(امام ابن حزمؒ) جو شخص اللہ کے کسی حرام کردہ کام کو حلال قرار دے اور اسے یہ علم ہو کہ اللہ نے اسے حرام قرار دیا ہے تو وہ اپنے اس فعل کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔(۲)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) جس چیز کی حرمت اسلام میں ثابت ہو اسے حلال سمجھنے سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔(۳)

کیا ترکِ واجبات سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے؟

(شیخ ابن بازؒ) جب کوئی زکوۃ، روزہ، حج اور باقی اُمورِ واجبہ کے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے تو پھر ان میں تساہل کی وجہ سے وہ کافر نہیں ہوتا بلکہ اس کا ایمان کمزور اور ناقص ہو جاتا ہے۔کیونکہ ایمان میں (حسبِ اعمال) کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔جیسا کہ اہل السنہ والجماعہ کا یہی موقف ہے۔البتہ نماز واحد ایسا واجب ہے جس کا ترک کرنا کفر ہے خواہ انسان اس کے وجوب کا انکار نہ بھی کرتا ہو۔علماء کا صحیح ترین قول یہی ہے۔(٤)

کیا کبیرہ گناہ کا مرتکب ایمان سے خارج ہو جاتا ہے؟

اولاً یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ کبیرہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں۔ایک قسم وہ ہے جو انسان کو دین و ایمان سے خارج کر دینے والی ہے جیسے کفرِ اکبر اور شرکِ اکبر۔اور دوسری قسم وہ ہے جو دین و ایمان سے خارج تو نہیں کرتی مگر فاسق بنا دیتی ہے جیسے زنا، چوری، شراب خوری اور سود خوری وغیرہ۔جب ہم مطلقاً کبیرہ گناہ کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے یہی دوسرے درجے کے گناہ ہی مراد ہوتے ہیں۔(٥)

بہرحال اس سلسلے میں برحق موقف یہ ہے کہ کبیرہ گناہ (یعنی مذکورہ بالا دوسرے درجے کے گناہ) کے

---

(١) [نيل الأوطار (٧٢/٩)]

(٢) [الفصل (١١٤/٣)]

(٣) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (٢٣٤/٢)]

(٤) [فتاوى نور على الدرب (٢٢/١)]

(٥) [رسالة في أسس العقيدة (ص ١٢٦)]

ارتکاب سے انسان کافر نہیں ہوتا البتہ اس کے ایمان میں نقص واقع ہو جاتا ہے، بالفاظ دیگر وہ مومن تو ہے مگر ناقص الایمان ہے۔ دنیا میں اسے مومن ہی سمجھا جائے گا اور آخرت میں اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا، اللہ چاہے تو اسے معاف فرما دے اور چاہے تو سزا دے۔

(عبداللہ بن عبدالحمید الاثری، محمد بن عودہ السعوی) انہوں نے ائمہ سلف اور اہل السنہ والجماعہ کا یہی موقف نقل فرمایا ہے۔(۱)

کبیرہ گناہ کے مرتکب کو دنیا میں مومن ہی سمجھا جائے گا، اس کی دلیل ایک تو یہ آیت قصاص ہے:

﴿ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ ﴾ [البقرة : ۱۷۸]

''جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کوئی چیز معاف کر دی جائے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قاتل اور مقتول کے ولی کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ قاتل اگرچہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے مگر دنیا میں وہ مومن ہی ہے اسی لیے اسے دوسرے مومن کا بھائی کہا گیا ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ شرابی کو حد لگائی گئی تو ایک آدمی نے غصے میں اسے یہ بددعا دی کہ اللہ اسے رسوا کرے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَكُونُوا عَوْنَ الشَّيْطَانِ عَلَى أَخِيكُمْ ﴾ ''تم اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار مت بنو۔''(۲)

یہ حدیث بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب مومن ہی سمجھا جائے گا کیونکہ آپ ﷺ نے شرابی کو دوسرے مومنوں کا بھائی قرار دیا ہے۔ البتہ اس کا ایمان کامل نہیں بلکہ ناقص ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ﴾ ''تم میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔''(۳)

آپ ﷺ کا ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ

﴿ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ ، وَ لَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ ﴾ ''زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا، چور جب چوری کرتا

---

(۱) [الوجيز في عقيدة السلف الصالح (۹٤/۱) رسالة في أسس العقيدة (ص : ۱۲٦)]

(۲) [بخاري (٦۷۸۱) كتاب الحدود : باب ما يكره من لعن شارب الخمر ، مسند احمد (۷٦٤٥)]

(۳) [بخاري (۱۲۱) كتاب العلم : باب الانصات للعلماء ، مسلم (٦٥) كتاب الايمان : باب بيان معنى قول النبي ﷺ لا ترجعوا ...... ، ابوداود (٤٦۸٦) نسائي (٤۱۳٦) ابن ماجه (۳۹٤۳) ابن أبي شيبة (۳۰/۱٥) مسند احمد (٥٥۸۲) ابن منده (٦٥۸)]

ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔" (۱)

ثابت ہوا کہ عہد رسالت میں لوگوں نے زنا، چوری اور شراب خوری جیسے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کیا مگر آپ ﷺ نے نہ تو ان پر مرتد ہونے کا حکم لگایا اور نہ ہی ان سے ترکِ تعلق کا حکم دیا بلکہ صرف ان پر حد جاری فرما دی۔ لہٰذا ایسے لوگ دنیا میں مومن ہی متصور ہوں گے۔ البتہ آخرت میں وہ اللہ کی مشیت کے تحت ہوں گے۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ﴾ [النساء : ٤٨]

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔"

اور اگر کبیرہ گناہوں کے مرتکب لوگ جہنم میں داخل کر دیے گئے تو وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے بلکہ اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

﴿ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰى ذٰلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَإِنْ زَنَا وَإِنْ سَرَقَ ﴾

"جو بندہ بھی کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھے اور پھر اسی (یعنی عقیدہ توحید) پر فوت ہو تو وہ (بالآخر) جنت میں داخل ہو جائے گا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔" (۲)

اس کی ایک دوسری دلیل آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

﴿ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : أَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ ﴾ "جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے اور جہنمی جہنم میں تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے" اُسے بھی (جہنم سے) نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان تھا۔" (۳)

(امام ابوحنیفہؒ) ہم کسی بھی گناہ کی وجہ سے مسلمان کو کافر قرار نہیں دیتے خواہ کوئی کبیرہ گناہ کا ہی ارتکاب کرے،

---

(۱) [مسلم (٥٧) كتاب الايمان : باب بيان نقصان الايمان بالمعاصي ، بخاري (٢٤٧٥) كتاب المظالم : باب النهبي بغير اذن صاحبه ، ابو داود (٤٦٨٩) كتاب السنة : باب الدليل على زيادة الايمان ونقصانه ، ترمذي (٢٦٢٥) كتاب الايمان : باب ما جاء لا يزني الزاني وهو مؤمن ، نسائي (٤٨٨٥) ابن ماجه (٣٩٣٦) دارمي (١٩٩٤) ابن منده (٥١٠) ابن حبان (١٨٦)]

(۲) [بخاري (٥٨٢٧) كتاب اللباس : باب الثياب البيض ، مسلم (٩٤) كتاب الايمان : باب من مات لا يشرك بالله شيئا دخل الجنة ، ترمذي (٢٦٤٤) مسند احمد (٢١٤٨٩) نسائي في عمل اليوم والليلة (١١٢٤) طيالسي (٤٤٤) ابو عوانة (١٨/١) ابن حبان (١٦٩) ابن منده (٨١) شرح السنة (٥١)]

(۳) [بخاري (٢٢) كتاب الايمان : باب تفاضل أهل الايمان في الاعمال ، مسلم (١٨٢) كتاب الايمان : باب معرفة طريق الرؤية ، مسند احمد (٧٧٢١) عبد الرزاق (٢٠٨٥٦) ابن منده (٨٠٢) طيالسي (٢٣٨٣) ابن حبان (٧٤٢٩) شرح السنة (٤٣٤٦)]

جب تک وہ اسے حلال نہ سمجھے۔(۱)

(امام مالکؒ) اگر کوئی شخص اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو تو وہ کبائر کا بھی ارتکاب کرلے بالآخر جنت میں داخل ہو ہی جائے گا۔(۲)

(امام ابوعبید قاسم بن سلامؒ) معاصی اور گناہ نہ تو ایمان کو ختم کرتے ہیں اور نہ ہی کفر کو واجب کرتے ہیں (البتہ ایمان میں نقص پیدا کر دیتے ہیں)۔(۳)

(امام ابوالحسن اشعریؒ) ہم کسی بھی گناہ (جیسے زنا، چوری اور شرب خمر وغیرہ) کے ارتکاب کی وجہ سے کسی اہل قبلہ کو کافر قرار نہیں دیتے۔(۴)

(امام ابوبکر اسماعیلیؒ) کسی موحد آدمی کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا خواہ وہ ایک گناہ کا ارتکاب کرے یا زیادہ کا، صغائر کا ارتکاب کرے یا کبائر کا۔(۵)

(امام بغویؒ) اہل السنہ کا اتفاق ہے کہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کوئی مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا جب تک وہ اس کی اباحت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو۔(۶)

(ابن ابی العز الحنفیؒ) تمام اہل السنہ متفق ہیں کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر نہیں۔(۷)

ارتداد کا مفہوم اور حکم

لغت میں ارتداد کا معنی ہے "کسی چیز کی ذات کو بدل دینا یا اس کی کوئی حالت بدل دینا" وغیرہ۔ اصطلاح شرع میں ارتداد یہ ہے کہ "اسلام لانے کے بعد بخوشی کفر کی طرف لوٹ جانا" ایسا کرنے والا "مرتد" کہلاتا ہے۔ کتاب وسنت کی رو سے مرتد کافر اور واجب القتل ہے اور اگر توبہ کے بغیر مر جائے تو ابدی جہنمی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ﴾ [آل عمران : ۸۶]
"اللہ تعالیٰ اس قوم کو کیسے ہدایت دے جس نے اپنے ایمان کے بعد کفر کر لیا۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ

(۱) [متن الفقه الاكبر، للامام ابی حنيفة]
(۲) [حلية الأولياء لأبی نعيم (۳۲۵/٦)]
(۳) [كتاب الايمان (ص : ٤٠) بتحقيق الالبانی]
(٤) [الابانة عن اصول الديانة : باب فی ابانة قول أهل الحق والسنة]
(٥) [اعتقاد أهل الحديث (ص : ٤٣) بتحقيق الدكتور محمد الخميس]
(٦) [شرح السنة للامام بغوی (۱۰۳/۱)]
(٧) [شرح العقيدة الطحاوية (ص : ٤٤٢) بتحقيق شعيب أرناؤوط]

حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾ [البقرة: ٢١٧]

''اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے مرتد ہو جائیں اور حالت کفر میں ہی مریں، ان کے دنیا و آخرت میں اعمال غارت ہو جائیں گے اور یہ لوگ جہنمی ہیں، ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔''

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ ﴾ ''جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔'' (۱)

کفر کا مفہوم اور اقسام

لغت میں کفر کا معنی ہے ''ڈھانپ لینا، چھپا لینا''۔ رات کا ایک نام کافر بھی ہے کیونکہ وہ ہر چیز کو ڈھانپ لیتی ہے۔ کفر ایمان کی ضد بھی ہے کیونکہ حق کو چھپا لینا ہی کفر ہے۔ کفر کا ایک معنی ناشکری بھی ہے۔ اور کافر وہ ہے جو اللہ کی نعمتوں کا منکر اور ناشکرا ہو۔ اصطلاح میں کفر یہ ہے کہ ''ایسا اعتقاد، قول یا عمل جو ایمان کے منافی ہو''۔ اس کے مختلف درجات و مراتب ہیں اور ان کے حکم بھی مختلف ہیں۔

اہل علم نے کفر کی دو بڑی قسمیں ذکر کی ہیں: (1) کفر اکبر (2) کفر اصغر

کفر اکبر وہ ہے جو انسان کو دین و ایمان سے خارج کر دیتا ہے اور ابدی جہنمی بنا دیتا ہے۔ جیسے پیغمبروں کے جھوٹے ہونے کا عقیدہ رکھنا، کفر و شرک چھپانا اور اسلام و خیر کو ظاہر کرنا، اللہ کی کسی صفت کا انکار کرنا اور دین کی کسی محکم اور ثابت بات کا انکار کر دینا وغیرہ وغیرہ (جیسا کہ ان امور کا ذکر نواقضِ ایمان کے تحت گزر چکا ہے)۔

کفر اصغر وہ ہے جو انسان کو دین و ایمان سے تو خارج نہیں کرتا البتہ فاسق بنا دیتا ہے۔ جیسے:

کسی مسلمان سے لڑنا۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ ﴾ ''مسلمان کو گالی دینا نافرمانی اور اس سے لڑنا کفر ہے۔'' (۲)

خود کو باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنا۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ فَهُوَ كُفْرٌ ﴾ ''جس نے اپنے باپ سے بے رغبتی اختیار کی وہ کفر کا مرتکب ہوا۔'' (۳)

غیر اللہ کی قسم اٹھانا۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ ﴾ ''جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔'' (٤)

---

(۱) [بخاری (۳۰۱۷) کتاب الجهاد والسير : باب لا يعذب بعذاب الله، ابو داود (٤٣٥١) ترمذی (١٤٥٨) نسائی (۷/۱۰٤) ابن ماجة (٢٥٣٥) احمد (٢١٧/١) عبد الرزاق (١٦٨/١٠)]

(۲) [بخاری (٤٨) کتاب الایمان : باب خوف المومن من أن يحبط عمله وهو لا يشعر]

(۳) [بخاری (٦٧٦٨) کتاب الفرائض : باب من ادعى الى غير أبيه]

(٤) [صحيح : ارواء الغليل (٢٥٦١) صحيح الترغيب (٢٩٥٢) ترمذی (١٥٣٥)]

اور عورتوں کا اپنے شوہروں کی ناشکری ونافرمانی کرنا وغیرہ۔ فرمانِ نبوی ہے کہ اکثر عورتیں جہنم میں جائیں گی اور اس کا سبب یہ ہے کہ ﴿ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ ﴾ ''وہ لعن طعن بہت زیادہ کرتی ہیں اور شوہروں کی ناشکری ونافرمانی (بہت) کرتی ہیں۔''(١)

تکفیر معین کا حکم

ائمہ سلف کا عقیدہ یہ ہے کہ کسی معین شخص کو کافر کہنے سے بچنا ہی بہتر ہے۔ کیونکہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَا يَرْمِىْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوْقِ وَ لَا يَرْمِيْهِ بِالْكُفْرِ إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَالِكَ ﴾ ''جو آدمی کسی آدمی پر فسق یا کفر کی تہمت لگاتا ہے وہ اسی پر لوٹ آتی ہے اگر وہ اس طرح نہ ہو۔''(٢) ان کے نزدیک یہ اصولی موقف ہے کہ ((مَنْ ثَبَتَ إِسْلَامُهُ بِيَقِيْنٍ لَمْ يَزُلْ ذَالِكَ عَنْهُ بِشَكٍّ)) ''جس کا اسلام یقینی طور پر ثابت ہو گیا وہ اس سے شک کی بنا پر زائل نہیں ہوگا۔''(٣)

تاہم اگر کسی شخص میں تمام شرعی شروط کے مطابق کفر ثابت ہو جائے اور کچھ بھی شک وتردد باقی نہ رہے تو پھر اسے کافر قرار دیا جا سکتا ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ ''کسی بھی مسلمان کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا حتی کہ اس پر حجت قائم ہو جائے اور شبہ زائل ہو جائے۔''(٤)

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) کسی شخص کو کافر قرار دینے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے جب تک کہ اس کا (پختہ) ثبوت نہ مل جائے۔(٥) ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ اگر کوئی لاعلمی میں اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہہ دے تو اس پر توبہ واستغفار کرنا واجب ہے۔(٦)

تکفیر کے موانع

ائمہ سلف نے تکفیر کے چند موانع ذکر فرمائے ہیں۔(٧) اگر کسی شخص میں ان موانع میں سے کوئی مانع پایا جائے گا تو اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔ آئندہ سطور میں ان کا مختصر بیان پیشِ خدمت ہے:

---

(١) [بخاری (٣٠٤) كتاب الحيض : باب ترك الحائض الصوم ، مسلم (٨٠)]

(٢) [بخاری (٦٠٤٥) كتاب الأدب : باب ما ينهى من السباب واللعن]

(٣) [دیکھئے: مجموع الفتاوى لابن تيمية (٢٩١/٧)]

(٤) [أيضا]

(٥) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٣٥٩/٢)]

(٦) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٣٥٨/٢)]

(٧) [ماخوذ از «الايمان حقيقته ، خوارمه ، نواقضه عند أهل السنة والجماعة (ص : ١٤٥ـ١٥٠)]

(1) **جهالت:** یعنی اگر کوئی شخص لاعلمی میں کسی ایسے کام کا ارتکاب کر بیٹھے جو ایمان سے خارج کرنے والا ہو تو اسے کافر قرار نہیں دیا جائے گا کیونکہ اسے یہ علم ہی نہیں تھا کہ یہ کام اسے کافر بنا دے گا اور یہ ممکن ہے کہ انسان کو بعض عقیدے کے اہم مسائل کا بھی علم نہ ہو جیسا کہ عہد رسالت میں بھی بعض صحابہ کے ساتھ ایسا ہوا تھا لیکن آپ نے انہیں کافر قرار نہیں دیا۔ لہٰذا جب تک ایسے شخص کو علم نہ ہو جائے اور اس پر حجت قائم نہ ہو جائے اسے کافر نہیں کہا جا سکتا۔

(2) **خطاء:** یعنی اگر کسی سے (عمداً نہیں بلکہ) غلطی سے کسی کفریہ کام کا ارتکاب ہو جائے تو وہ کافر قرار نہیں پائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔''(۱) اور فرمانِ نبوی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا و نسیان (سے ہونے والے گناہوں) کو معاف فرما دیا ہے۔''(۲)

(3) **زبردستی:** یعنی اگر کسی سے زبردستی کوئی کفریہ کام کرایا گیا ہو تو بھی اسے کافر نہیں کہا جا سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ایسے شخص کو مستثنیٰ قرار دیا ہے، فرمایا ﴿ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ ﴾ [النحل: ۱۰۶] ''سوائے اس کے جسے مجبور کیا گیا ہو۔'' اور حدیث میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبردستی کرایا ہوا گناہ معاف کر دیا ہے۔(۳)

(4) **تاویل:** یعنی اگر کوئی شخص تاویل کر کے کسی کفریہ بات کو صحیح سمجھ رہا ہو تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس کے عقیدے کے مطابق وہ بات صحیح ہے البتہ اگر وہ یہ جانتے ہوئے کہ اس کی تاویل باطل ہے اس پر قائم رہے یا اس کی تبلیغ کرے تو پھر وہ کافر ہے۔ امام شوکانی نے فرمایا ہے کہ تاویل کرنے والا (کافر و) مرتد نہیں۔(٤)

(5) **عجز:** یعنی اگر کوئی شخص کسی کفریہ کام سے بچنے سے ہی عاجز ہو (جیسے کوئی شخص اسلام لانے کے بعد دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف منتقل ہونے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو) تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اتنا ہی مکلف بنایا ہے جتنی اس میں طاقت ہے۔(٥)

---

(۱) [الاحزاب: ٥]
(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجه، ابن ماجه (۲۰٤۳) کتاب الطلاق: باب طلاق المکره والناسی]
(۳) [صحیح: صحیح ابن ماجه، ابن ماجه (۲۰٤۳) کتاب الطلاق: باب طلاق المکره والناسی]
(٤) [السیل الجرار (٥٨٤/٤-٥٨٥)]
(٥) [البقرة: ۲۸٦]

باب عقیدة الولاء والبراء عقیدہ ولاء وبراء کا بیان

ولاء اور براء کا معنی ومفہوم

لغت میں ولاء لفظِ الْـوَلْـیُ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے "قریب ہونا"۔ اسی سے لفظِ وِلَایَة ہے جو نصرت وحمایت اور دوستی کے معنی میں مستعمل ہے۔(۱) کتاب وسنت میں لفظِ ولاء بنیادی طور پر دو معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے "محبت اور نصرت"۔ اسی لیے اس کی شرعی تعریف یہ کی گئی ہے کہ "اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، دینِ اسلام اور مسلمانوں سے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ، دینِ اسلام اور مسلمانوں کی تائید وحمایت کرنا، ولاء ہے۔"(۲)

لفظِ براء لغت میں بَـرِیَ سے مشتق ہے، جس کا معنی ہے "دور ہونا، بیزار ہونا، نفرت کرنا"۔(۳) اس کا ایک معنی پیدا کرنا بھی ہے، اسی سے اللہ تعالیٰ کا نام "الباری" ہے (یعنی پیدا کرنے والا)۔(٤) کتاب وسنت میں لفظِ براء ولاء کے اُلٹ معنی (یعنی نفرت ودشمنی) میں استعمال ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے اس کی شرعی تعریف یہ کی گئی ہے کہ "اُن تمام طاغوتوں سے نفرت اور بغض رکھنا جنہیں اللہ کے علاوہ پوجا جاتا ہے، اسی طرح کفر اور کافروں سے نفرت اور ان سب سے دشمنی رکھنا، براء ہے۔(۵)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے "ولاء" اسلام اور اہلِ اسلام سے محبت اور ان کی نصرت وحمایت کا نام ہے جبکہ "براء" کفر اور اہلِ کفر سے نفرت اور دشمنی کا نام ہے۔

ولاء (دوستی) کی اہمیت

(1) دوستی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ فرمانِ نبوی کے مطابق انسان اسی شخص کے دین پر ہوتا ہے جس سے دوستی رکھتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿ الـرَّجُـلُ عَـلَـى دِيْـنِ خَلِيْلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَـدُكُـمْ مَنْ يُخَالِلُ ﴾ "آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لیے تم میں سے (ہر) ایک کو یہ دیکھنا

---

(۱) [الصحاح للجوهری (ولی)، (٦/٢٥٢٨) تهذيب اللغة للأزهری (١٥/٢٦٩)]

(۲) [الولاء والبراء بين السماحة والغلو (ص: ٤)]

(۳) [تهذيب اللغة للأزهری (١٥/٢٦٩)]

(٤) [مقاييس اللغة لابن فارس (١/٢٣٦)]

(٥) [الولاء والبراء بين السماحة والغلو (ص: ٤)]

چاہیے کہ وہ کس سے دوستی لگا رہا ہے۔'' (۱)

(2) آپ ﷺ نے صرف نیک اور متقی لوگوں سے ہی دوستی لگانے کا حکم دیا ہے جیسا کہ فرمایا ﴿ لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا وَ لَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ ﴾ ''صرف مومن آدمی کو ہی اپنا دوست بناؤ اور تمہارا کھانا صرف پرہیزگار ہی کھائے۔'' (۲)

(3) کیونکہ انسان کی دوستی (اچھی یا بری) جیسی ہوگی اس کے عقائد واعمال پر اثر انداز ضرور ہوگی، جیسا کہ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَ السَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَ نَافِخِ الْكِيرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَ إِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَ إِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً وَ نَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَ إِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً ﴾ ''نیک اور برے دوست کی مثال ایسی ہے جیسے خوشبو بیچنے والا اور بھٹی میں پھونکنے والا۔ خوشبو بیچنے والا (اگر تمہارا دوست ہوگا تو وہ تمہیں) یا تو خوشبو کا تحفہ دے دے گا یا تم خود اس سے خوشبو خرید لو گے، اگر (بالفرض) تمہیں وہ تحفہ نہ دے اور نہ ہی تم اس سے خوشبو خریدو تب بھی (اس کے پاس بیٹھنے کی وجہ سے کم از کم) تمہیں خوشبو ہی آتی رہے گی۔ (اور اگر تمہارا دوست) بھٹی میں پھونکنے والا (لوہار ہے تو وہ) یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا یا (کم از کم اس کے پاس بیٹھنے سے) تمہیں بھٹی کا دھواں ضرور تنگ کرتا رہے گا۔ (۳)

(4) اور یہ بھی یاد رہے کہ روزِ قیامت بھی صرف نیک لوگوں کی دوستی ہی کام آئے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴾ [الزخرف : ٦٧] ''روزِ قیامت پرہیزگاروں کے علاوہ تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔''

(5) اور انسان کا انجام انہی لوگوں کے ساتھ ہوگا جن کے ساتھ اس نے دنیا میں دوستی لگائی ہوگی۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ ﴾ ''(روزِ قیامت) آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس نے دوستی کی۔'' (٤)

ولاء (دوستی) کا مستحق کون ہے؟

اللہ تعالیٰ، رسول ﷺ اور تمام اہل ایمان ہی دوستی کے مستحق ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّمَا

(۱) [حسن : صحیح الجامع الصغیر (٣٥٤٥) ابوداود (٤٨٣٣) كتاب الأدب : باب من يؤمر أن يجالس ، ترمذی (٢٣٧٨) كتاب الزهد : باب]

(۲) [صحیح : صحیح الترغيب والترهيب (٣٠٣٦) صحیح الجامع الصغير (٧٣٤١) ابوداود (٤٨٣٢) كتاب الأدب : باب من يؤمر أن يجالس ، ترمذی (٢٣٩٥) كتاب الزهد : باب ما جاء في صحبة المؤمن]

(۳) [بخاری (٥٥٣٤) كتاب الذبائح والصيد : باب المسك]

(٤) [بخاری (٦١٦٨) كتاب الأدب : باب علامة حب الله تعالى]

وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ○ وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ﴾ [المائدة : ٥٥-٥٦] ''(مسلمانو!) تمہارا دوست صرف اللہ، اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع (خشوع خضوع) کرنے والے ہیں۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے، اس کے رسول سے اور مسلمانوں سے دوستی کرے، وہ یقین مانے کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔''

براء (دشمنی) کا مستحق کون ہے؟

(1) اللہ کے علاوہ تمام باطل معبود اور تمام اسلام دشمن کافر ومشرک مسلمانوں کی دشمنی کے مستحق ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ ﴾ [الممتحنة : ٤] ''(مسلمانو!) تمہارے لیے ابراہیم (علیہ السلام) میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کے لیے بغض وعداوت ظاہر ہو گئی۔''

(2) ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَن مَّوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴾ [التوبة : ١١٤] ''اور ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے لیے دعائے مغفرت مانگنا وہ صرف اس وعدے کی وجہ سے تھا جو انہوں نے اس سے کر لیا تھا، پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہو گئے، واقعی ابراہیم (علیہ السلام) بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔''

(3) اسی طرح فرمایا کہ ﴿ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾ [الممتحنة : ٩] ''اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی محبت سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائیاں لڑیں اور تمہیں دیس نکالے دیے اور دیس نکالا دینے والوں کی مدد کی جو لوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ (قطعاً) ظالم ہیں۔''

اللہ، رسول ﷺ اور مسلمانوں سے دوستی واجب ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ﴾ [البقرة : ١٦٥] ''اور ایمان والے اللہ

تعالیٰ سے سب سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں۔"

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴾ [التوبة : ٢٤] "آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا۔"

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ : مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ ﴾ "تین چیزیں جس میں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی مٹھاس محسوس کرے گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبت کرے۔ کسی دوسرے آدمی سے صرف اللہ کے لیے محبت کرنے اور جس کفر سے اللہ تعالیٰ نے اسے بچایا ہے اس میں دوبارہ لوٹنا اسے اس قدر ناپسند ہو جیسے آگ میں پھینک دیا جانا ناپسند ہے۔" (۱)

(4) ایک حدیث میں یہ دعا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے ﴿ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي ، وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةَ قَوْمٍ فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُونٍ ، أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِي إِلَى حُبِّكَ ﴾ "کہو! اے اللہ! میں تجھ سے بھلائی کرنے اور برائی سے بچنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کی توفیق کا سوال کرتا ہوں، اور یہ کہ تو مجھے معاف کر دے اور میرے اوپر رحم کر، اور اے اللہ! جب تو کسی قوم کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے فتنہ میں ڈالے بغیر اپنے پاس اٹھا لے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری محبت کا، اُس شخص کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہو اور اس کام سے محبت کا جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔" (۲)

---

(۱) [مسلم (۴۳) كتاب الايمان : باب بيان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الايمان ، بخاری (۲۱) كتاب الايمان : باب من كره أن يعود في الكفر كما يكره أن يلقى في النار من الايمان]

(۲) [صحيح : صحيح ترمذی ، ترمذی (۳۲۳۵) كتاب تفسير القرآن : باب ومن سورة ص ، مسند احمد (۲۴۳/۵)]

(5) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴾ ''کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔''(۱)

(6) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ الْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ ﴾ ''انصار سے صرف مومن ہی محبت کرے گا اور ان سے صرف منافق ہی نفرت رکھے گا۔ پس جس نے ان سے محبت کی اللہ اس سے محبت کرے گا اور جس نے ان سے نفرت کی اللہ اس سے نفرت کرے گا۔''(۲)

(7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ ﴾ ''میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ تم میں کوئی ایک اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مد اور نصف مد کے برابر نہیں ہوسکتا۔''(۳)

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ ﴾ ''تم جنت میں داخل نہیں ہوسکتے حتی کہ تم ایمان والے بن جاؤ اور تم ایمان والے نہیں بن سکتے حتی کہ تم آپس میں محبت کرنے لگو، کیا میں تمہیں اپنا کام نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو گے، ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔''(٤)

(9) اللہ تعالیٰ بھی اہل ایمان سے دوستی رکھتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّأَحْسَنُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴾ [المائدة : ۹۳] ''ایسے لوگوں پر جو ایمان رکھتے ہوں اور

---

(۱) [بخاری (۱۵) کتاب الایمان : باب حب الرسول من الایمان ، مسلم (٤٤) کتاب الایمان : باب وجوب محبة رسول الله أكثر من الأهل والولد والوالد]

(۲) [بخاری (۳۷۸۳) کتاب المناقب : باب حب الانصار]

(۳) [بخاری (۳٦۷۳) کتاب المناقب : باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا ، ابو داود (٤٦۵۸) کتاب السنة : باب في النهي عن سب أصحاب رسول الله ﷺ]

(٤) [مسلم (۵٤) کتاب الایمان : باب بیان أنه لایدخل الجنة الا المومنون ، مسند احمد (۹۰۹۰) الأدب المفرد للبخاری (۲٦۰) ابن أبی شیبة (٦۲٤/۸) ابو عوانة (۳۰/۱) ابوداود (۵۱۹۳) ترمذی (۲٦۸۸) ابن ماجه (٦۸) ابن منده (۳۲۸) ابن حبان (۲۳٦)]

نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جبکہ وہ لوگ تقویٰ رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں پھر پرہیزگاری کرتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیزگاری کرتے ہوں اور خوب نیک کام کرتے ہوں، اللہ ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتا ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴾ [الصف : ٤] "بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو اس کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح صف باندھ کر لڑتے ہیں۔"

(10) انبیاء کرام بھی اہل ایمان سے دوستی رکھتے تھے۔ نوح علیہ السلام اہل ایمان کے لیے ان الفاظ میں دعائے مغفرت فرمایا کرتے تھے ﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ﴾ [نوح : ٢٨] "اے میرے رب! مجھے، میرے والدین اور ہر اس شخص کو جو مومن کی حیثیت سے میرے گھر میں داخل ہو، سب مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرمادے۔"

ابراہیم علیہ السلام اہل ایمان کے لیے یوں دعا فرمایا کرتے تھے ﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴾ [ابراهيم : ٤١] "اے ہمارے رب! مجھے، میرے والدین اور سب مومنوں کو اس روز معاف فرمانا جس روز حساب لیا جائے گا۔"

سلیمان علیہ السلام نے نیک لوگوں سے محبت کا اظہار یوں فرمایا کہ ﴿ رَبِّ ... أَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ ﴾ [النمل : ١٩] "اے میرے رب! مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرمالے۔"

یوسف علیہ السلام نے نیک بندوں سے محبت کا اظہار یوں فرمایا کہ ﴿ رَبِّ ... تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ ﴾ [یوسف : ١٠١] "اے میرے رب! مجھے اسلام کی حالت میں فوت فرما اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرمادے۔"

نبی کریم ﷺ اہل ایمان سے محبت کا اظہار یوں فرماتے کہ رو رو کر ان کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔(١)

کفر اور اہل کفر سے دوستی حرام ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَأَخْرَجُوْكُم مِّن

(١) [مسلم (٢٠٢) كتاب الايمان : باب دعاء النبي لأمته وبكائه شفقة عليهم ، ابن حبان (٧٢٣٤) ابن منده (٩٢٤) بغوى في شرح السنة (٤٣٣٧) بيهقى في الاسماء والصفات (٣٤١/٢)]

دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾ [الممتحنة : ۹] ''اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی محبت سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائیاں لڑیں اور تمہیں دیس نکالے دیئے اور دیس نکالا دینے والوں کی مدد کی جو لوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ (قطعاً) ظالم ہیں۔''

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴾ [المائدة : ۵۱] ''اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں، تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہِ راست نہیں دکھاتا۔''

(3) ایک اور جگہ فرمایا کہ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾ [المائدة : ۵۷] ''مسلمانو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنائے ہوئے ہیں خواہ وہ ان میں سے ہوں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے یا کفار ہوں، اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔''

(4) سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے کہ ﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴾ [آل عمران : ۲۸] ''مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں مگر یہ کہ ان کے کسی شر سے بچاؤ مقصود ہو، اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ جانا ہے۔''

(5) سورۂ نساء میں ارشاد ہے کہ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ أَن تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴾ [النساء : ۱۴۴] ''اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی صاف حجت قائم کرلو۔''

(6) سورۂ توبہ میں فرمایا کہ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾ [التوبة : ۲۳] ''اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست مت بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں، تم میں سے جو بھی ان سے

محبت رکھے گا وہ پورا گناہگار ظالم ہے۔"

(7) سورۂ ممتحنہ میں فرمایا کہ ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴾ [الممتحنة : ۱] "اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، تم تو دوستی سے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اُس حق کے ساتھ کفر کرتے ہیں جو تمہارے پاس آ چکا ہے، پیغمبر کو اور خود تمہیں بھی محض اس وجہ سے جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کے لیے اور میری رضامندی کی طلب میں نکلتے ہو (تو ان سے دوستیاں نہ کرو)، تم ان کے پاس محبت کا پیغام خفیہ طور پر بھیجتے ہو اور مجھے خوب معلوم ہے جو تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا، تم میں سے جو بھی ایسا کرے گا وہ یقیناً راہِ راست سے بھٹک جائے گا۔"

(8) ایک دوسری آیت میں ہے کہ ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ﴾ [الممتحنة : ۱۳] "اے مسلمانو! تم اس قوم سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے جو آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں جیسے کہ (مردہ) اہل قبور سے کافر ناامید ہیں۔"

(9) ایک اور مقام پر فرمایا کہ ﴿ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللّٰهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ﴾ [هود : ۱۱۳] "دیکھو ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکنا ورنہ تمہیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا اور تمہارا کوئی مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا اور نہ تم مدد دیے جاؤ گے۔"

(10) ایک اور جگہ پر فرمایا کہ ﴿ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ والنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴾ [المائدة : ۸۱] "اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اور نبی پر اور جو نازل کیا گیا اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔"

اللہ، رسول ﷺ اور مسلمانوں سے دوستی کی چند علامات

(1) دین بچانے کے لیے کفار کے علاقے چھوڑ دینا اور مسلمانوں کے علاقوں کی طرف ہجرت کر جانا (اہل علم کا کہنا ہے کہ کفار کے علاقوں میں صرف اسی صورت میں رہا جا سکتا ہے کہ وہاں سے ہجرت ممکن نہ ہو یا پھر کوئی دینی مصلحت پیش نظر ہو جیسے اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت وغیرہ)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ ... عَفُوًّا غَفُورًا ﴾ [النساء : ۹۷-۹۹] "جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں

جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں، تم کس حال میں تھے؟ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنی جگہ کمزور اور مغلوب تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے؟ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ پہنچنے کی بری جگہ ہے۔ مگر جو مرد، عورتیں اور بچے بے بس ہیں جنہیں نہ تو کسی چارۂ کار کی طاقت اور نہ کسی راستے کا علم ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر کرے، اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور معاف فرمانے والا ہے۔"

(2) مسلمان دینی و دنیاوی اعتبار سے مال، جان اور زبان جس چیز کے بھی محتاج ہوں ان کی اعانت کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ﴾ [التوبة : ٧١] "مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ ﴾ [التوبة : ٧٢] "اگر وہ (مسلمان) دین کے معاملے میں تم سے مدد طلب کریں تو تم پر (ان کی) مدد کرنا لازم ہے۔"

ایک فرمانِ نبوی یوں ہے کہ ﴿ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ﴾ "ایمان والے ایک دوسرے کے لیے عمارت کی طرح ہیں جس کے بعض حصے دوسرے حصوں کو مضبوط بناتے ہیں، پھر آپ ﷺ نے اپنے (دونوں ہاتھوں کی) انگلیاں مضبوطی سے ایک دوسرے میں پیوست کر لیں۔" (١)

(3) مسلمانوں کے غم کو اپنا غم اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی تصور کرنا۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَ تَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَ الْحُمّٰى ﴾ "آپ دیکھیں گے کہ اہل ایمان آپس میں رحم دلی، محبت اور شفقت میں ایک جسم کی طرح ہیں کہ جب جسم کے ایک حصے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم وہ تکلیف محسوس کرتا ہے، بیداری ہو تو بیداری اور بخار ہو تو بخار۔" (٢)

(4) مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا، ان کے لیے خیر چاہنا اور انہیں کسی قسم کا دھوکہ نہ دینا۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ ﴾ "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔" (٣)

ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿ لَا تَحَاسَدُوْا وَ لَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا

---

(١) [بخاري (٢٤٤٦) كتاب المظالم والغصب : باب نصر المظلوم]

(٢) [بخاري (٦٠١١) كتاب الأدب : باب رحمة الناس والبهائم]

(٣) [بخاري (١٣) كتاب الايمان : باب من الايمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه ، مسلم (٤٥) كتاب الايمان : باب الدليل على أن من خصال الايمان ...... ، ترمذى (٢٥١٥) نسائى (٥٠٣١) ابن ماجه (٦٦) دارمى (٢٧٤٠) ابو عوانة (٣٣/١)]

يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَ كُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَ لَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ ... بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ ﴾ ''ایک دوسرے سے حسد مت رکھو، بیع نجش نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے، اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، (ہر) مسلمان (دوسرے) مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا، اسے رسوا نہیں کرتا، اسے حقیر نہیں جانتا اور آدمی کے لیے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔'' (۱)

آپ ﷺ کا ایک فرمان یوں ہے کہ ﴿ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا، وَ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا ﴾ ''جس نے ہمارے خلاف اسلحہ اٹھایا وہ ہم (یعنی اہل ایمان) میں سے نہیں اور جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' (۲)

(5) مسلمانوں کی عزت اور احترام کرنا اور ان کے عیوب ونقائص تلاش کرنے سے بچنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ٥ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴾ [الحجرات: ۱۱-۱۲] ''اے ایمان والو! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں، ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں، اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ہی کسی کو برے لقب دو، ایمان کے بعد فسق برا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں۔ اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اس سے گھن آئے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔''

---

(۱) [مسلم: کتاب البر والصلة: باب تحریم ظلم المسلم وخذله واحتقاره، ابوداود (۴۸۹۳) کتاب الأدب: باب المؤاخاة، ترمذی (۱۹۲۷)]

(۲) [مسلم (۱۰۱) کتاب الایمان: باب قول النبی ﷺ من غشنا فلیس منا، مسند احمد (۸۳۶۷) ابن ماجه (۲۵۷۵) تحفة الاشراف (۱۲۶۹۲)]

(6) آسانی اور مشکل ہر طرح کے حالات میں مسلمانوں کا ساتھ دینا، کیونکہ یہ تو منافقین کی خصلت ہے کہ وہ آسانی میں مسلمانوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور مشکل میں انہیں چھوڑ جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِن كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ وَإِن كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [النساء: ١٤١] ''یہ (یعنی منافق) لوگ تمہارے انجام کار کا انتظار کرتے رہتے ہیں، پھر اگر تمہیں اللہ فتح دے تو یہ کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھی نہیں اور اگر کافروں کو تھوڑا سا غلبہ مل جائے تو (ان سے) کہتے ہیں کہ ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے اور کیا ہم نے تمہیں مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچایا نہ تھا؟۔''

(7) مسلمانوں سے میل جول رکھنا اور ان کی زیارت کرتے رہنا۔ فرمانِ نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ﴾ ''میری خاطر ایک دوسرے سے میل جول رکھنے والوں کے لیے میری محبت واجب ہو جاتی ہے۔'' (١)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک آدمی کسی گاؤں میں اپنے کسی دینی بھائی سے ملاقات کے لیے جا رہا تھا کہ اس کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے ملاقات کا سبب دریافت کیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں صرف اللہ کی خاطر اس سے ملنے جا رہا ہوں تو فرشتے نے اسے بتایا کہ ﴿فَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ﴾ ''میں اللہ کا فرشتہ ہوں جسے تیری طرف یہ بتانے کے لیے بھیجا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جیسے تو اپنے دینی بھائی سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہے۔'' (٢)

(8) مسلمانوں کے حقوق کا خیال رکھنا، جیسے کسی کے سودے پر سودا نہ کرنا، کسی کے پیغامِ نکاح پر پیغامِ نکاح نہ بھیجنا وغیرہ۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿وَلَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ﴾ ''کوئی آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ ہی اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر اپنا پیغامِ نکاح بھیجے۔'' (٣)

(9) کمزور مسلمانوں کے ساتھ شفقت اور نرمی سے پیش آنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ [الكهف: ٢٨] ''اور اپنے آپ کو انہیں (فقراء و مساکین صحابہ) کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو

---

(١) [صحيح: صحيح الجامع الصغير (٤٣٣١) المشكاة (٥٠١١) صحيح الترغيب (٢٥٨١)]

(٢) [مسلم: كتاب البر والصلة والآداب: باب في فضل الحب في الله، صحيح الترغيب (٢٥٧٧)]

(٣) [بخارى (٢١٤٠) كتاب البيوع: باب لا يبيع على بيع اخيه، ابوداود (٢٠٨١) كتاب النكاح: باب في كراهية أن يخطب الرجل على خطبة أخيه، ابن ماجه (٢١٧٢) نسائى (٣٢٣٩) ترمذى (١١٣٤)]

صبح وشام پکارتے ہیں اور اسی کی رضامندی چاہتے ہیں، خبردار! تیری نگاہیں ان سے ہٹنے نہ پائیں کہ دنیاوی زندگی کے ٹھاٹھ کے ارادے میں لگ جائے۔"

ایک فرمانِ نبوی یوں ہے کہ ﴿ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا ﴾ "جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا ادب نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔" (۱)

ایک دوسرا فرمان یوں ہے کہ ﴿ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ ﴾ "تمہارے کمزور افراد کی وجہ سے ہی تمہاری مدد کی جاتی ہیں اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے۔" (۲)

(10) مسلمانوں کے لیے دعا واستغفار کرتے رہنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ ﴾ [محمد : ۱۹] "اپنے اور دوسرے مومن مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگا کر۔" اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یہ دعا نقل فرمائی ہے کہ ﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ ﴾ [الحشر : ۱۰] "اے ہمارے پروردگار! ہمیں معاف فرما اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے سبقت لے جا چکے ہیں۔"

کفر اور اہل کفر سے دوستی کی چند علامات

(1) بود و باش، رہن سہن، اٹھنے بیٹھنے، بولنے چالنے اور چلنے پھرنے وغیرہ میں کفار کی مشابہت اختیار کرنا، کیونکہ ان کی مشابہت اختیار کرنا ہی ان سے محبت کی دلیل ہے۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ﴾ "جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔" (۳) اس فرمانِ نبوی کے مطابق کفار کے خصوصی طور طریقوں، رسوم ورواج اور عادات وعبادات میں ان کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔

(2) کفار کے علاقوں میں ہی مقیم رہنا اور اپنا دین بچانے کے لیے بلادِ اسلامیہ کی طرف منتقل نہ ہونا۔ جیسا کہ اس کی دلیل سابقہ عنوان کے تحت ذکر کی جا چکی ہے۔

(3) کفار کے علاقوں کی طرف سفر کرنا۔ اہل علم نے کفار کے علاقوں کی طرف سفر کرنا حرام قرار دیا ہے، ہاں اگر کوئی ضرورت ہو جیسے علاج، تجارت اور تعلیم وغیرہ جس کا حصول ان کے علاقوں کی طرف سفر کیے بغیر ممکن نہ ہو تو بقدرِ ضرورت وہاں رہنا جائز ہے اور جب ضرورت پوری ہو جائے تو پھر بلادِ اسلامیہ کی طرف لوٹ جانا واجب ہے۔ اس سفر کے جواز کے لیے اہل علم نے یہ بھی شرط لگائی ہے کہ انسان ان علاقوں میں دین کی پابندی

---

(۱) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٥٤٤٥) ابو داود (٤٩٤٣) کتاب الأدب : باب فی الرحمة]
(۲) [بخاری (٢٨٩٦) کتاب الجهاد والسیر : باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب]
(۳) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٢٨٣١) ابو داود (٤٠٣١) کتاب اللباس : باب فی لبس الشهرة]

کرے، اسلام کو مضبوطی سے اپنے اوپر نافذ رکھے، گناہ کے مقامات سے بچے اور دشمنوں کی تمام چالوں اور دسیسہ کاریوں سے بھی محفوظ رہے۔ علاوہ ازیں اہل علم نے بلادِ کفار کی طرف دعوتِ اسلام کی نشر واشاعت کے لیے بھی سفر کو جائز قرار دیا ہے۔

(4) مسلمانوں کے خلاف کفار کا تعاون اور ان کا دفاع کرنا۔ یہ عمل انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔

(5) کفار سے مدد طلب کرنا، انہیں اپنا راز دار بنانا اور انہیں ایسے مناصب پر فائز کرنا جن کی بدولت وہ کبھی بھی مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتے ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ۝ هَاأَنتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِن تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴾ [آل عمران: ۱۱۸۔ ۱۲۰] ’’اے ایمان والو! تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے علاوہ اور کسی کو نہ بناؤ۔ (تم تو) نہیں دیکھتے دوسرے لوگ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، وہ تو چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو، ان کی عداوت تو خود ان کی زبان سے بھی ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ بہت زیادہ ہے، ہم نے تمہارے لیے آیتیں بیان کر دیں۔ اگر عقل مند ہو (تو غور کرو) ہاں تم تو انہیں چاہتے ہو جبکہ وہ تم سے محبت نہیں رکھتے، تم پوری کتاب کو مانتے ہو (وہ نہیں مانتے پھر محبت کیسی؟) وہ تمہارے سامنے تو اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں لیکن تنہائی میں غصے کے مارے انگلیاں چباتے ہیں، کہہ دو کہ اپنے غصے میں ہی مر جاؤ، اللہ تعالیٰ دلوں کے راز کو بخوبی جانتا ہے۔ تمہیں اگر بھلائی ملے تو یہ ناخوش ہوتے ہیں اور اگر برائی پہنچے تو خوش ہوتے ہیں، تم اگر صبر کرو اور پرہیز گاری کرو تو ان کا مکر تمہیں کچھ نقصان نہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے۔‘‘

(6) ہر جگہ ان کی تاریخ کو استعمال کرنا بالخصوص تاریخ میلادی (یعنی عیسوی تاریخ) جسے انہوں نے اپنے رسوم ورواج اور میلوں ٹھیلوں کے مطابق وضع کیا ہے۔ ان کی تاریخ کو استعمال کرنا دراصل ان کے شعار وعید کے احیاء میں ان کی مشارکت کرنا ہے۔ اسی سے بچنے کے لیے تو عہدِ عمر رضی اللہ عنہ میں ہجری تاریخ کا اجراء کیا گیا تھا (جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس کام اور دیگر کفار کے تمام خاص کاموں میں ان کی مخالفت کرنا واجب ہے)۔

(7) کفار کے تہواروں میں کسی طرح سے بھی شرکت کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ الَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ﴾ [الفرقان : ۷۲] یعنی رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو جھوٹ (بعض مفسرین کے بقول کفار کے تہواروں) میں شرکت نہیں کرتے۔"

(8) کفار کے غالب تہذیب و تمدن اور ترقی یافتہ ممالک کی طرف دیکھتے ہوئے ان کی مدح و ستائش بیان کرنا اور ان کے باطل عقائد اور فاسد دین سے صرف نظر کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ [طه : ۱۳۱] "اور اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑانا جو ہم نے ان (کفار) میں سے مختلف لوگوں کو آرائش دنیا کی دے رکھی ہیں تاکہ انہیں اس میں آزمائیں، تیرے رب کا دیا ہوا ہی (بہت) بہتر اور بہت باقی رہنے والا ہے۔"

(9) کفار کے ناموں پر اپنے نام رکھنا۔ یعنی اپنے آباؤ اجداد میں معروف اسلامی نام چھوڑ کر کفار و مشرکین کے ناموں پر اپنے بچوں اور بچیوں کے نام رکھنا اور یہ نہ دیکھنا کہ اللہ اور اس کے رسول کو کیسے نام پسند ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ﴿ خَيْرُ الْاَسْمَاءِ عَبْدُ اللّٰهِ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ﴾ "بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔"(۱) یقیناً یہ کفار سے محبت کی واضح نشانی ہے۔

(10) کفار کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴾ [التوبة : ۱۱۳] "پیغمبر اور دوسرے مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں، اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔"

کفار اور مسلمانوں کی باہمی دوستی ممکن نہیں

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴾ [الكافرون : ۱ - ٦] "آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! نہ میں عبادت کرتا ہوں اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں عبادت کروں گا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔"

---

(۱) [صحيح : السلسلة الصحيحة (۱۰٤۰)]

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَلَن تَرْضَى عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ﴾ [البقرة : ١٢٠] ''یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں۔''

(3) ایک اور ارشاد یوں ہے کہ ﴿ وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ وَمَا أَنتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ﴾ [البقرة : ١٤٥] ''اور آپ اگر چہ اہل کتاب کو تمام دلیلیں دے دیں لیکن وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ آپ ان کے قبلے کو ماننے والے ہیں اور نہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلے کو ماننے والے ہیں اور اگر آپ باوجود اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا پھر بھی ان کی خواہشوں کے پیچھے لگ جائیں تو بالیقین آپ بھی ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔''

اللہ، رسول ﷺ اور مسلمانوں سے دوستی کا انعام

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ [یونس:٦٢] ''خبردار! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غم کھائیں گے۔''

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿ مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَ أَبْغَضَ لِلَّهِ وَ أَعْطَى لِلَّهِ وَ مَنَعَ لِلَّهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ ﴾ ''جس نے اللہ (کی رضا) کے لیے محبت کی، اللہ کے لیے نفرت کی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے روک لیا، یقیناً اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔'' (١)

(3) محض رضائے الٰہی کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں کو روزِ قیامت ایسا مقام عطا کیا جائے گا کہ انبیاء اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔ (٢)

(4) ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم (روزِ قیامت) اسی کے ساتھ ہو گے جس کے ساتھ تم نے محبت کی۔'' حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد ہمیں جتنی خوشی اس بات سے ہوئی اتنی خوشی کسی بات سے نہیں ہوئی۔ (٣)

---

(١) [صحیح : صحیح الجامع الصغیر (٥٩٦٥) ابو داود (٤٦٨١)]

(٢) [صحیح : صحیح ابو داود ، ابو داود (٣٥٢٧) کتاب الاجارة : باب فی الرھن ، صحیح الترغیب (٣٠٢٣)]

(٣) [بخاری (٦١٦٧) کتاب الأدب : باب ما جاء فی قول الرجل ویلك ، ترمذی (٢٣٨٥)]

(5) فرمانِ نبوی ہے کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ﴿ أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي، ؟ الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي ﴾ "میری بزرگی کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنا سایہ عطا کروں گا جبکہ آج میرے سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں۔" (۱)

کفار سے دوستی کا انجام

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ○ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ﴾ [النساء: ۱۳۸-۱۳۹] "منافقین کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو جو اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی لگاتے ہیں، کیا یہ منافق ان کے پاس عزت کے متلاشی ہیں؟ حالانکہ عزت تو ساری اللہ کے لیے ہے۔"

(2) ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ﴾ [المائدة: ۸۰] "ان میں سے بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں، جو کچھ انہوں نے اپنے لیے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔"

(3) ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴾ [آل عمران: ۲۸] "مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں مگر یہ کہ ان کے کسی شر سے بچاؤ مقصود ہو، اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ جانا ہے۔"

(4) سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے کہ ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ﴾ [آل عمران: ۱۰۰] "اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کی کسی جماعت کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد مرتد کافر بنا دیں گے۔"

(5) سورۂ مجادلہ میں ارشاد ہے کہ ﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ○ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [المجادلة: ۱۴-۱۵] "کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اس قوم سے

(۱) [مسلم: كتاب البر والصلة والآداب: باب في فضل الحب في الله ؛ صحيح الترغيب والترهيب (۳۰۱۱)]

دوستی کی جن پر اللہ غضبناک ہو چکا ہے، نہ یہ (منافق) تمہارے ہی ہیں نہ ان کے ہیں، باوجود علم کے پھر بھی جھوٹ پر قسمیں کھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے، یقیناً یہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت ہی برا کر رہے ہیں۔"

عقیدۂ ولاء و براء ایمان کی بنیاد ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ۝ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴾ [المائدۃ: ۸۰۔۸۱] "ان میں سے بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں، جو کچھ انہوں نے اپنے لیے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اور نبی پر اور جو نازل کیا گیا اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔"

(شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ) مذکورہ بالا آیت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ ایمان کفار سے دوستی لگانے کی نفی و مخالفت کرتا ہے اور ایک دل میں ایمان اور کفار کی دوستی جمع نہیں ہو سکتی۔ نیز جس نے کفار سے دوستی لگائی وہ اُس طرح ایمان نہیں لایا جس طرح اس پر اللہ، نبی اور آپ ﷺ پر نازل کردہ تعلیمات کے حوالے سے ایمان لانا واجب تھا۔ (۱)

(محمد بن سعید قحطانی) عقیدہ ولاء و براء کلمہ لا الہ الا اللہ کے لوازم میں سے ہے (یعنی جو بھی یہ کلمہ پڑھتا ہے وہ لازماً عقیدہ ولاء و براء کا حامل بھی ہے، وہ اس طرح کہ کلمہ پڑھنے والے کے لیئے یہ چیز لازم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے ماننے والوں سے محبت رکھے اور اللہ کے علاوہ تمام معبودانِ باطلہ اور ان کے متبعین سے دشمنی رکھے اور یہی عقیدہ ولاء و براء ہے)۔ (۲)

(حاتم بن عارف بن ناصر الشریف) عقیدہ ولاء و براء کے بغیر ایمان باقی نہیں رہتا۔ بالفاظِ دیگر عقیدہ ولاء و براء کا خاتمہ ایمان کا خاتمہ ہے۔ (۳)



---

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ (۸۳/۲)]

(۲) [الولاء والبراء (ص: ۱۹)]

(۳) [الولاء والبراء بین الغلو والجفاء فی ضوء الکتاب والسنۃ (ص: ۱۲)]

باب الکفر بالطاغوت طاغوت کے ساتھ کفر کا بیان

طاغوت کا معنی ومفہوم

طاغوت کے معنی ومفہوم کے حوالے سے اہل علم نے جتنی بھی تعریفات ذکر فرمائی ہیں (جن کا بیان آئندہ سطور میں پیش کیا جائے گا) ان کا خلاصہ یہ ہے کہ طاغوت لغوی طور پر لفظِ طغیان سے مشتق ہے اور طغیان حد سے تجاوز کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ﴾ [الحاقة : ١١] یعنی جب پانی اپنی عام معمول کی حد سے تجاوز کر گیا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کرلیا۔ اور اردو میں بھی یہ محاورہ استعمال کیا جاتا ہے کہ "پانی میں طغیانی آگئی" یعنی پانی عام حد سے بڑھ گیا۔

اصطلاحاً طاغوت سے مراد "ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کی جائے، اتباع کی جائے اور اطاعت کی جائے خواہ وہ شیطان ہو، بت ہو، حکمران ہو، امام ہو یا انسان کا اپنا نفس ہی ہو۔" (١)

(ابن عباس رضی اللہ عنہ) طاغوت سے مراد شیطان یا بت ہیں۔ (٢)

(امام ابن قیمؒ) طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی وجہ سے بندہ اپنی حد (شرعی) سے تجاوز کر جائے خواہ وہ معبود (جس کی عبادت کی جائے) ہو، متبوع (جس کی اتباع کی جائے) ہو یا مطاع (جس کی اطاعت کی جائے) ہو۔ پس وہ تمام لوگ طاغوت ہیں جن سے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ کر فیصلے کروائے جاتے ہیں یا جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے یا جن کی (اس بات سے لاعلمی پر کہ آیا یہ اللہ کا حکم ہے یا نہیں) اللہ کے علاوہ

---

(١) [اس تعریف کی مزید وضاحت یہ ہے کہ وہ تمام بت طاغوت ہیں جن کی اللہ کے علاوہ پوجا کی جاتی ہے اور وہ علمائے سوء طاغوت ہیں جو لوگوں کو گمراہی اور بدعات وخرافات کی طرف بلاتے ہیں، اللہ کے حرام کردہ کاموں کو حلال اور اللہ کے حلال کردہ کاموں کو حرام قرار دیتے ہیں اور حکمرانوں کے سامنے شریعتِ اسلامیہ کے خلاف قوانین کے نفاذ کو مزین کر کے پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسے لوگ اپنی مقررہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں اور ایک عالم کی حد تو یہ ہے کہ وہ خود کو نبوی تعلیمات کے تابع رکھے کیونکہ علماء ہی انبیاء کے حقیقی وارث ہیں، وہ ان کی امتوں میں علم، عمل، اخلاق، دعوت اور تعلیم کے وارث ہیں۔ اور جب وہی حکام کے سامنے خلافِ شرع کاموں کو مزین کریں گے تو وہ اُس حد کو تجاوز کر جائیں گے جو شریعت کی اتباع کے حوالے سے ان پر واجب کی گئی تھی اور تب وہ طاغوت بن جائیں گے۔ اسی طرح اللہ کے علاوہ جن حکمرانوں کی اطاعت کی جاتی ہے وہ بھی طاغوت ہیں جبکہ وہ رعایا کو خلافِ شرع کاموں کا حکم دیں اور اگر وہ شریعتِ اسلامیہ کے مطابق فیصلے کریں اور لوگوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق حکم دیں تو اس صورت میں وہ طاغوت نہیں ہوں گے، بلکہ ان کی اطاعت فرض اور واجب ہوگی جیسا کہ اللہ کا حکم ہے کہ "اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور امراء وحکام کی اطاعت کرو۔" [النساء : ٥٩]

(٢) [تفسیر تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس (١/٤٥)]

اطاعت کی جاتی ہے۔(۱)

(امام جوہریؒ) طاغوت سے مراد کاہن، شیطان اور ہر گمراہی کی بنیاد ہے۔ یہ لفظ واحد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے ﴿ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ﴾ [النساء: ٦٠] ”وہ چاہتے ہیں کہ طاغوت کے پاس فیصلہ لے جائیں حالانکہ انہیں اس کا انکار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔“ اور یہ لفظ جمع کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے ﴿ أَوْلِيَاءُ هُمُ الطَّاغُوتُ ﴾ [البقرة: ٢٥٧] ”ان (کافروں) کے اولیاء طاغوت ہیں۔“ البتہ لفظ طاغوت کی جمع طواغیت ہے۔(۲)

(امام بغویؒ) طاغوت سے مراد شیطان ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر وہ چیز طاغوت ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے اور ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ چیز طاغوت ہے جو انسان کو سرکش بنا دے۔(۳)

(امام رازیؒ) طاغوت کے متعلق مفسرین کے پانچ اقوال ہیں:

1- عمر رضی اللہ عنہ، قتادہؒ اور مجاہدؒ نے کہا ہے کہ طاغوت سے مراد ”شیطان“ ہے۔

2- سعید بن جبیرؒ نے کہا ہے کہ طاغوت سے مراد ”کاہن“ ہے۔

3- ابوالعالیہؒ نے کہا ہے کہ طاغوت سے مراد ”جادوگر“ ہے۔

4- کچھ اہل علم نے کہا ہے کہ طاغوت سے مراد ”بت“ ہیں۔

5- اور کچھ کا کہنا ہے کہ طاغوت سے مراد ”سرکش جن وانس اور ہر حد سے تجاوز کر جانے والی چیز“ ہے۔

اور فی الواقع ایسا ہے کہ یہ تمام ہی سرکشی اور حد سے تجاوز کا سبب ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ ﴾ [ابراهيم: ٣٦] ”اے پروردگار! انہوں نے بہت زیادہ لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔“(٤)

(امام بیضاویؒ) طاغوت سے مراد شیطان ہے، یا بت ہیں، یا ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے یا ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت سے روکتی ہے۔(٥)

(امام نسفیؒ) طاغوت سے مراد شیطان یا بت ہیں۔(٦)

---

(۱) [اعلام الموقعين (۵۰/۱)]

(۲) [كما في تفسير فتح القدير للشوكاني (۳۷۲/۱)]

(۳) [تفسير معالم التنزيل (۳۱٤/۱)]

(٤) [تفسير مفاتيح الغيب للرازي (٤٥٥/۳)]

(٥) [تفسير انوار التنزيل وأسرار التاويل للبيضاوي (۲۸۷/۱)]

(٦) [تفسير مدارك التنزيل وحقائق التاويل للنسفي (۱۳۰/۱)]

(امام زمخشریؒ) انہوں نے بھی طاغوت کی یہی وضاحت فرمائی ہے۔(۱)

(امام جلال الدین سیوطیؒ، امام جلال الدین محلیؒ) انہوں نے بھی یہی بات ذکر فرمائی ہے۔(۲)

(امام خازنؒ) طاغوت سے مراد شیطان ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ طاغوت سے مراد کاہن اور جادوگر ہے۔ایک قول یہ ہے کہ طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے اور ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ چیز طاغوت ہے جو انسان کو سرکش بنا دے۔(۳)

(سید طنطاویؒ) طاغوت ہر اس چیز کا نام ہے جو انسان کو سرکشی اور حد سے تجاوز پر آمادہ کر دے جیسے بت، شیطان، ہر گمراہی کی بنیاد اور ہر وہ چیز جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے۔لفظ طاغوت باب طَغَا يَطْغَى طَغْيًا وَطُغْيَانًا سے ماخوذ ہے (جیسے سَعَى يَسْعَى سَعْيًا ہے)۔یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی حد سے تجاوز کر جائے، کفر میں بہت بڑھ جائے اور فسق و فجور کے کاموں میں حد سے آگے نکل جائے۔(۴)

(امام محمد بن عبدالوہابؒ) طاغوت تو بہت زیادہ ہیں البتہ ان کے سردار پانچ ہیں:

1- ((إِبْلِيس لَعَنَهُ اللّٰهُ)) ''ابلیس (اللہ اس پر لعنت کرے)۔''

2- ((مَنْ عُبِدَ وَهُوَ رَاضٍ)) ''جس کی (اللہ کے علاوہ) عبادت کی جائے اور وہ اس پر خوش ہو۔''

3- ((مَنْ دَعَا النَّاسَ إِلَى عِبَادَةِ نَفْسِهِ)) ''جو لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلائے۔''

4- ((مَنْ ادَّعَى شَيْئًا مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ)) ''جو علم غیب میں سے کسی چیز کا دعویٰ کرے۔''

5- ((مَنْ حَكَمَ بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ)) ''جو اللہ کی نازل کردہ تعلیمات کے خلاف فیصلے کرے۔''(۵)

(ابوبکر الجزائریؒ) طاغوت کی تعریف یہ ہے ((كُلُّ مَا صَرَفَ عَنْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالَى مِنْ إِنْسَانٍ أَوْ شَيْطَانٍ أَوْ غَيْرِهِمَا)) ''ہر وہ چیز جو اللہ کی عبادت سے پھیر دے خواہ وہ انسان ہو یا شیطان ہو یا ان دونوں کے علاوہ کوئی اور چیز ہو۔''(۶)

(اسعد حومدؒ) طاغوت سے مراد اہل جاہلیت کا ہر کام ہے جیسے بتوں کی پوجا، غیر اللہ سے فیصلے کروانا اور ان سے

---

(۱) [تفسير الكشاف للزمخشري (۲۲۷/۱)]

(۲) [تفسير جلالين (ص: ۲٦٤)]

(۳) [تفسير لباب التاويل في معاني التنزيل للخازن (۲۸۱/۱)]

(٤) [التفسير الوسيط للطنطاوي (٤٧٣/۱)]

(٥) [حاشية الاصول الثلاثة (١٤٨/١)]

(٦) [أيسر التفاسير (١٣٠/١)]

مدد طلب کرنا وغیرہ اور ایک قول یہ ہے کہ طاغوت سے مراد شیطان ہے۔(۱)

(شیخ شنقیطیؒ) کچھ علما کا کہنا ہے کہ طاغوت سے مراد شیطان ہے جیسا کہ ایک آیت میں ہے کہ ﴿ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ﴾ [النساء: ٧٦] ''اور کافر طاغوت کی راہ میں لڑائی کرتے ہیں، پس تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑائی کرو۔''

تاہم حقیقت یہ ہے کہ طاغوت ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے اور اس میں سب سے بڑا حصہ شیطان کا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت لوگوں سے پوچھیں گے کہ ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ﴾ [یس: ٦٠] ''اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہیں کرو گے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴾ [النساء: ١١٧] ''یہ تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف عورتوں کو پکارتے ہیں اور دراصل یہ صرف سرکش شیطان کو پوجتے ہیں۔'' اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے کہا ﴿ يَآ اَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ﴾ [مریم: ٤٤] ''اے میرے والد! شیطان کی پوجا مت کرو۔'' اس مفہوم کی دیگر بہت سی آیات اس موقف پر شاہد ہیں۔(۲)

(شیخ ابن بازؒ) طاغوت ہر اس چیز کا نام ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے۔ لہٰذا بت، درخت، پتھر اور ستارے جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے سب طاغوت ہیں۔ اسی طرح جن کی پوجا کی جائے اور وہ اس پر خوش ہوں جیسے فرعون اور نمرود وغیرہ، ان سب کو بھی طاغوت کہا جائے گا۔ تمام شیاطین بھی طاغوت ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو شرک کی طرف بلاتے ہیں۔

البتہ جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے اور وہ اس پر راضی نہ ہوں جیسے انبیاء وصالحین وغیرہ تو وہ طاغوت نہیں کہلائیں گے بلکہ اس صورت میں اصل طاغوت تو وہ شیطان ہے جس نے لوگوں کو ان کی عبادت کی طرف بلایا اور لوگوں نے اس کی بات مان کر ان کی عبادت شروع کر دی۔ جبکہ انبیاء وصالحین تو اس سے بری ہیں کیونکہ انہوں نے لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف نہیں بلایا بلکہ وہ تو انہیں اس کام سے روکتے ہی رہے اور روزِ قیامت بھی ان کے اس عمل سے اظہارِ براءت ہی کریں گے، اس لیے وہ طاغوت نہیں۔(۳)

(شیخ ابن عثیمینؒ) طاغوت کی سب سے عمدہ تعریف وہ ہے جو امام ابن قیمؒ نے بیان فرمائی ہے۔(٤)

---

(۱) [أيسر التفاسير (٢٦٣/١)]

(۲) [تفسير أضواء البيان (١٨٦/١)]

(۳) [مجموع فتاوى ومقالات ابن باز (٥٦/٤)]

(٤) [مجموع فتاوى ورسائل ابن عثيمين (١٥٧/٢)]

(سعودی مستقل فتویٰ کمیٹی) طاغوت کا معنی عام ہے کہ ہر وہ چیز جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے وہ طاغوت ہے۔(۱)

طاغوت کے ساتھ کفر کا حکم دیا گیا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴾ [النساء: ٦٠] ”کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ پر اور جو کچھ آپ سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ان کا ایمان ہے، لیکن وہ اپنے فیصلے طاغوت (یعنی غیر اللہ) کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا انکار کریں، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور گمراہی میں ڈال دے۔“

(ابن کثیرؒ) اس آیت میں اللہ کی طرف سے اس شخص کے ایمان کا انکار ہے جو اللہ، اس کے رسول اور سابقہ انبیاء پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے اور ساتھ ہی وہ اپنے فیصلے کتاب وسنت کے خلاف بھی کروانا چاہتا ہے۔(۲)

(ابوبکر الجزائریؒ) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ طاغوت کی ہر قسم کا انکار واجب ہے اور اسی طرح کتاب وسنت کے مطابق فیصلہ کرانے کی دعوت دینا اور اسے قبول کرنا بھی واجب ہے۔(۳)

(شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدیؒ) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ وہ مومن ہے اور وہ اللہ کے فیصلے پر طاغوت کے فیصلے کو ترجیح دیتا ہے تو وہ اپنے اس گمان میں جھوٹا ہے۔(٤)

(شیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ) اس آیت میں طاغوت کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس فیصلے کا انکار کیا جائے جو الٰہی قوانین کے خلاف کیا گیا ہو۔(۵)

(شیخ صالح بن فوزان) طاغوت کا انکار توحید کا رکن ہے اور اس رکن کے بغیر کوئی بھی موحد نہیں بن سکتا اور توحید ہی ایمان کی اساس ہے کہ جس کی وجہ سے تمام اعمال درست قرار پاتے ہیں اور اس کے معدوم ہونے سے تمام اعمال فاسد ہو جاتے ہیں۔(٦)

---

(١) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء (٢٠٥/٢)]

(٢) [تفسير ابن كثير (٣٤٦/٢)]

(٣) [أيسر التفاسير (٢٧٦/١)]

(٤) [تفسير السعدي (١٨٤/١)]

(٥) [التمهيد لشرح كتاب التوحيد (١٠٤/٢)]

(٦) [كتاب التوحيد (ص: ٦٣)]

طاغوت کے ساتھ کفر کا کیا مطلب ہے؟

(امام محمد بن عبدالوہابؒ) طاغوت کے ساتھ کفر یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کے بطلان کا عقیدہ رکھا جائے، اسے ترک کیا جائے، اس سے نفرت کی جائے اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو کافر سمجھا جائے اور ان سے دشمنی رکھی جائے۔(۱)

(عبدالرحمٰن بن ناصر السعدیؒ) طاغوت کے ساتھ کفر یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت اور شیطان کی اطاعت چھوڑ دی جائے۔(۲)

(شیخ ابن بازؒ) طاغوت کے ساتھ کفر یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کا انکار کیا جائے، اس سے براءت کا اظہار کیا جائے اور یہ اعلان کیا جائے کہ یہ عمل باطل و مردود ہے۔(۳)

طاغوت کے ساتھ کفر پہلے ہے اور اللہ پر ایمان بعد میں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ﴾ [البقرة : ٢٥٧] ”جو شخص طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔“

(امام ابن کثیرؒ) اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ((مَنْ خَلَعَ الْأَنْدَادَ وَ الْأَوْثَانَ وَ مَا يَدْعُوْ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ مِنْ عِبَادَةِ كُلِّ مَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَوَحَّدَ اللّٰهَ فَعَبَدَهُ وَحْدَهُ وَ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ)) ”جس نے (پہلے اللہ کے) شریکوں، بتوں اور اللہ کے علاوہ ہر اس چیز کی عبادت کو چھوڑ دیا جس کی طرف شیطان دعوت دیتا ہے اور (پھر اس کے بعد) اللہ کو یکتا تسلیم کیا، اکیلے اسی کی عبادت کی اور یہ گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں۔“ تو ایسا شخص صراطِ مستقیم پر قائم ہو گیا۔(٤)

(امام شوکانیؒ) اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس نے (پہلے) شیطان کا، یا بتوں کا، یا کاہنوں اور گمراہی کی بنیاد ہر چیز کا یا ان سب اشیاء کا انکار کیا (اور پھر اللہ پر ایمان لے آیا وہ کامیاب ہو گیا)۔(٥)

---

(١) [الواجبات المتحتمات (٨/١)]

(٢) [تفسير السعدى (١١٠/١)]

(٣) [مجموع فتاوى و مقالات ابن باز (٥٦/٤)]

(٤) [تفسير ابن كثير (٦٨٣/١)]

(٥) [تفسير فتح القدير (٣٧٢/١)]

(امام رازیؒ) آیت کے ان الفاظ ﴿ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ ﴾ میں یہ اشارہ ہے کہ کافر کے لیے ضروری ہے کہ پہلے کفر سے توبہ کرے پھر اس کے بعد ایمان لائے۔(۱)

(امام محمد بن عبدالوہابؒ) ایک بہت بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ کی عبادت صرف طاغوت کے انکار کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔(۲)

(شیخ ابن بازؒ) کسی بندے کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک وہ غیر اللہ کی عبادت (یعنی طاغوت) سے اظہار براءت اور اس کا انکار نہ کر دے۔(۳)

(شیخ ابن عثیمینؒ) طاغوت کا انکار کیے بغیر ایمان کی تکمیل ممکن نہیں۔(٤)

(شیخ صالح بن فوزان) اس (یعنی مذکورہ بالا) آیت میں کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" کا معنی ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی لَا اِلٰهَ کا معنی ہے اَلْكُفْرُ بِالطَّاغُوْتِ (غیر اللہ کی عبادت و اطاعت اور حاکمیت کا انکار) اور اِلَّا اللّٰهُ کا معنی ہے اَلْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ (اس بات کا اقرار کہ عبادت و اطاعت اور حاکمیت کا مستحق صرف اللہ ہی ہے)۔(۵)

(ڈاکٹر عبداللہ عزام) اس بات میں کوئی شک نہیں کہ طاغوت پر ایمان اللہ کے ساتھ کفر ہے بعینہٖ جیسے طاغوت کے ساتھ کفر اللہ پر ایمان ہے۔(٦)

تمام انبیاء طاغوت کے ساتھ کفر کی دعوت لے کر مبعوث ہوئے

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ [النحل : ٣٦] "اور یقیناً ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (تا کہ وہ انہیں یہ دعوت دے) کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو"۔

(امام رازیؒ) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ بندوں میں اس کی یہ سنت ہمیشہ سے جاری ہے کہ اس نے ان کی طرف پیغمبر بھیجے، انہیں اپنی عبادت کا حکم دیا اور طاغوت کی عبادت سے روکا۔(۷)

(امام زمخشریؒ) اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجا جو انہیں خیر و بھلائی کا حکم دیتا تھا جو کہ اللہ کی

(۱) [تفسیر مفاتیح الغیب للرازی (٤٥٥/٣)]
(۲) [موسوعة توحید رب العبید : كتاب التوحید للامام محمد بن عبد الوهاب (٤/١)]
(۳) [مجموع فتاوی ومقالات ابن باز (٥٦/٤)]
(٤) [مجموع فتاوی ورسائل ابن عثیمین (١٣٨/٢)]
(٥) [اعانة المستفید بشرح كتاب التوحید (٣٩/١)]
(٦) [العقیدة وأثرها فی بناء الجیل (ص : ٧٣)]
(٧) [تفسیر مفاتیح الغیب (٣٨٤/٩)]

عبادت اور اس پر ایمان ہے اور شر و برائی سے روکتا تھا جو کہ طاغوت کی اطاعت ہے۔(۱)

(شیخ ابن عثیمینؒ) نوح علیہ السلام سے محمد ﷺ تک ہر پیغمبر نے اپنی امت کو اکیلے اللہ کی عبادت کا حکم دیا اور طاغوت کی عبادت سے روکا... اور اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں پر طاغوت کا انکار فرض قرار دیا ہے۔(۲)

کافروں کے دوست طاغوت ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾ [البقرة: ۲۵۷] ''ایمان والوں کا دوست خود اللہ تعالیٰ ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے اور کافروں کے دوست طاغوت ہیں، وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے۔''

کافر طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ﴾ [النساء: ۷۶]

''جو لوگ ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں (یعنی محض رضائے الٰہی کے لیے) جہاد کرتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ طاغوت کی راہ میں (یعنی اوروں کو خوش کرنے اور محض دنیاوی اغراض و مقاصد کے لیے) لڑتے ہیں۔ پس تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو! یقین مانو کہ شیطانی حیلہ سخت کمزور ہے۔''

(امام ابن کثیرؒ) اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والے اللہ کی اطاعت اور اس کی رضامندی کے لیے جہاد کرتے ہیں جبکہ کافر لوگ شیطان (طاغوت اکبر) کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے لڑائی کرتے ہیں۔(۳)

(امام ابن جوزیؒ) اس آیت میں طاغوت سے مراد شیطان ہے۔(٤)

سابقہ اقوام کی ہلاکت کا سبب بھی طاغوت کی عبادت تھا

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللَّهِ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ

---

(۱) [تفسیر الکشاف (۳۵۲/۳)]

(۲) [مجموع فتاوی ورسائل ابن عثیمین (۱۲٤/٦)]

(۳) [تفسیر ابن کثیر (۳۵۸/۲)]

(٤) [تفسیر زاد المسیر (٦٥/۲)]

عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ أُولَـٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴾ [المائدة : ٦٠]

''کہہ دیجئے کہ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اس سے بھی زیادہ برا بدلہ پانے والا اللہ کے نزدیک کون ہے؟ وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور اس پر وہ ناراض ہوا اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دیا اور جنہوں نے طاغوت (یعنی غیر اللہ) کی عبادت کی، یہی لوگ بدتر درجے والے ہیں اور یہی راہِ راست سے بہت زیادہ بھٹکنے والے ہیں۔''

(سید طنطاویؒ) ''جنہوں نے طاغوت کی پوجا کی'' یعنی اللہ کے علاوہ ہر اس باطل معبود (جیسے بت اور مورتیاں وغیرہ) کی پوجا کی جسے انہوں نے اپنی سرکشی اور اپنے نفوس کی خرابی کی وجہ سے گھڑ لیا تھا۔(۱)

(شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدیؒ) اس آیت میں طاغوت سے مراد شیطان ہے اور ہر وہ چیز جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے، طاغوت ہے۔(۲)

(علی بن احمد الواحدی) ''انہوں نے طاغوت کی عبادت کی'' یعنی شیطان نے جو بھی ان کے لیے گھڑا انہوں نے اسی کی اطاعت کی۔(۳)

طاغوت سے بچنے والوں کے لیے خوشخبری ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فَبَشِّرْ عِبَادِ ٥ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَـٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴾ [الزمر : ١٧] ''اور جو لوگ طاغوت کی عبادت سے بچے اور (ہمہ تن) اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے وہ خوش خبری کے مستحق ہیں، میرے بندوں کو خوش خبری سنا دیجئے۔ جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں، پھر جو بہترین بات ہو اس کی اتباع کرتے ہیں، یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور یہی عقلمند ہیں۔''

(شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدیؒ) ''ان کے لیے خوشخبری ہے'' جس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں اللہ نے اس سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس میں دنیا کے اندر وہ بشارت بھی شامل ہے جو بندۂ مومن کو ثنائے حسن، سچے خوابوں اور عنایت ربانی کی صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ انہیں اس بشارت میں صاف دکھائی دیتا ہے کہ اللہ دنیا و آخرت میں اپنے بندوں کا اکرام چاہتا ہے۔ ان کے لیے موت کے وقت، قبر میں اور روزِ قیامت بھی خوشخبری ہے۔(٤)

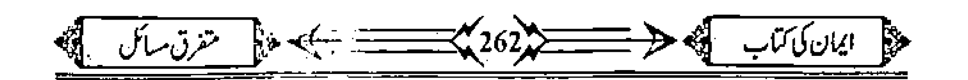
---

(١) [التفسير الوسيط (١٣٠٨/١)]

(٢) [تفسير السعدى (٢٣٧/١)]

(٣) [الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز (١٦٢/١)]

(٤) [تفسير السعدى (٧٢١/١)]



باب المسائل المتفرقة عن الایمان والعقائد

ایمان وعقائد سے متعلقہ متفرق مسائل کا بیان

صحابہ کرام کے حقوق کا بیان

صحابی کون ہے؟:

صحابی کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ((الصَّحَابِيُّ هُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ مُسْلِمًا وَ مَاتَ عَلَى ذَالِكَ)) ''صحابی وہ شخص ہے جو اسلام کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے ملا اور پھر اسی حالت میں فوت ہوا۔'' (۱)

صحابہ سے محبت واجب اور ایمان کا جز ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ﴾ [التوبة : ۷۱] ''مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔'' اور یقیناً مومنوں میں سے افضل ترین مومن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ﴿ آيَةُ الْإِيْمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ وَ آيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ ﴾ ''ایمان کی علامت انصار سے محبت ہے اور نفاق کی علامت انصار سے نفرت ہے۔'' (۲)

شرح عقیدہ طحاویہ میں ہے کہ ''صحابہ سے محبت دین' ایمان اور احسان ہے اور صحابہ سے نفرت کفر' نفاق اور سرکشی ہے۔'' (۳)

صحابہ سے محبت کامیابی کا ذریعہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ﴾ [المائدة : ٥٦] ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے، اس کے رسول سے اور مسلمانوں سے دوستی کرے، وہ یقین مانے کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔''

بلاشبہ مسلمانوں سے دوستی میں صحابہ سے دوستی بھی شامل ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''جو بھی اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مسلمانوں سے دوستی پر راضی ہو گیا وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گیا اور

---

(۱) [دیکھئے: الاصابة (۷/۱) أثر علل الحديث في اختلاف الفقهاء (٤٣/٤) شرح التبصرة (٢٠٥/١)]

(۲) [بخاری (۱۷) کتاب الایمان : باب علامة الایمان حب الانصار]

(۳) [شرح عقيدة طحاويه (۲/ ۲۹۹) بتحقيق احمد شاكر]

دنیاو آخرت میں اس کی مدد کی جائے گی۔''(۱)

❁ تمام صحابہ کی فضیلت وعدالت کا اعتقاد رکھنا واجب ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [التوبة : ۱۰۰] ''اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴾ [الفتح : ۱۸] ''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جب کہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں میں جو تھا اسے اس نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔''

ایک حدیث میں ہے کہ ''ان میں سے کسی کو بھی جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی جنہوں نے درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت (یعنی بیعت رضوان) کی۔''(۲) یہ اور اس طرح کی متعدد احادیث میں انفرادی و اجتماعی طور پر صحابہ کی تعریف کی گئی ہے (جنہیں تفصیلاً ذکر کرنے کا یہ مقام نہیں)۔ ان دلائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے اہل اسلام پر واجب ہے کہ وہ تمام صحابہ کے فضل وشرف کا اعتقاد رکھیں، سب صحابہ کو دیانتدار اور مخلص سمجھیں، ان کے آپس کے اختلافات اور جھگڑوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ہمیشہ اچھے لفظوں میں ان کا ذکر کریں اور ان کے منہج اور اسوۂ حیات کو اپنانے کی کوشش کریں۔

(امام ابن کثیرؒ) اہل السنہ والجماعہ کا موقف یہ ہے کہ تمام صحابہ ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی ان کے اقوال و افعال کی تعریف موجود ہے۔ اور وہ ایسی ہستیاں تھیں کہ انہوں نے صرف اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب پانے کے لیے اپنی جان، مال (سب) رسول اللہ ﷺ پر قربان کر دیے۔(۳)

---

(۱) [تفسیر ابن کثیر (۱۳۹/۳)]

(۲) [مسلم (۲۴۹۶) کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل أصحاب الشجرة أهل بيعة الرضوان]

(۳) [اختصار علوم الحديث (صفحة : ۱۷۶-۱۷۷)]

(نوویؒ) قابل اعتماد اہل علم کے اجماع کے ساتھ تمام صحابہ عادل ہیں خواہ وہ فتنوں کا شکار ہوئے یا نہ۔(۱)

(قرطبیؒ) تمام صحابہ عادل، اللہ کے ولی، اس کے منتخب کردہ بندے اور انبیاء و رسل کے بعد ساری مخلوق میں سے بہترین لوگ ہیں۔(۲)

(شیخ عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر) تمام صحابہ عادل ہیں کیونکہ اس کی گواہی خود اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دی ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے۔(۳)

(شیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ) صحابہ کرام کی شان میں وارد ہونے والی آیات و احادیث اس بات کی متقاضی ہیں کہ (1) جو صحابی بھی حالتِ ایمان میں فوت ہوا وہ مغفرت و رضوان کا مستحق ہے۔(2) تمام صحابہ عادل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود انہیں عادل قرار دیا ہے اور ان کی تعریف فرمائی ہے۔(3) صحابہ کو گالی دینا اور انہیں برا بھلا کہنا حرام ہے۔(4) اور صحابہ درجات میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔(٤)

(عماد السید محمد اسماعیل الشربینی) نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان "خبردار! تم میں جو حاضر ہے وہ غائب تک یہ پیغام پہنچا دے" اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں، ان میں کوئی ایک بھی مجروح یا ضعیف نہیں کیونکہ اگر کوئی ایک بھی غیر عادل ہوتا تو آپ ﷺ اسے اپنے مذکورہ فرمان میں مستثنیٰ قرار دے دیتے اور جب آپ ﷺ نے ان سب کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ بعد والوں تک یہ پیغام پہنچا دیں تو معلوم ہوا کہ وہ سب ہی عادل ہیں اور جسے رسول اللہ ﷺ خود عادل قرار دے دیں اس کے شرف کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے۔(٥)

(شیخ علی بن نایف الشحود) اہل السنہ کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عادل (یعنی ثقہ و دیانتدار) تھے۔(٦)

❁ کسی بھی صحابی کو برا بھلا کہنا حرام ہے:

فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِيْ ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ ﴾ "میرے صحابہ کو گالی مت دو۔ تم میں سے کوئی ایک اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مد اور نصف مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔"(۷)

---

(۱) [التقریب والتیسیر لمعرفة سنن البشیر النذیر للنووی مع شرحه تدریب الراوی (۲/۱۹۰)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۱۶/۲۹۹)]

(۳) [تذکرة المؤتسی شرح عقیدة الحافظ عبد الغنی المقدسی (۱/۲۸۲)]

(٤) [شرح العقیدة الطحاویة (ص: ٦٢٤)]

(٥) [عدالة الصحابة (ص: ٢٣)]

(٦) [شبهات الرافضة حول الصحابة وردها (۱/۳)]

(۷) [بخاری (۳٦۷۳) كتاب المناقب : باب قول النبی لو كنت متخذا خليلا ، ابو داود (٤٦٥٨) كتاب السنة : باب فی النهی عن سب أصحاب رسول الله ﷺ]

❁ نبی کریم ﷺ کے اہل بیت سے عقیدت رکھنا واجب ہے:

نبی کریم ﷺ کے اہل بیت سے مراد آپ ﷺ کی وہ آل ہے جس پر آپ ﷺ نے صدقہ حرام قرار دیا تھا اور وہ آلِ علی بن ابی طالب، آلِ جعفر، آلِ عباس، بنو حارث بن عبدالمطلب اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات ہیں۔(۱) آپ ﷺ کے اہل بیت کے فضل و شرف کا اعتقاد رکھنا اور ان سے محبت و عقیدت رکھنا واجب اور ایمان کا جز ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾

[الاحزاب : ۳۳] ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم اہل بیت سے گندی چیزوں کو دور کرنا چاہتا ہے اور تمہیں پوری طرح پاک صاف کرنا چاہتا ہے۔''

ایک دفعہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ ﴿ أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي ﴾ ''میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔''(۲)

ائمہ سلف نبی ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں دوسرے تمام مسائل کی طرح نہایت ہی معتدل عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام اہل بیت سے محبت کرنی چاہیے اور انہیں اسی مقام پر فائز کرنا چاہیے جس کے وہ مستحق ہیں۔ تاہم ان سے محبت میں عدل کو ملحوظ رکھتے ہوئے غلو سے بچنا چاہیے۔ ان سے محبت کا اصل سبب ایمان کو سمجھنا چاہیے کیونکہ جس نے ایمان ہی قبول نہ کیا اسے نسب کی فضیلت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ''اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔''(۳) اور ایک صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے تمام خاندان والوں سے کہہ دیا تھا کہ ''(روزِ قیامت) میں تمہارے کچھ کام نہیں آ سکوں گا (اس لیے خود ہی اپنے ایمان و عمل کی فکر کر لو)۔''(۴) اور فرمانِ نبوی ہے کہ ''جس شخص کے عملوں میں کوتاہی ہو اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔''(۵)

❁ صحابہ میں چار خلفائے راشدین افضل ہیں:

یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ صحابہ میں سے چار افضل ترین ہیں، جنہیں خلفائے راشدین کہا جاتا ہے اور

---

(۱) [دیکھئے: اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنة (ص: ۳٦٦)]
(۲) [مسلم (۲٤۰۸) کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل علی بن أبی طالب]
(۳) [الحجرات : ۱۳]
(٤) [بخاری (٤۷۷۱) کتاب تفسیر القرآن : باب وأنذر عشیرتك الأقربین، مسلم (۲۰٤) کتاب الایمان : باب فی قوله تعالی وأنذر عشیرتك الأقربین]
(٥) [مسلم (۲٦۹۹) کتاب الذکر والدعاء : باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن]

وہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور یہ چاروں بھی اپنی اپنی خلافت کی ترتیب کے لحاظ سے ایک دوسرے سے افضل ہیں۔ ان چاروں صحابہ کی سنت اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے کہ ﴿ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ ﴾ ''تم میری سنت کو اور میرے بعد آنے والے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔'' (١)

ان چاروں صحابہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ یہاں ہم اختصار کے پیش نظر ان میں سے ہر ایک کے متعلق صرف ایک ایک حدیث ہی ذکر کر رہے ہیں۔

1- اگر میں اہل ارض میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوتے۔ (٢)

2- اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتا۔ (٣)

3- عثمان رضی اللہ عنہ سے تو فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ (٤)

4- وہ (علی رضی اللہ عنہ) اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کا رسول ان سے محبت کرتے ہیں۔ (٥)

دس صحابہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے:

انہی کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ عشرہ مبشرہ صحابہ یہ ہیں:

1- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ 2- عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ 3- عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

4- علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ 5- طلحہ رضی اللہ عنہ 6- زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

7- سعد بن مالک رضی اللہ عنہ 8- عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ 9- ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

10- سعید بن زید رضی اللہ عنہ۔

---

(١) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٢٥٤٩) ابوداود (٤٦٠٧) كتاب السنة : باب في لزوم السنة ، ابن ماجه (٤٢) مقدمة : باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين ، ترمذى (٢٦٧٦) كتاب العلم : باب ما جاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع ، السلسلة الصحيحة (٩٣٧)]

(٢) [بخارى (٣٦٥٤) كتاب المناقب : باب قول النبي سدوا الأبواب الا باب أبي بكر]

(٣) [حسن : صحيح الجامع الصغير (٥٢٨٤) السلسلة الصحيحة (٣٢٧) ترمذى (٣٦٨٦) كتاب المناقب : باب في مناقب عمر بن خطاب]

(٤) [مسلم (٢٤٠١) كتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل عثمان بن عفان]

(٥) [بخارى (٣٧٠٢) كتاب المناقب : باب مناقب علي بن أبي طالب ، مسلم (٢٤٠٥) كتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل علي بن أبي طالب]

ان کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے۔(۱)

- کچھ اور صحابہ کے بارے میں بھی رسول اللہ ﷺ نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے جیسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ اور عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ ائمہ سلف کا عقیدہ یہ ہے کہ جن صحابہ کے بارے میں بطور خاص جنتی ہونے کی بشارت موجود ہے انہیں بعینہٖ جنتی تسلیم کرنا چاہیے اور جن کے بارے میں کوئی خصوصی بشارت موجود نہیں انہیں بھی کتاب وسنت کے عمومی دلائل کی بنا پر جنتی ہی سمجھنا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ﴿ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾ [النساء : ۹۵] ''اللہ تعالیٰ نے سب (صحابہ) سے ہی حسنیٰ (یعنی جنت) کا وعدہ فرمایا ہے۔''

- عام مسلمانوں کے متعلق ائمہ سلف کا عقیدہ یہ ہے کہ قطعی طور پر متعین کر کے کسی کو بھی جنتی یا جہنمی نہیں کہنا چاہیے، البتہ نیک لوگوں کے لیے ثواب کی امید رکھنی چاہیے اور گناہگاروں پر عقاب وسزا سے خائف رہنا چاہیے، اور یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ جو بھی گنہگار عقیدۂ توحید پر فوت ہوں گے وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے (بلکہ اپنے گناہوں کی سزا پا کر جہنم سے نکال لیے جائیں گے اور جنت میں داخل کر دیے جائیں گے)۔(۲)

اسلامی حکمرانوں کو خیر خواہی کے مستحق سمجھنا چاہیے

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا ''دین خیر خواہی کا نام ہے۔'' ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کس کے لیے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهِ وَ لِكِتَابِهِ وَ لِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ ﴾ ''اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، مسلمانوں کے حکام کے لیے اور ان کے عوام کے لیے۔''(۳)

اہل علم کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے حکمرانوں کے لیے خیر خواہی یہ ہے کہ ان سے محبت کی جائے، ان کی اصلاح وفلاح کے لیے دعا کی جائے، ان کی اطاعت کی جائے بشرطیکہ وہ اللہ کی اطاعت کا حکم دیں، ان کی اقتدا میں نماز، حج اور جہاد جیسی عبادات انجام دی جائیں، ان کی جماعت کو نہ چھوڑا جائے اور ان کے خلاف خروج نہ کیا جائے حتی کہ وہ کسی ایسے واضح کفر کا ارتکاب کر لیں جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

(۱) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٤٠١٠) ابو داود (٤٦٤٩) كتاب السنة : باب في الخلفاء، ترمذى (٣٧٤٨) كتاب المناقب : باب مناقب عبد الرحمن بن عوف]

(۲) [دیکھئے: اصول الايمان فى ضوء الكتاب والسنة (ص : ٢٧٥)]

(۳) [مسلم (٥٥) كتاب الايمان : باب بيان أن الدين النصيحة]

﴿ وَ أُولِی الْأَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ [النساء : ٥٩]

''اور امراء و حکام کی اطاعت کرو۔''

فرمانِ نبوی ہے کہ

﴿ مَنْ أَطَاعَ أَمِيرِیْ فَقَدْ أَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصَی أَمِيرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ ﴾ ''جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔''(١)

ایک اور فرمانِ نبوی یوں ہے کہ

''خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔''(٢) ایک اور روایت میں ہے کہ ''تم میں سے جو بھی اپنے حکمران میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو صبر کرے کیونکہ جس نے بالشت بھر بھی جماعت کو چھوڑا اور مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔''(٣)

سلف صالحین کے فہم و منہج کو سب سے بہتر اور قابل اتباع سمجھنا چاہیے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ﴾ [التوبة : ١٠٠] ''اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں (یعنی تابعین، تبع تابعین اور ائمہ سلف وغیرہ) اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے کہ ﴿ وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴾ [النساء : ١١٥] ''جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔''

آپ ﷺ کا ایک فرمان یوں ہے کہ

''اللہ میری امت کو کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور یقیناً اللہ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے۔''(٤)

---

(١) [بخاری (٧١٣٧) كتاب الأحكام : باب قول الله تعالى وأطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الامر منكم]

(٢) [صحيح : صحيح الجامع الصغير (٧٥٢٠) المشكاة (٣٦٩٦)]

(٣) [بخاری (٧١٤٣) كتاب الأحكام : باب السمع والطاعة للامام ما لم تكن معصية]

(٤) [صحيح : صحيح ترمذی ، ترمذی (٢١٦٧) كتاب الفتن : باب ما جاء في لزوم الجماعة]

سلف صالحین کے عقیدے پر مشتمل چند کتب

آئندہ سطور میں ان کتب کے اسماء ذکر کیے جا رہے ہیں جن میں ائمہ سلف کے مسائل عقیدہ بیان ہوئے ہیں۔

1- ﴿كتاب السنه﴾ از امام احمد بن حنبلؒ
2- ﴿كتاب السنه﴾ از ابوبکر احمد الخلالؒ
3- ﴿كتاب السنه﴾ از امام مروزیؒ
4- ﴿شرح السنه﴾ از امام بغویؒ
5- ﴿كتاب أصل السنة واعتقاد الدين﴾ از امام ابوحاتم رازیؒ
6- ﴿شرح مذاهب اهل السنة﴾ از ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بن شاہینؒ
7- ﴿كتاب التوحيد﴾ از ابن خزیمہؒ
8- ﴿الابانة عن شريعة الفرقة الناجية﴾ از امام ابن بطہ حنبلیؒ
9- ﴿مقالات الاسلاميين﴾ از ابوالحسن اشعریؒ
10- ﴿عقيدة السلف أصحاب الحديث﴾ از ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن الصابونیؒ
11- ﴿شرح اصول اعتقاد أهل السنة﴾ از امام ابوالقاسم ہبۃ اللہ لالکائیؒ
12- ﴿الحجة في بيان المحجة﴾ از ابوالقاسم اسماعیل بن محمد تیمی اصفہانیؒ
13- ﴿شعب الايمان﴾ از ابوعبداللہ الحلیمیؒ
14- ﴿خلق أفعال العباد﴾ از امام بخاریؒ
15- ﴿الرد على الجهمية والزنادقة﴾
16- ﴿كتاب السنه﴾ از عبداللہ بن احمدؒ
17- ﴿كتاب السنه﴾ از ابن ابی عاصمؒ
18- ﴿شرح السنه﴾ از امام حسن البربہاریؒ
19- ﴿الشريعة﴾ از امام آجریؒ
20- ﴿صريح السنه﴾ از امام طبریؒ
21- ﴿اصول السنه﴾ از ابن ابی زمنینؒ
22- ﴿كتاب النزول﴾ از امام دارقطنیؒ
23- ﴿كتاب الصفات﴾ از امام دارقطنیؒ
24- ﴿كتاب الرؤية﴾ از امام دارقطنیؒ
25- ﴿اعتقاد ائمة الحديث﴾ از اسماعیلیؒ
26- ﴿كتاب العظمة﴾ از ابوالشیخ اصفہانیؒ
27- ﴿الاعتقاد والهداية﴾ از امام بیہقیؒ
28- ﴿العقيدة الطحاوية﴾ از طحاوی ازدیؒ
29- ﴿لمعة الاعتقاد﴾ از امام ابن قدامہؒ
30- ﴿كتاب الايمان﴾ از امام ابوعبیدؒ
31- ﴿كتاب الايمان﴾ از حافظ محمد بن یحییٰؒ
32- ﴿كتاب الايمان﴾ از ابن ابی شیبہؒ
33- ﴿كتاب الايمان﴾ از ابن مندہؒ
34- ﴿مسائل الايمان﴾ از ابویعلیؒ
35- ﴿مسألة العلو﴾ از ابن قیسرانیؒ
36- ﴿العلو للعلي العظيم﴾ از امام ذہبیؒ

ازامام احمد بن حنبلؒ

37- ﴿الرد علی من أنکر الحرف والصوت﴾
از حافظ ابونصر عبیداللہ بن سعد سجزیؒ

38- ﴿کتاب العرش﴾ ازمحمد بن عثمان العبسیؒ

39- ﴿الرد علی الجهمیة﴾ ازامام ابن مندہؒ

40- ﴿الرد علی الجهمیة﴾ ازامام دارمیؒ

41- ﴿الاعتقاد الخالص من الشك والانتقاد﴾
ازامام علاء الدین ابن العطارؒ

42- ﴿العیون والاثر فی عقائد أهل الأثر﴾
ازعبدالباقی مواهلی حنبلیؒ

43- ﴿قطف الثمر فی بیان عقیدة أهل الأثر﴾
ازمحمد بن صدیق خان القنوجیؒ

44- ﴿الاقتصاد فی الاعتقاد﴾ ازامام غزالیؒ

45- ﴿الوجیز فی عقیدة السلف الصالح﴾
ازعبداللہ بن عبدالحمید الاثری

46- ﴿أشراط الساعة﴾ ازعبداللہ الغفیلی

47- ﴿اصول الایمان فی ضوء الکتاب والسنة﴾
ازطائفہ من علماء العرب

48- ﴿العقیدة وأثرها فی بناء الجیل﴾
ازالدکتورعبداللہ عزامؒ

49- ﴿الولاء والبراء﴾ ازمحمد بن سعید قحطانیؒ

50- ﴿اصول الدین﴾ ازجمال الدین غزنویؒ

51- ﴿الایمان حقیقته، خوارمه ونواقضه﴾
ازعبداللہ بن عبدالحمید الاثری

52- ﴿اثبات صفة العلو﴾ ازامام ابن قدامہؒ

53- ﴿البعث والنشور﴾ ازامام بیہقیؒ

54- ﴿بغیة المرتاد﴾ ازابن تیمیہؒ

55- ﴿اقتضاء الصراط المستقیم﴾ ازابن تیمیہؒ

56- ﴿الصارم المسلول﴾ ازابن تیمیہؒ

57- ﴿کتاب الایمان﴾ ازابن تیمیہؒ

58- ﴿الرسالة التدمیریة﴾ ازابن تیمیہؒ

59- ﴿الرد علی المنطقیین﴾ ازابن تیمیہؒ

60- ﴿بیان تلبیس الجهمیة﴾ ازابن تیمیہؒ

61- ﴿شرح العقیدة الاصفهانیة﴾ ازابن تیمیہؒ

62- ﴿العقیدة الواسطیة﴾ ازابن تیمیہؒ

63- ﴿العقیدة الحمویة﴾ ازابن تیمیہؒ

64- ﴿بیان تلبیس الجهمیة﴾ ازابن تیمیہؒ

65- ﴿اصول الایمان﴾ ازمحمد بن عبدالوہابؒ

66- ﴿نواقض الاسلام﴾ ازمحمد بن عبدالوہابؒ

67- ﴿حقیقة الایمان﴾ ازعلامہ البانیؒ

68- ﴿رسالة فی أسس العقیدة﴾ ازمحمد السعوی

69- ﴿تذکرة المؤتسی﴾ ازشیخ عبدالرزاق

70- ﴿تطهیر الاعتقاد﴾ ازامام صنعانیؒ

71- ﴿حقیقة الایمان﴾ ازعبداللہ القنائیؒ

72- ﴿مقالات للشیخ الفوزان﴾

73- ﴿اعانة المستفید﴾ ازصالح الفوزان

74- ﴿القدر﴾ ازعبداللہ بن وہب القرشی

75- ﴿رکائز الایمان﴾ ازسید محمد قطبؒ

باب الأحاديث الضعيفة عن الايمان والعقائد

ایمان و عقائد سے متعلقہ ضعیف احادیث کا بیان

مومن کی فراست سے بچو

"مومن کی فراست (تیز فہمی و دانائی) سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے۔" (١)

تین چیزیں ایمان کی اصل ہیں

"تین چیزیں ایمان کی اصل ہیں: (1) جو "لا الٰہ الا اللہ" کہے اس سے ہاتھ روک لینا، اسے کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہ دینا اور اسے کسی عمل کی وجہ سے اسلام سے خارج نہ کرنا۔ (2) جہاد میری بعثت سے جاری ہے اور یہ جاری رہے گا حتیٰ کہ میری امت کا آخری گروہ دجال کے خلاف لڑائی کرے گا، اسے کسی بھی ظالم کا ظلم اور کسی بھی عادل کا عدل باطل نہیں کر سکتا۔ (3) تقدیر پر ایمان۔" (٢)

مومن کے چہرے پر اس کی تعریف سے اس کا ایمان بڑھتا ہے

"جب مومن کے چہرے پر اس کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔" (٣)

جو غیر محرم سے نظر ہٹالے اللہ تعالیٰ اسے ایمان کی مٹھاس عطا فرماتا ہے

"(غیر محرم کی طرف) دیکھنا ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے خائف ہو کر اسے چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ اسے ایسا ایمان عطا فرمائیں گے جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔" (٤)

اشرف ایمان یہ ہے کہ صاحب ایمان سے لوگ امن میں ہوں

"سب سے زیادہ شرف والا ایمان یہ ہے کہ لوگ تجھ سے امن میں رہیں۔" (٥)

افضل ایمان یہ ہے کہ اللہ کو اپنے ساتھ سمجھا جائے

"افضل ایمان یہ ہے کہ تمہیں یہ یقین ہو کہ تم جہاں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔" (٦)

---

(١) [ضعيف : تنزيه الشريعة للكناني (٣٠٥/٢) الموضوعات للصغاني (٧٤)]
(٢) [ضعيف : ضعيف ابوداود (٢٥٣٢) كتاب الجهاد : باب في الغزو مع أئمة الجور]
(٣) [ضعيف : ضعيف الجامع الصغير (٦٩٥) تذكرة الموضوعات للفتني (١٦٤/١) كشف الخفاء (٩٩/١)]
(٤) [ضعيف جدا : الترغيب والترهيب للمنذرى (١٠٦/٤) مجمع الزوائد للهيثمى (٦٣/٨)]
(٥) [ضعيف : ضعيف الجامع الصغير (٨٧٤)]
(٦) [ضعيف : ضعيف الجامع الصغير (١٠٠٢)]

ایمان تمنا کرنے کا نام نہیں

''ایمان تمنا کرنے اور آراستہ ہونے کا نام نہیں بلکہ ایمان وہ چیز ہے جس کا بوجھ دل میں ہوتا ہے اور جس کی تصدیق (صاحب ایمان کا) کردار و عمل کرتا ہے۔'' (١)

ایمان ایک لباس ہے

''ایمان ایک لباس ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے یہ لباس پہنا دیتا ہے، پس جب بندہ زنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کا لباس اتار لیتا ہے اور اگر وہ توبہ کرلے تو اسے وہ واپس لوٹا دیتا ہے۔'' (٢)

ایمان کا لباس تقویٰ ہے

''ایمان عریاں ہے، اس کا لباس تقویٰ ہے، اس کی زینت حیاء ہے اور اس کا پھل علم ہے۔'' (٣)

غیرت ایمان سے ہے

''بلاشبہ غیرت ایمان سے ہے اور بدکلامی نفاق سے ہے۔'' (٤)

بڑھاپے سے سر سفید ہو جانا ایمانی لباس ہے

''بڑھاپے کی وجہ سے سر کی سفیدی ایمان کا لباس ہے۔'' (٥)

ایمان کے دروازے

''ایمان کے چونسٹھ (64) دروازے ہیں۔'' (٦)

تقدیر پر ایمان کا فائدہ

''تقدیر پر ایمان (تمام) فکروغم دور کر دیتا ہے۔'' (٧)

---

(١) [موضوع : ذخيرة الحفاظ لابن طاهر (٤٦٥٦/٤) السلسلة الضعيفة (٩٨ ; ١) تبيض الصحيفة لمحمد عمرو (٣٣) أحاديث لاتصح (٣) سلسلة الأحاديث الواهية (٢٢٩/١)]

(٢) [ضعيف : السلسلة الضعيفة (١٢٧٤) ضعيف الجامع الصغير (١٤٢.١) كنز العمال (٣١٣/٥)]

(٣) [موضوع : موضوعات الصغاني (٢/١)]

(٤) [ضعيف جداً : ضعيف الجامع الصغير (١٥١٢) مجمع الزوائد (٢٢٥/٢) المقاصد الحسنة (١٥٩/١) الدرر المنتثرة (١٤/١) كنز العمال (٣٨٦/٣) كشف الخفاء (٨١/١) السلسلة الضعيفة (١٨٠٨)]

(٥) [ضعيف جداً : ضعيف الجامع الصغير (٢٢٧٤)]

(٦) [ضعيف : ضعيف الجامع الصغير (٢٣٠٣)]

(٧) [موضوع : ضعيف الجامع الصغير (٢٣٠٥)]

ایمان کیا ہے؟

''ایمان قلبی نیت اور زبانی تصدیق کا نام ہے اور ہجرت وہ ہے جو مال و جان کے ساتھ کی جائے۔'' (۱)

ایمان محرمات اور لالچ سے بچاتا ہے

''ایمان حرام اُمور اور لالچ سے بچاتا ہے۔'' (۲)

ایمان دو نصف ہیں

''ایمان دو نصف ہیں، ایک نصف صبر میں ہے اور دوسرا شکر میں۔'' (۳)

ایمان اور عمل بھائی ہیں

''ایمان اور عمل دو بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو بھی اپنے ساتھی کے بغیر قبول نہیں فرماتا۔'' (٤)

ایمان سے انسان کا ایک قول ہی کافی ہے

''ایمان سے آدمی کو یہی کافی ہے کہ وہ کہے میں اللہ کے رب ہونے پر، محمد (ﷺ) کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو گیا۔'' (٥)

نظافت ایمان کی طرف بلاتی ہے

''خلال کیا کرو کیونکہ یہ نظافت (صفائی ستھرائی) ہے اور نظافت ایمان کی طرف بلاتی ہے اور ایمان صاحب ایمان کو جنت میں لے جاتا ہے۔'' (٦)

تین چیزیں ایمان کی تکمیل کا ذریعہ ہیں

''جس میں تین چیزیں ہوں گی اس کا ثواب واجب ہو گیا اور ایمان مکمل ہو گیا: (1) ایسا اخلاق جس کے ذریعے وہ لوگوں میں زندگی بسر کرتا ہے۔ (2) ایسا تقویٰ جو اسے اللہ کے حرام کردہ اُمور سے روک لیتا ہے۔

---

(١) [موضوع: ضعيف الجامع الصغير (٢٣٠٧)]

(٢) [ضعيف: ضعيف الجامع الصغير (٢٣٠٨)]

(٣) [ضعيف جدا: ضعيف الجامع الصغير (٢٣١٠)]

(٤) [موضوع: ضعيف الجامع الصغير (٢٣١١) كنز العمال (٣٦٠)]

(٥) [ضعيف: السلسلة الضعيفة (٣٣٣٤) ضعيف الجامع الصغير (٢٣٢٠)]

(٦) [موضوع: المصنوع في معرفة الموضوع (٧٨/١) أحاديث لا تصح (٥/١) تخريج أحاديث الاحياء (٣٤/١) السلسلة الضعيفة (٣٢٦٥) ضعيف الجامع الصغير (٢٤١٤) مقاصد الحسنة (٨١/١)]

(3) ایسا حلم وبردباری جو اسے جاہل کی جہالت سے بچالے۔'' (۱)

پانچ چیزیں ایمان کا حصہ ہیں

''پانچ چیزیں ایمان کا حصہ ہیں، اگر کسی شخص میں ان میں سے کوئی چیز بھی موجود نہ ہو تو اس کا ایمان درست نہیں۔ (1) اللہ کے حکم کو تسلیم کرنا (2) اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا (3) معاملات کو اللہ کے سپرد کر دینا (4) اللہ پر توکل کرنا (5) اور صدمہ کی ابتدا میں صبر کرنا۔'' (۲)

ابوبکر وعمر سے محبت ایمان کا حصہ ہے

''ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت ایمان کا حصہ جبکہ ان سے نفرت کفر ہے، انصار سے محبت ایمان کا حصہ جبکہ ان سے نفرت کفر ہے، عرب سے محبت ایمان کا حصہ جبکہ ان سے نفرت کفر ہے۔'' (۳)

حسد ایمان کو خراب کر دیتا ہے

''حسد ایمان کو اس طرح خراب کر دیتا ہے جیسے صبر (بوٹی) شہد کو خراب کر دیتی ہے۔'' (٤)

مسواک نصف ایمان ہے

''مسواک نصف ایمان اور وضوء نصف ایمان ہے۔'' (٥)

صبر کا ایمان میں درجہ

''ایمان میں صبر کا وہی مقام ہے جو جسم میں سر کا ہے۔'' (٦)

یقین مکمل ایمان ہے

''صبر نصف ایمان جبکہ یقین مکمل ایمان ہے۔'' (٧)

---

(۱) [ضعیف: مجمع الزوائد (۲۷/۱) کشف الخفاء (۲۷۸/۲) ضعیف الجامع الصغیر (۲٥٤۷)]

(۲) [ضعیف جدا: النافلة فی الأحادیث الضعیفة والباطلة (۱٥٦) السلسلة الضعیفة (۳٥٥۲) ضعیف الجامع الصغیر (۲۸٥۳) الموضوعات لابن الجوزی (۱۳٦/۱)]

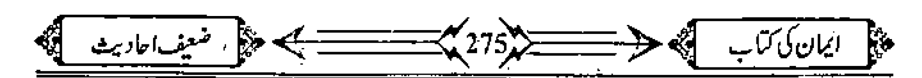
(۳) [ضعیف جدا: السلسلة الضعیفة (۳٤۷۷) ضعیف الجامع الصغیر (۲٦۸۰)]

(٤) [ضعیف: المقاصد الحسنة (۱۰۳/۱) کشف الخفاء (۳٥٦/۱) ضعیف الجامع الصغیر (۲۷۸۲) الضعیفة (۳٥۲۳)]

(٥) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغیر (۳۳٦۳)]

(٦) [ضعیف جدا: تذکرة الموضوعات للفتنی (۱۸۹/۱) السلسلة الضعیفة (۳۷۹۳) ضعیف الجامع الصغیر (۳٥۳٥)]

(۷) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغیر (۳٥۳٦) المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع (۱۱۸/۱) کشف الخفاء (۳۹٦/۲)]



قتل وذبح کرنے میں سب سے نرم اہل ایمان ہیں

''قتل (اورذبح) کرنے میں لوگوں میں سب سے زیادہ نرم اہل ایمان ہیں۔'' (۱)

نماز ایمان کا ستون ہے

''نماز ایمان کا ستون اور جہاد عمل کی کوہان ہے اور زکوۃ ان دونوں کے درمیان ہے۔'' (۲)

اُونی لباس پہننے سے ایمانی مٹھاس حاصل ہوتی ہے

''اُونی لباس کو لازم پکڑو، تم اپنے دلوں میں ایمان کی مٹھاس پاؤ گے۔'' (۳)

علم ایمان کا ستون ہے

''علم اسلام کی حیات اور ایمان کا ستون ہے۔'' (٤)

ایمان کی موجودگی میں کوئی چیز بھی نقصان نہیں دیتی

''جیسے شرک کی موجودگی میں کوئی چیز نفع نہیں دیتی اسی طرح ایمان کی موجودگی میں کوئی چیز نقصان نہیں دیتی۔'' (٥)

ایمان کی بنیاد تقویٰ ہے

''ہر چیز کی کوئی بنیاد ہوتی ہے اور ایمان کی بنیاد تقویٰ ہے۔'' (٦)

ایمان کا خلاصہ نماز ہے

''ہر چیز کا ایک خلاصہ ہوتا ہے اور ایمان کا خلاصہ نماز ہے اور نماز کا خلاصہ تکبیر تحریمہ ہے۔'' (۷)

---

(۱) [ضعيف : النافلة فى الأحاديث الضعيفة والباطلة (۱۰/۱) ابن الجارود (۸٤۰) ابوداود (۲٦٦٦) ابو يعلى (٤۹۷۳) بيهقى (۷۱/۹)]

(۲) [ضعيف : ضعيف الجامع الصغير (۳٥٦٥)]

(۳) [موضوع : ضعيف الجامع الصغير (۳۷۹۰)]

(٤) [ضعيف جدا : السلسلة الضعيفة (۳۹٤۲) ضعيف الجامع الصغير (۳۸۷۲)]

(٥) [ضعيف : الموضوعات لابن الجوزى (۱۳٦/۱) كنز العمال (٦۸/۱) الفوائد المجموعة للشوكانى (۲۲٤/۱) اللآلى المصنوعة (٤٦/۱) ضعيف الجامع الصغير (٤۲۷٦) الضعيفة (٤۱۲٥)]

(٦) [موضوع : السلسلة الضعيفة (۱۹۱۳) ضعيف الجامع الصغير (٤۷۱۹)]

(۷) [ضعيف : مجمع الزوائد (۲۹۳/۱) السلسلة الضعيفة (٤۳۲۳) ضعيف الجامع الصغير (٤۷۳٦)]

کامل مومن وہ ہے جو آزمائش کو نعمت سمجھے

''کسی بھی مومن کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک وہ آزمائش کو نعمت اور خوشحالی کو مصیبت نہ سمجھے۔'' (۱)

اہل بیت سے محبت کے بغیر ایمان کا حصول ناممکن ہے

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کسی بھی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ میرے اہل بیت اور میرے قرابت داروں سے اللہ کے لیے محبت نہ کرے۔'' (۲)

ایمان قمیص کی مانند ہے

''ایمان کی مثال قمیص کی مانند ہے، تم اسے پہن بھی لیتے ہو اور اتار بھی دیتے ہو۔'' (۳)

شرابی سے ایمان نکال لیا جاتا ہے

''جو شخص شراب پیتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے اس طرح ایمان نکال لیتے ہیں جیسے انسان قمیص اپنے سر کی جانب سے اتار دیتا ہے۔'' (٤)

صبح کے وقت نماز فجر کے لیے جانے والا ایمان کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہے

''جو شخص صبح کے وقت نماز فجر کے لیے گیا وہ ایمان کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہے اور جو صبح کے وقت بازار کی طرف گیا وہ ابلیس کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہے۔'' (٥)

مدینہ دار الایمان ہے

''مدینہ قبۃ الاسلام اور دار الایمان ہے۔'' (٦)

حقیقت ایمان تک رسائی زبان کو روکے بغیر ممکن نہیں

''بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ اپنی زبان کو نہ روکے۔'' (۷)

---

(۱) [موضوع: ضعیف الجامع الصغیر (٤٨٨٧) مجمع الزوائد (٥٢/١) السلسلة الضعيفة (٤٣٧٤)]

(۲) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغیر (٥٠٣٣) كنز العمال (٩٢/١٢)]

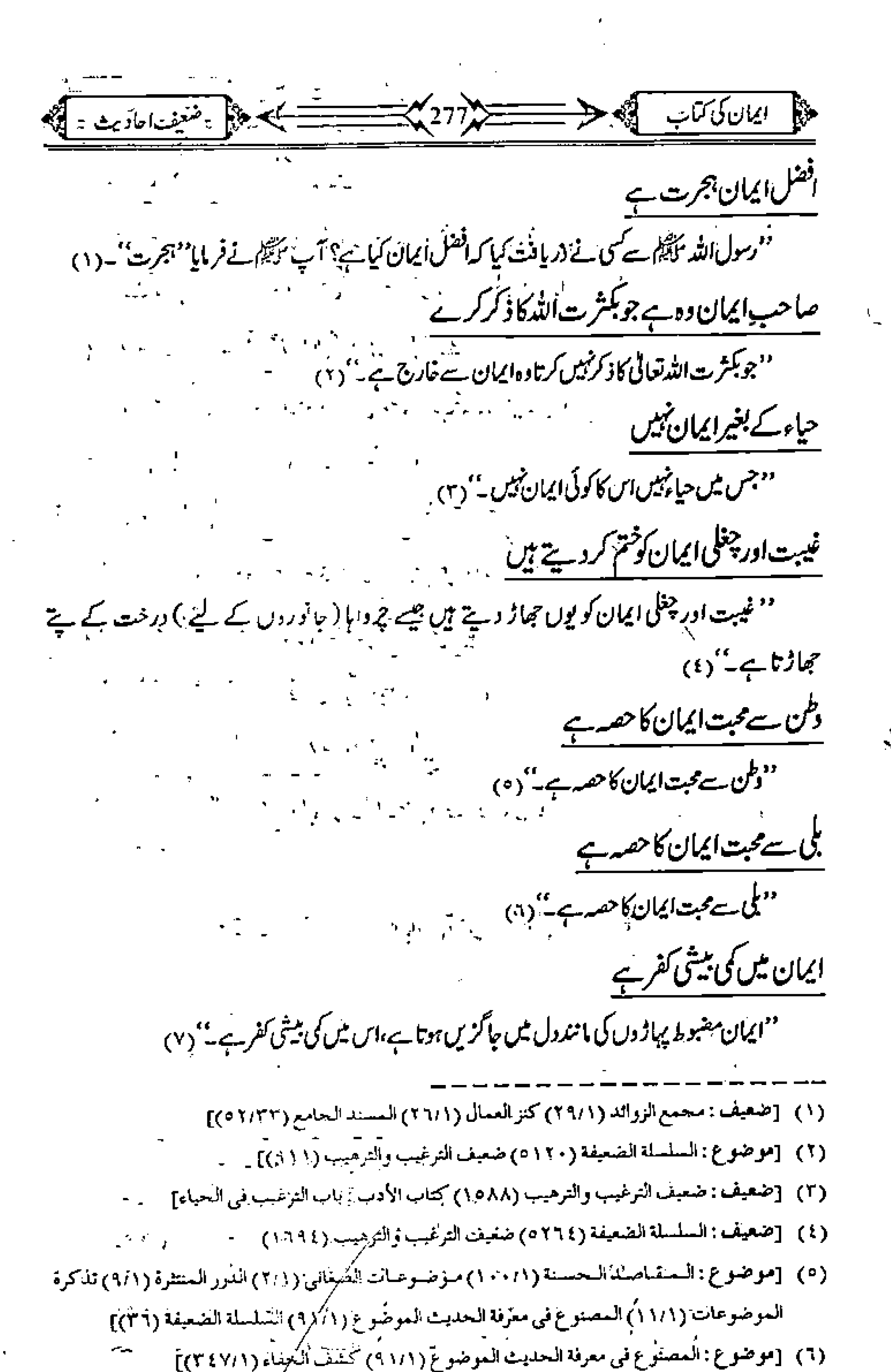
(۳) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغیر (٥٢٣٥) كنز العمال (٢٦٢/١)]

(٤) [ضعیف: السلسلة الضعيفة (١٢٧٤) كنز العمال (٣١٤/٥) ضعيف الجامع الصغير (٥٤١٠)]

(٥) [ضعیف: ضعیف الجامع الصغیر (٥٧٠١) المسند الجامع (٧٣/١٦)]

(٦) [ضعیف: ضعیف الترغيب والترهيب (٧٦٩) ضعيف الجامع الصغير (٥٩٢١)]

(۷) [ضعیف: السلسلة الضعيفة (٢٠٢٧) مجمع الزوائد (٣٠٢/١٠) ضعيف الجامع الصغير (٦٣٢١)]



افضل ایمان ہجرت ہے

''رسول اللہ ﷺ سے کسی نے دریافت کیا کہ افضل ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہجرت''۔(۱)

صاحب ایمان وہ ہے جو بکثرت اللہ کا ذکر کرے

''جو بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا وہ ایمان سے خارج ہے۔''(۲)

حیاء کے بغیر ایمان نہیں

''جس میں حیاء نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔''(۳)

غیبت اور چغلی ایمان کو ختم کر دیتے ہیں

''غیبت اور چغلی ایمان کو یوں جھاڑ دیتے ہیں جیسے چرواہا (جانوروں کے لیے) درخت کے پتے جھاڑتا ہے۔''(٤)

وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے

''وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔''(٥)

بلی سے محبت ایمان کا حصہ ہے

''بلی سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔''(٦)

ایمان میں کمی بیشی کفر ہے

''ایمان مضبوط پہاڑوں کی مانند دل میں جاگزیں ہوتا ہے، اس میں کمی بیشی کفر ہے۔''(۷)

---

(۱) [ضعیف : مجمع الزوائد (۲۹/۱) کنز العمال (۲٦/۱) المسند الجامع (۵۲/۳۳)]

(۲) [موضوع : السلسلة الضعيفة (٥١٢٠) ضعيف الترغيب والترهيب (١١١)]

(۳) [ضعیف : ضعيف الترغيب والترهيب (١٥٨٨) كتاب الأدب : باب الترغيب في الحياء]

(٤) [ضعیف : السلسلة الضعيفة (٥٢٦٤) ضعيف الترغيب والترهيب (١٦٩٤)]

(٥) [موضوع : المقاصد الحسنة (١٠٠/١) موضوعات الصغاني (١/٤) الدرر المنتثرة (٩/١) تذكرة الموضوعات (١١/١) المصنوع في معرفة الحديث الموضوع (٩١/١) السلسلة الضعيفة (٣٦)]

(٦) [موضوع : المصنوع في معرفة الحديث الموضوع (٩١/١) كشف الخفاء (٣٤٧/١)]

(٧) [موضوع : السلسلة الضعيفة (٤٦٤)]

ایمان میں زیادتی کفر اور کمی شرک ہے

''وفد ثقیف نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ کیا ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''نہیں، ایمان دل میں مکمل ہے، اس میں زیادتی کفر اور اس میں کمی شرک ہے۔'' (۱)

کامل مومن وہ ہے جو مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے

''آدمی اس وقت تک مکمل ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک مذاق میں بھی جھوٹ نہ چھوڑ دے اور جھگڑا نہ چھوڑ دے خواہ وہ (اپنی بات میں) سچا ہی کیوں نہ ہو۔'' (۲)

اذان کے وقت کلام کرنے سے زوالِ ایمان کا خدشہ ہے

''جو اذان کے وقت کلام کرتا ہے خدشہ ہے کہ کہیں اس کا ایمان زائل نہ ہو جائے۔'' (۳)

ساری کائنات کو پیغمبر آخر الزماں کے لیے تخلیق کیا گیا

''(اے پیغمبر!) اگر تو نہ ہوتا تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔'' (٤)

جس نے خود کو پہچان لیا اس نے رب کو پہچان لیا

''جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا۔'' (٥)

میں ایک مخفی خزانہ تھا

''میں ایک مخفی خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کر دیا۔'' (٦)

از قلم:
حافظ عمران ایوب لاہوری

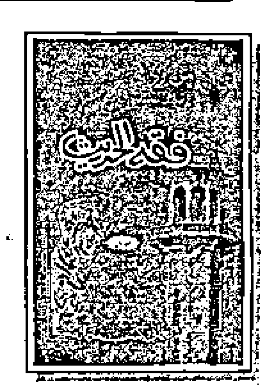
---

(۱) [موضوع: تخریج الطحاویۃ للألبانی (ص: ۳۷۸)]
(۲) [ضعیف: الایمان لابن سلام، بتحقیق علامہ البانی (ص: ۳۰) کشف الخفاء (۱٤۳/۲)]
(۳) [موضوع: موضوعات الصغانی (٤:۱) کشف الخفاء (۲۲٦/۲)]
(٤) [موضوع: اللؤلؤ المرصوع للمشیشی (٤٥٤) ترتیب الموضوعات (۱۹٦) السلسلۃ الضعیفۃ (۲۸۲)]
(٥) [موضوع: موضوعات الصغانی (۲/۱) تذکرۃ الموضوعات للفتنی (۱۱/۱) المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع (۱۸۹/۱) سلسلۃ الأحادیث الواھیۃ (۲۳٥/۱) الاسرار المرفوعۃ (٥۰٦)]
(٦) [موضوع: المقاصد الحسنۃ (۱۷٤/۱) تذکرۃ الموضوعات (۱۱/۱) المصنوع (۱٤۱/۱)]

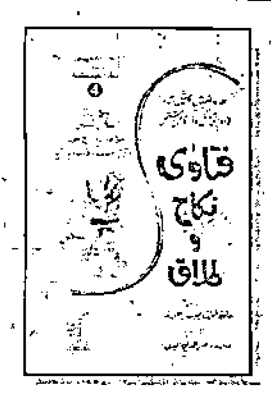
فہرست مطبوعات

الکتاب انٹرنیشنل

مؤلفات و مرتبات: حافظ عمران ایوب لاہوری





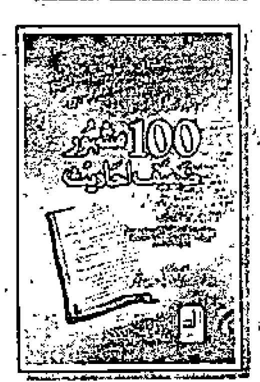


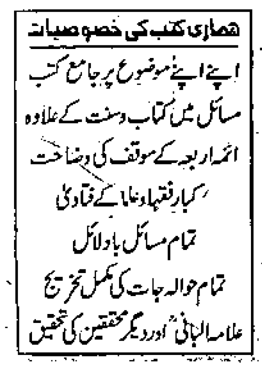


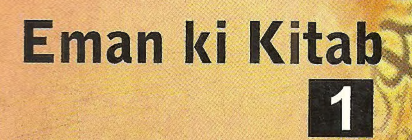












۱- ایمان کا تعلق دل سے ہے اور اگر دل میں ایمان نہ ہو تو کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ یعنی ایمان ہی انسان کا سب سے قیمتی متاع ہے۔ اس لئے اس کی حفاظت بھی سب سے زیادہ کرنی چاہیے۔ ایمان کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ ایمان سے متعلقہ شرعی مسائل کا علم ہو۔ مثلاً ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ ایمان کے ارکان کون کون سے ہیں؟ ایمانی کمزوریوں کا کیا علاج ہے؟ کن اعمال کے ارتکاب سے ایمان ضائع ہو سکتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

۲- ہمارے ایک نوجوان فاضل دوست **حافظ عمران ایوب لاہوری** نہایت ہی ذہین اور محنتی قلمکار ہیں۔ اسلامی ریسرچ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا خاص فضل فرمایا ہے۔ کم عمر اور مختصر وقت میں انہوں نے مختلف موضوعات پر بیس کے قریب تحقیقی کتب تالیف کر کے اہل علم میں کافی پذیرائی حاصل کی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہمت و کوشش میں مزید اضافہ فرمائے۔

۳- زیر نظر تالیف "**کتاب الایمان**" ان کے فقہ الحدیث کے سلسلہ کی پہلی کتاب ہے۔ جس میں قرآن کریم اور صحیح احادیث کی روشنی میں ایمان سے متعلقہ تقریباً تمام مسائل کو انتہائی جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ تمام آیات اور احادیث کی تخریج کی گئی ہے۔ اکثر و بیشتر مسائل میں ائمہ سلف اور عرب علماء کے اقوال و فتاویٰ بھی نقل کیے گئے ہیں۔ بلا شبہ ان تمام خوبیوں کی وجہ سے یہ کتاب ایمانی مسائل اور ان کے دلائل کا ایک ایسا قیمتی ذخیرہ بن کر سامنے آئی ہے جسے ہر لائبریری اور ہر گھر کی زینت و ضرورت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

۴- ادارۂ **فقہ الحدیث پبلیکیشنز** نے اس کتاب کو باطنی حسن کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن سے بھی خوب آراستہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہم سب کے لیے راہ نجات بنائے۔ (آمین!)

پروفیسر ڈاکٹر محمد اعجاز حفظہ اللہ

اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

